

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بمناسبت اعداد بسْم اللہ ۷۸۶ ۱۴۱۹ ھجری

امام احمد رضا

ایک مظلوم مفکر

بِظَلِّ عَاطِفَت

امام السَّالِکِین ، سَيِّدِ الْعَارِفِین ، احسن الکاملین

حضور شیخ الاسلام والمسلمین ، سَيِّدِ السَّادَاتِ،

الشیخ احسن العلماء ، سَيِّدِ شَاه

مصطفیٰ حیدر حسن میاں

علیہ الرحمة والرضوان

بِفِیضِ عَالِی

نَبْرَةِ اِمَامِ اِہْلِ السُّنَنِ ، جَانِشِینِ مَفْتٰی اعظم علیہ الرحمة

فَقِیْہِ الْاِسْلَام ، تَاجِ الشَّرِیْعَةِ ، زَبْدَةُ الْاِتْقَاءِ شَیْخِ الْاِسْلَام

علامہ شیخ اختر رضا خاں الازہری القادری

مدظلہ النورانی دامت فیوظۃ العرفانی

حسب فرمائش

حضرت مولانا سید عبدالخلیل رضوی صاحب خلیفہ جانشین حضور مفتی اعظم ہند

مصنف : عبد الستار ہمدانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تشریف انتساب

وہ مارہرہ مقدسہ و مطہرہ کہ وہاں کی خانقاہ عالیہ برکاتیہ روحانیت و ولایت کے شہنشاہوں کی عظیم المرتبت آرام گاہ ہے۔ اس خانقاہ کی ایک امتیازی شان یہ ہے کہ وہاں پر ایک ساتھ روحانیت کے کئی تاجدار استزاحت فرماہیں۔ اس خانقاہ کے عظیم بزرگ خاتم الاکابر مرجع اولیاء، ہادی الاتقیاء، رہبر اصفیاء قدوۃ الصالحین، سید المرشدین، حضرت سید آل رسول مارہروی رضی اللہ عنہ وارضاه عنہ کے سامنے امام احمد رضا محدث بریلوی نے زانوئے ادب طے کئے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر ان کی غلامی اور گدائی کو اپنے لیے باعث فخر جان کر یہاں تک کہا کہ:

منم امیر جہانگیر کج کلاہ یعنی

مکینہ بندہ و مسکین گدائے آل رسول

اسی مقدس خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین و پیر زادے وارث علوم اسلاف، مرجع العلماء، احسن العلماء حضرت علامہ مولانا مولوی قاری حافظ مفتی الشاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات کی طرف اپنی اس کاوش کو منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ والرضوان کے نعلین کے طفیل میری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نواز کر ہم عام و خاص کیلئے نفع بخش بنائے اور میرے لئے نجات کا سبب بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

خاکپائے سادات مارہرہ مقدسہ و بارگاہ رضا کا ادنیٰ سوالی

عبدالستار حبیب ہمدانی برکاتی رضوی نوری

پور بندر

۲۳/رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ ، مطابق: ۲۰ فروری ۱۹۹۷ء یک شنبہ ۸۶ / ۹۲

برکاتی ہاؤس، ڈوگری،

مبئی ۴۰۰۰۰۹

۵/شوال المکرم ۱۴۱۷ھ

برادر عزیز مولوی عبدالستار ہمدانی صاحب،

سلام مسنون و ادعیہ عافیت دارین۔

ان دو چار دنوں میں جتنا کچھ میں نے لکھا پڑھا نہ ہوگا۔ مگر یہ آپ کی محبت اور اعلیٰ حضرت سے میری نسبت کا کمال ہے کہ کام پورا ہو گیا۔ میں نے دونوں مسودے حرف بہ حرف جانچے اور جہاں جہاں قلم لگانے کی گنجائش تھی وہاں وہاں اپنی ناقص معلومات کے مطابق اصلاح کر دی۔ آپ نے مقدمہ لکھنے کی فرمائش کر کے مجھے بڑے امتحان میں ڈال دیا تھا۔ مقدموں سے آج کے دور کا ہر شخص گھبراتا ہے مگر چونکہ یہ مقدمہ ذرا مختلف نوعیت کا تھا اس لئے میں نے روح اعلیٰ حضرت کو پکارا اور ان کے مرشد حضور خاتم الاکابر کی گدی کا تصور کر کے قلم اٹھالیا۔ میں علم کے میدان کا ابجد خواں، بھلا اعلیٰ حضرت جیسی عبقری شخصیت پر کس طرح کچھ لکھ سکتا ہوں۔ میری علمی کم مائیگی کے نشان ان صفحات پر آپ کو جا بجا ملیں گے۔ ناراض نہ ہوئے گا بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبان خاص کے صدقہ میں میری بے علمی اور بے عملی دور فرمادے۔

آپ کی تحریروں کی بہت زیادہ تعریف میں نے اس لئے نہیں کی ہے کہ نظر لگنے کا ڈر تھا۔ بہر کیف دل سے دعا ضرور نکلی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سینے کو اور زیادہ فراخی و وسعت عطا فرمائے اور آپ کے قلم کو نئی جولانیاں بخشنے زیادہ کیا لکھوں۔

آپ کا اپنا

سید آل رسول حسنین

۵/شوال المکرم ۱۴۱۷ھ مبئی

بسم الله الرحمن الرحيم
نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

ایچھے رضا پیارے رضا
سید آل رسول حسنین میاں برکاتی۔ سجادہ نشین، آستانہ مارہرہ مطہرہ

برسوں پہلے بھینڈی میں منعقدہ ”یوم رضا“ کے منبر سے میں نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مقالہ پڑھا تھا۔ عبارت کے صحیح الفاظ تو میرے ذہن میں نہیں ہیں۔ مگر مفہوم کچھ اس طرح تھا: امام احمد رضا علم، عمل اور عشق کا ایک ایسا مثلث تھے جس کے ہر زاویہ میں ہزار زاویے۔ علم و فضل، زہد و تقویٰ، ایمان و ایقان اور عشق مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کا وہ ایک ایسا قطب بینار تھے جس کی اونچائی کا اندازہ لگانے میں اچھے اچھوں کے سروں سے ٹوپیاں گر جاتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دین محمد کی جو گراں قدر خدمات سر انجام دیں اور مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ میں جو انتھک محنت کی اس کے صلے میں ان کے پیر خانے یعنی مارہرہ مطہرہ سے انہیں ”چشم و چراغ خاندان برکات“ کے لقب سے نوازا گیا۔ مرشد اعظم نے مرید صادق پر ایسی توجہ فرمائی کہ ایک لمحہ کے لئے خاتم الاکابر شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ کے خادمان خاص شش و پنج میں پڑ گئے کہ بیعت کے بعد حجرے سے برآمد ہونے والے حضرات میں کون پیر ہے کون مرید!

الحمد للہ! فقیر برکاتی کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے کئی طرح سے نسبت ہے:

- (۱) میں امام احمد رضا کے مرشد کا ہم نام ہوں
- (۲) شاہ آل رسول احمدی علیہ الرحمۃ والرضوان سے مجھے خاندانی نسبت ہے
- (۳) اس گدی کا تین تہاوارث ہوں جس سے اعلیٰ حضرت کو شرف بیعت حاصل تھا
- (۴) اس حجرے کا مالک ہوں جس میں وہ تخت مبارک ہے جس پر بیٹھ کر خاتم الاکابر شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ نے امام احمد رضا اور ان کے والد ماجد مولانا نقی علی خان قدس سرہ کو بیعت میں قبول کیا تھا۔
- (۵) امام احمد رضا کی نعت گوئی کی چلتی پھرتی کرامت ہوں۔ لوگ مجھے پرتو کلام رضا کہتے ہیں۔ کلک رضا نے میرے قلم کو نعت کے میدان میں جلا بخشی ہے۔

آج جب میرے کرم فرما مولوی عبدالستار صاحب ہمدانی برکاتی، رضوی، نوری نے مجھ سے اپنی کتاب پر تقریظ لکھنے کی فرمائش کی ہے تو مجھے یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہ کیا میں اس کتاب کے ساتھ انصاف کر پاؤں گا جو اعلیٰ حضرت کے علمی کارناموں پر ایک تحقیقی مقالہ کی حیثیت رکھتی ہے؟

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا گوش بدحی نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خموی کہ نگجد دروے
بز من و چند کتابے و دوات و قلمے

یہ قطعہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی مکمل سوانح عمری ہے جو خود اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا۔ بظاہر اس میں انکساری اور عجز منعکس ہوتا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ چند کتابوں، دوات اور قلم کا مالک یہ عاشق رسول علوم ظاہر و باطن کا امام تھا۔ برصغیر ہند و پاک کی روحانی تعلیم کیلئے امام احمد رضا مصطفیٰ جانِ رحمت رحمۃ اللہ علیہ کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھے۔ وہ چودھویں صدی کے نادر روزگار عالم و فاضل اور یکتائے زمانہ فقیہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ستر سے زیادہ علوم و فنون میں مہارت کا ملہ عطا فرمائی تھی۔ انہیں نہ صرف اس دور کے مروجہ علوم دینیہ میں پوری بصیرت حاصل تھی بلکہ علم طب، علم جفر، علم تکسیر، زیجات، جبر و مقابلہ، لوگائرم، جیومیٹری، علم ہیئت، علم توقیت اور مثلث کروئی وغیرہ علوم میں بھی حیرت انگیز دسترس حاصل تھی۔ ایک فقیہ اور مفتی کیلئے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب امام احمد رضا کو حاصل تھے۔ پونے چودہ سال کی عمر سے فتویٰ نویسی کی شروعات کی اور پھر چون ۵۴ سال تک پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ امام احمد رضا کا قلم آدھی صدی سے زیادہ عرصہ تک چلتا رہا اور اس برق رفتاری سے چلا کہ دو دو تین تین دن میں مہسوط فتاویٰ رسائل کی صورت میں تیار ہوتے رہے۔ ایک ہزار سے زیادہ تصانیف بطور یادگار چھوڑیں جن میں نعتیہ دیوان حدائق بخشش (دو حصے) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، جد الممتار، در مختار کے حاشیہ، شامی پر پانچ جلدوں میں حاشیہ، الدولۃ المکیہ اور بارہ ضخیم جلدوں میں فتاویٰ رضویہ کے نام مشہور و معروف ہیں۔

امام احمد رضا کب اور کہاں پیدا ہوئے، اس کی تحقیق اتنی اہم نہیں ہے جتنی اہم یہ جستجو کہ وہ کیوں پیدا ہوئے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے اس خاص بندے کو اپنے محبوب خاص صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کے تحفظ اور تکمیل کے لئے پیدا فرمایا۔ خالق کو جو اپنے بندے سے کام لینا تھا وہ اپنے فضل و کرم کے سائے میں لیا اور صلہ کے طور اس کو شہرت و دام کا انعام عطا ہوا۔ دنیائے سنیت

میں امام احمد رضا کا نام اچھے برے کا پیمانہ بن گیا ان کی تمام تصانیف خصوصاً فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے بڑے بڑے اصحاب علم و دانش انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں، جس مسئلے پر بھی انہوں نے قلم اٹھایا، اپنے تبحر علمی کی بدولت اس کے ہر پہلو پر نہایت عمدہ طریقے سے روشنی ڈالی اور ایسی واضح حجتیں اور براہین قائم فرمائیں کہ ہم عصر علماء و محدثین نے امام اہلسنت، مجدد دین و ملت کا خطاب دیا۔ اپنے فتاویٰ میں اعلیٰ حضرت پہلے قرآن کریم سے استدلال کرتے ہیں۔ پھر احادیث مبارکہ اور اس کے بعد ائمہ دین کے ارشادات سے اپنے موقف کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان ایک جید عالم، متحرک حکیم، عبقری فقیہ، صاحب نظر مفسر قرآن، عظیم محدث اور سحر بیان خطیب تھے۔ لیکن ان تمام درجات رفیع سے بلند تر ان کا ایک درجہ ہے اور وہ ہے عاشق رسول ﷺ کا۔ امام احمد رضا کے قلم میں آدردنیں بلکہ آمدہی آمد ہے ایسا لگتا ہے کہ دلائل و مضامین ان کے سامنے صف بستہ کھڑے ہیں اور اعلیٰ حضرت ان میں سے بہترین کا انتخاب کر کے قلم برداشتہ صفحہ قرطاس پر منتقل کرتے جا رہے ہیں۔ امام احمد رضا کی انفرادیت یہ ہے کہ ان کا راہوار قلم میدان تحقیق میں جولانیاں دکھاتا ہے تو عموماً آخری حدود کو چھو جاتا ہے اور مزید تحقیقی اور گفتگو کی گنجائش نہیں چھوڑتا۔

ابوالحسن ندوی کے الفاظ میں:

”فتہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی میں شاید ہی ان کا کوئی ہم پلہ ہو، اس حقیقت پر ان کا فتاویٰ اور ان کی تصنیف

”کفل الفقیہ الفاہم“ شاہد ہے۔۔۔۔۔“

اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا کو زبردست قوت استنباط عطا فرمائی تھی۔ ان کی فکر عالی جس طرف متوجہ ہوتی جدید اور اچھوتے انداز کے دلائل منظر عام پر لاتی تھی۔ انہوں نے بیشتر مقامات پر اکابر فقہائے کرام کے تسامحات پر تنبیہ کی ہے مگر کمال ادب ملحوظ رکھ کے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی مجتہدانہ بصیرت، فکر رسا اور انداز استدلال کا ان لوگوں نے بھی لوہا مانا جو ان کے حلقہ ارادت میں نہیں ہیں۔ ڈاکٹر اقبال کے الفاظ میں:

”وہ (امام احمد رضا) بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے۔ فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا ان کے

فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس درجہ اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے اور پاک و ہند کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طابع اور ذہین فقیہ بمشکل ہی ملے گا“

جادوہ جو سرچڑھ کر بولے۔ امام احمد رضا کے ناقدین اور بقول شخصے اپوزٹ گروپ کے اکابرین نے بھی ان کی صلاحیتوں کو سراہا۔ جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی کے الفاظ ہیں:

مولانا احمد رضا خان صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے، فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔“

امام احمد رضا علیہ الرحمہ امت مسلمہ کا دیدہ و بینا تھے، انہوں نے افراتفری کے دور میں وہ کچھ دیکھا جو دوسرے نہ دیکھ سکے، نہ صرف دیکھا بلکہ بانگ دہل اپنی قوم کو بتایا اور اسے تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچایا۔ اعلیٰ حضرت کے علم کی افادیت صرف ہندو پاک تک ہی محیط نہ تھی۔ ان کے دارالافتاء میں بر اعظم ایشیا، یورپ، امریکہ، افریقہ سے استفتاء آتے تھے اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جایا کرتے تھے۔ ان سوالناموں کے مبسوط جوابات مرتب کرنا، روزانہ کے ملاقاتیوں کی علمی دینی ضرورتیں پوری کرنا، گھر گھر ہستی کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا، پھر عشق رسول اللہ ﷺ نے سرشار نعتیں کہنا، پھر اپنی عبادتوں و وظائف اور ادواشغال کی پاسداری، میں پوچھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو اتنا وقت کس طرح مل جاتا تھا کہ وہ محدود اوقات میں یہ سارے کام نپٹاتے تھے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان کسی نئے مسلک اور مکتب فکر کے بانی نہیں تھے، جیسا کہ ان کے مخالفین کا الزام ہے۔ بلکہ وہ انہیں عقائد اور نظریات کے مبلغ و ترجمان تھے جو ہر دور میں جمہور علماء مشائخ کے رہے ہیں۔

چونکہ عام طور سے کسی شخصیت پر خود اس کی زندگی میں باقاعدہ طور سے کوئی تذکرہ لکھنے کا رواج نہیں، یہی سبب ہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان پر ان کی حیات میں کوئی جامع تذکرہ منظر عام پر نہیں آسکا۔ اعلیٰ حضرت کے وصال کے برسوں بعد علماء کو یہ احساس ہوا کہ وہ اپنے مجسم اعظم کو نادانستہ طور پر گمنامی کے غار میں ڈھکیل رہے ہیں۔ اس احساس نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے چاہنے والوں اور عقیدتمندوں کی حمیت کو بیدار کیا اور اس طرح اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور ان کے کارناموں کے بارے میں کچھ لکھنے لکھانے کی شروعات ہوئیں۔ یہ آغاز اپنے ابتدائی دور میں بہت سست رفتار تھا مگر بعد میں اس میں تیزی آئی، زیادہ سے زیادہ علماء فاضل بریلوی کی جانب راغب ہوئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے چند برسوں میں رضویات پر کام کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد تیار ہو گئی۔ ارباب تحقیق اعلیٰ حضرت سے قریب ہوتے رہے حتیٰ کہ وہ حضرات جو امام احمد رضا کے نام سے ہی بیزار تھے جب انہیں حقیقت آشکار ہوئی تو وہ بھی اعلیٰ حضرت کی خیر خواہی مسلمین کے معترف ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور انہیں اعلیٰ حضرت کے اعلیٰ علمی رتبے کا اقرار کرنا ہی پڑا۔

چودھویں صدی کی شروعات میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے خلاف ایک ہمہ گیر تحریک چلائی گئی جس کے کئی اسباب تھے۔ امام احمد رضا کی مخالفت کی سب سے بڑی وجہ مسلک سلف صالحین پر ان کی استقامت اور اسکی اشاعت کیلئے ان کی سرگرمی اور اس مسلک کے مخالفین پر ان کی سخت تنقیدات معلوم ہوتی ہیں۔ امام احمد رضا کی مصلحانہ، مجددانہ اور ناقدانہ مساعی کا شدید رد عمل ہوا طرح طرح کے الزامات لگائے گئے اور ان کی تشہیر کیلئے ساری قوتیں صرف کر دی گئیں۔ کہا گیا وہ جاہل اور کم علم تھا، حالانکہ وہ تبحر عالم اور ہمہ گیر علم کا مالک تھا۔ ہر کتب فکر اور ہر شعبہ زندگی سے متعلق دانشور اور قلم کار احمد رضا کے علم و فضل کے معترف ہوئے۔ عرب و عجم کے علماء و فضلاء نے ان کے علم و فضل کا لوہا مانا۔ تفسیر و حدیث اور فقہ میں انہیں امام مانا گیا، جدید تحقیق کے مطابق ۵۷ علوم اور فنون پر ان کی ایک ہزار سے زیادہ تصانیف اردو، فارسی اور عربی میں موجود ہیں۔

یہ بھی کہا گیا کہ احمد رضا نے بدعات و منکرات کی حمایت و اشاعت کی، حالانکہ انہوں نے بدعات و منکرات کی شدید مخالفت کی اور بے شمار رسائل لکھے اور اس میں اپنے پرائے کی ذرہ بھر رعایت نہ کی۔ اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے بعض عرب علماء نے انہیں مجدد کہا ہے۔ محافظ کتب الحرم سید اسماعیل خلیل کی لکھتے ہیں: ”اگر ان کے بارے میں کہا جائے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں تو یہ بات صحیح اور سچ ہوگی۔“

نئی باتوں (بدعات) کے بارے میں امام احمد رضا کا مسلک یہ تھا کہ ہر وہ نئی بات جس کو شارع علیہ السلام نے منع نہ کیا ہو اور جس سے منشاء شریعت کو تقویت پہنچے، جائز ہے۔ امام احمد رضا کی اصول پسندی نے گوارا نہ کیا کہ وہ طفلانہ ضد کو شعار بنائیں اور اپنی پسند و ناپسند کو معیار شریعت بنا کر ملت اسلامیہ کو عظیم تفرقہ میں مبتلا کر دیں، انہوں نے اسی مسلک کو اپنایا جو صدیوں سے جمہور کا مسلک رہا ہے۔ انہوں نے قرآن و حدیث اور جمہور علماء کے اقوال سے مسلک حق روشن کیا۔ جہلانہ جو بدعات نکالی ہیں ان سے امام احمد رضا کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ دین تو دین، دنیوی زندگی میں بھی ایسی نئی باتوں کی تائید نہ کرتے تھے جو فرد کے اسلامی تشخص کو مجروح کر دے۔

امام احمد رضا پر ایک الزام یہ بھی لگایا گیا کہ وہ تکفیر مسلم میں بے باک تھے حالانکہ انہوں نے عالم اسلام کے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو چند نام نہاد علماء کے ہاتھوں مشرک و کافر ہونے سے بچایا۔ وہ تکفیر مسلم میں بے حد محتاط تھے۔ حقیقت میں مخالفین نے ایک ہی قسم کے فتوؤں کو زیادہ نمایاں کر کے امام احمد رضا کو بدنام کیا ہے حالانکہ فتاویٰ رضویہ میں ہزاروں لاکھوں دوسرے فتوے بھی ہیں اور نہایت مدلل اور محققانہ۔ حقیقت یہ ہے کہ اعلاء کلمۃ الحق ان کا مسلک تھا اور احیاء اسلام ان کا نصب العین۔ انہوں نے جن جن کی تکفیر ان کے دامن بے داغ نہ تھے بلکہ خود ان کے معتقدین نے اعتراف کیا کہ

عبارات کا وہ مفہوم لیا جائے جو احمد رضا نے لیا تو یقیناً کفر عائد ہوتا ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے مخالفین نے خود کو بچانے کی غرض سے کردار کشی (Character assassination) کی زبردست مہم چلائی اور ہر وہ بات جو ان مخالفین کو بے نقاب کرنے والی تھی، اسے انہوں نے اعلیٰ حضرت پر چسپاں کرنے کی کوشش کی مگر امام احمد رضا کے قلم کو تاثر نہیں حاصل تھی۔ ان کی ناموس و عزت کا نگہبان رب غفار و ستار تھا۔ عشق رسول ﷺ امام احمد رضا کی ڈھال بن گیا اور مخالفین کو منہ کی کھانی پڑی۔ اعلیٰ حضرت کا دفاع خود ان کے خاندان کے لوگ بھی نہ کر سکے، اگر دفاع کیا تو صرف ان کی اعلیٰ تحریروں نے جنہیں خالص اللہ اور اسکے محبوب جل جلالہ و ﷺ کی تائید و حمایت حاصل تھی۔ مخالفین کی زد میں آئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی یقیناً ایک مظلوم مفکر تھے۔ اور یہ عنوان ہے اس تصنیف کا جس کو تحریر کا بلوس عطا کیا ہے علامہ عبدالستار ہمدانی برکاتی کے قلم نے۔ ہمدانی صاحب اعلیٰ حضرت کی تصانیف اور ان کے مخالفین کی تحریروں کے تقابلی موازنہ کے تعلق سے یقیناً اسم سمی ہیں۔ اس طرز کی تصنیف کی ضرورت ایک عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی۔ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی گنتی تو بہت سی کتابوں اور تذکروں میں مل جاتی تھی مگر ایک ایک تصنیف کا مبسوط تعارف اور سب تحریر کہیں ایک جگہ نہیں ملتا تھا۔ مولوی عبدالستار ہمدانی نے نہایت عرق ریزی سے یہ طویل مقالہ تحریر کیا ہے۔ علماء دیوبند تو ایک طرف، خود اہل سنت والجماعت کے بیشتر علماء اعلیٰ حضرت کی اکثر تصانیف کے ناموں سے واقف نہ ہوں گے۔ اکثر علماء سے تو شاید ان تصانیف کے ناموں کا تلفظ بھی ادا نہ ہو سکے۔ مولوی عبدالستار ہمدانی نے رضویات کے خزانے میں یہ ایک ایسا پیش بہا اضافہ کیا ہے جو اپنوں پر ایوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

فقیر برکاتی نے اس کتاب کو حرف بہ حرف لفظ بہ لفظ دیکھا اور پڑھا۔ یہ کتاب بلاشبہ عبدالستار ہمدانی کی تھیسس (Thesis) ہے انہوں نے ایک ریسرچ اسکالر کے سے انداز میں اپنے مضامین پھیلوائے ہیں۔ اپنے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ اپنی اسناد تحریر کی ہیں۔ وہ کوئی بات دلیل کے بغیر سامنے نہیں رکھتے۔ ان کی تحریر امام احمد رضا سے محض ان کی عقیدت کی عکاسی نہیں ہے۔ وہ ایک ماہر وکیل دفاع کی حیثیت سے عوام کی عدالت کے سامنے وہ سارے حقائق ایک ایک کر کے پیش کرتے ہیں جو امام احمد رضا کے مخالفین کی یا وہ گوئی کا منہ توڑ جواب ہیں۔ عبدالستار ہمدانی کا طرز استدلال بہت ہی سائنٹفک ہے۔ وہ پہلے ایک مقدمہ اٹھاتے ہیں اس کے عوامل و عواقب پر روشنی ڈالتے ہیں اور پھر اپنے دلائل کے اوراق اٹھاتے ہیں۔ ہر ورق حقائق سے پردہ اٹھاتا جاتا اور آخر میں سچائی یوں سامنے آ جاتی ہے جیسے خورشید طلوع ہو گیا ہو۔

عبدالستار ہمدانی صاحب نے اس کتاب کا نام ”امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر“ نہایت مناسب رکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت

رحمۃ اللہ علیہ کی جو خدمات دین متین کے تحفظ کے تعلق سے آدھی صدی سے اوپر محیط ہیں ان کی قدر غیروں نے تو برائے نام اپنوں تک نے نہیں جانی۔ ان کے اپنے خاندان والوں نے ان کے علمی اور قلمی ورثے کے تحفظ و بقا کا کوئی اہتمام نہیں کیا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتنی ہی تصانیف الماریوں میں رکھی رکھی دیکھ کر خوراک بن گئیں۔ عبدالستار ہمدانی صاحب نے اپنی اس کتاب میں دوسو بارہ کتابوں کے نام درج کئے ہیں۔ ان میں سے کتنے ہی رسالہ آن نادر و نایاب ہیں۔ کیا یہ ایک عظیم قومی نقصان نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر آج کتنے افراد، کتنی جماعتیں، کتنی اکیڈمیاں دونوں ہاتھوں سے پیسے بٹور رہی ہیں، پر کتنے لوگ ہیں جو اعلیٰ حضرت کے اس قلمی ورثے کو عوام تک پہنچانے کا اہتمام کر رہے ہیں۔ کیا یہ کوتاہیاں نہیں ہیں؟ کیا یہ امام احمد رضا پر ظلم نہیں ہے؟ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ ”امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر“ نہایت موزوں عنوان ہے اس کتاب کا۔ اعلیٰ حضرت پر اپنے اور پرائے دونوں جانب سے ظلم ہوا ہے، انہوں نے جس خلوص اور لہجہ اور بغرض جذبہ خدمت کے ساتھ قوم کے عقائد کے تحفظ کیلئے انتھک محنت کی اور دین کے فروغ کیلئے مسلمانوں کے اچھے خاصے بڑے طبقے کو اپنا مخالف تک بنالیا، اس خلوص اور ایثار کی قدر ہم میں سے کتنوں نے کی۔ آج غیر تو غیر، بہت سے اپنے کہلائے جانے والے بھی یہ سوال پوچھ رہے ہیں کہ ”مسلم اعلیٰ حضرت زندہ باذ“ کے نعرے کیوں لگائے جاتے ہیں، ”اعلیٰ حضرت“ کیوں کہا جاتا ہے، ایک خاندان کو اتنی عزت کیوں دی جا رہی ہے؟ کتنے ناشکرے ہیں یہ لوگ! جس شخص کی محنت اور قربانیوں کی بدولت ہم سنیوں کو دینی تشخص ملا ہوا ہے، اسی کے بارے میں لوگ بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہے ہیں، محسن کش، احسان فراموش لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ امام احمد رضا نے جو کچھ کیا، جو کچھ لکھا، وہ اکیلے ان کی ذمہ داری نہیں تھی، ان کے دور میں ہندوستان بھر میں خانقاہوں کی کمی نہ تھی، علمی درس گاہیں بھی موجود تھیں، ماہر اسلامیات بھی موجود تھے، ارباب علم و قلم بھی تھے، پھر کیوں کوئی مائی کا لال اسلام دشمنوں کا جواب دینے اور انہیں لاکارنے کیلئے نہیں اٹھا، کیا اس دور کے سادات کرام کی یہ ذمہ داری نہیں تھی کہ وہ اپنے جد امجد رسول اعظم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر ہونے والے حملوں کا جواب دیتے، کیا نابین رسول کہلائے جانے والے علماء کی یہ ذمہ داری نہیں تھی کہ وہ اپنے عیش کدوں سے باہر نکل کر ان لوگوں کا تعاقب کرتے جنہوں نے مسلمانوں کے عقائد مجروح کرنے کی سازش رچا رکھی تھی، خانقاہوں کی چہار دیواری میں بند پیر زادوں کی کیا ذمہ داری نہیں تھی کہ وہ دکھائے کی ہوق چھوڑ کر اس بندہ خدا کا دفاع کرتے یا تعاون دیتے جو تنہا ایک پورے شیطانی لشکر سے الجھنے لگ پڑا تھا۔

چلے اس دور کی بات کو جانے دیجئے کہ سب کو اپنی اپنی بڑی تھی پر آج ہمیں کیا ہوا ہے اعلیٰ حضرت کے نام پر کھانے

کمانے والے، ان کے نام پر چندہ کرنے والے، ان کی کتابوں سے استفادہ کر کے خود کو مفتی اور علامہ اور نہ جانے کیا کیا کھلوانے والے لوگ امام احمد رضا کے مشن کے فروغ میں کیا عطیہ دے رہے ہیں۔ ”شیخ شہبستان رضا“ اور مجموعہ اعمال رضا نامی کتابیں بغل میں لئے قریہ قریہ ”بابا گیری“ کرنے والے ڈھونگی بیرو تو بہت مل جائیں گے مگر اعلیٰ حضرت کی ذات پر کئے جانے والے رفیق حملوں کا جواب دینے والے محدودے چند۔ ایسے حالات میں مولوی عبدالستار ہمدانی صاحب ایسے لوگ اللہ کی نعمت سے کم نہیں کہ جنہوں نے اپنا سب کچھ دین کے نام پر قربان کرنے کا عزم کر لیا ہے۔ جو صرف نعرے لگوانے کو ہی سب کچھ نہیں سمجھتے بلکہ نعروں کی بنیاد مستحکم کرنے کو اپنا فریضہ سمجھ کر چلتے ہیں۔

آج ہمارے اکابر علماء لندن، امریکہ، ساؤتھ افریقہ، ماریشس کے دورے پر جانا بہت بڑا دینی فریضہ سمجھے ہیں، اپنے متوسلین و مریدین میں یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہمارا یہ دورہ خالص تبلیغی نوعیت کا ہوگا، مگر جب دوروں سے واپس آتے ہیں تو ان کی زبان پر محض ایئر کنڈیشن کاروں اور بنگلوں کا ذکر ہوتا ہے، بریانی اور تندوری چکن کی دعوتوں کے ترانے ہوتے ہیں کیا یہ دورے جائز ہیں ایسی صورت میں جبکہ ملکی سطح پر ملت کے عقائد انتشار و خفشار کے شکار ہیں۔ آج سنی مسلمان کو ایک طرف ارون شوری اور بھارتی جھنڈا پارٹی، و شو ہندو پریشد، آریہ سماج، ہندو مہاسبھا اور کانگریس کے پروردہ نام نہاد مسلمان دانشوروں کی اسلام دشمن سازشوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، تو دوسری طرف دیوبندی، جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت، اہل حدیث، اہل قرآن، احمدیہ مشن جیسے گھر کے بھید یوں کا خطرہ درپیش ہے۔ تیسرے محاذ پر ہم سنی حضرات آپس میں لڑے مرے جا رہے ہیں کبھی یہ سننے میں آ رہا ہے کہ جولاء ہوں نے سادات کی تنقیص و تنقید کا بیڑا اٹھا رکھا ہے، کہیں یہ سننے میں آ رہا ہے کہ سادات نے غیر سید پیروں کے خلاف محاذ آرائی کر رکھی ہے، اشرفی رضوی تنازعہ، رضوی برکاتی اختلاف، کہیں مداریوں کی شورش، کہیں شتمتیوں کا غوغا، خانقاہیں اکھاڑا بنی ہوئی ہیں، علمی درس گاہیں سیاست کا میدان، دارالعلوم کے ارباب اقتدار اس بات میں زیادہ کوشاں کہ زیادہ سے زیادہ چندہ مل جائے جس میں سفیر کا پچاس فیصد کمیشن نکال کر باقی رقم حیلہ کر کے صدر صاحب اور سیکریٹری صاحب اور سربراہ اعلیٰ کی کوٹھی تعمیر ہو جائے، زکوٰۃ کی جس رقم کا مالک طلبہ کو بنایا گیا تھا وہ جائیں بھاڑ میں۔ صدر صاحب کے گھر میں جدید فیشن کا صوفہ سیٹ آجائے۔ طلبہ ٹاٹ کے بورے پر ہی بیٹھے رہیں کیا امام احمد رضا نے ۵۴ سال تک رات دن ایک کر کے قوم مسلم کو یہی مشن عطا کیا تھا۔ اپنے نام کے آگے مفتی اعظم، مفتی، علامہ، مفسر اعظم، محدث اعظم، شیخ الاسلام وغیرہ القاب و آداب لکھوانے والے لوگ سنیت کے فروغ میں کیا عطیہ دے رہے ہیں اس کا اگر آپ سالانہ تجزیہ کریں تو سال بھر میں چندہ دورے اور چند درجن دعوتوں کے علاوہ آپ کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ اکابرین نے اپنے

چاروں طرف محافطوں اور جی حضور یوں کا ایسا ہالہ قائم کر رکھا ہے جو عوام کو ان تک پہنچنے سے روکتے ہیں۔ رمضانِ حافظوں اور محرم الحرامی مولویوں اور شہرتی چندے بازوں نے مخالفوں کو ہمارے اوپر ہنسنے اور ہمارے اسلاف کا مذاق اڑانے کا کافی مواد دیا ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے علماء اور ہمارے مشائخ عوام کی دینی اور روحانی تربیت بالکل اسی منہج پر کریں جو اعلیٰ حضرت کا دھیرہ رہی ہے۔ تقریریں بہت ہو چکیں، زبانی جمع خرچ کا یہ زمانہ نہیں ہے آج ہمارے علماء کیلئے ضروری ہے کہ وہ قلم اٹھائیں اور اپنے علم سینہ کو صفحہ قرطاس پر منتقل کریں۔ لفظ کیلئے پر بحث اتنی ضروری نہیں ہے جتنی مسئلہ طلاق میں عوام کی رہنمائی کرنے کی۔ مولانا علی کرم اللہ وجہہ کی سیادت پر آپس میں لڑمرنے سے زیادہ ضرورت ان مسائل پر غور کرنے کی ہے جو ہمارے روزمرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جن مسائل پر قلم اٹھایا ان میں سے بیشتر مسائل ہمارے عقائد سے متعلق تھے گویا اعلیٰ حضرت نے ہمیں یہ بتایا کہ اے لوگو تمہاری دینی زندگی میں اجالے کیلئے روحانی شمعیں میں روشن کئے جاتا ہوں۔ دین سنبھالے رہو گے تو دنیا خود بخود سنبھل جائیگی۔

عبدالستار ہمدانی صاحب کی یہ کاوش اس لئے اور بھی قابل قدر ہے کہ انہوں نے ہمیں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تحریر کی باریکیوں سے روشناس کرایا ہے۔ ساتھ ہی اعلیٰ حضرت کے مخالفین کی ریشہ و دانیوں کی پول بھی کھولی ہے اور ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا ہے۔ ”امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر“ ایک ایسا تحقیقی کارنامہ ہے جو انشاء اللہ عوام الناس کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی عظمت کا نقش بٹھانے میں اہم کردار ادا کرے گا۔

کتاب کے بارے میں اور اس کے ماخذ کے تعلق سے بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر میں آپ کے اور مصنف کے درمیان دیوار نہیں بننا چاہتا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدق و طفیل میں مولوی عبدالستار ہمدانی برکاتی کی اس کتاب کو شرف قبول عطا فرمائے اور مولوی موصوف کے قلم کو مضامین و تخیل کی مزید وسعت سے نوازے اور سب سے بڑی بات یہ کہ انہیں حاسدین کی نظر سے محفوظ رکھے۔ آمین آمین، یا رب العالمین بجاہ النبی الامین لکریم المکین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین و بارک وسلم۔

سید آل رسول حسنین برکاتی نظمی مارہروی

سجادہ نشین، درگاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

۴ رثوال المکرم ۱۴۱۷ھ

۱۲ فروری ۱۹۹۷ء

بمقام: برکاتی ہاؤس، ڈوگری، ممبئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

”امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر“

پر طائرانہ نظر

دنیاۓ اسلام میں امام احمد رضا کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے۔ امام احمد رضا کا دور (۲۱۷۲ھ تا ۱۳۴۰ھ) (۱۸۵۷ء سے ۱۹۲۱ء) ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ میں ایک الگ اہمیت رکھتا ہے یہ وہ دور تھا جب آزادی کی شمع روشن ہو چکی تھی اور ملک کو آزاد کرانے اور انگریزوں کے تسلط سے نجات پانے کی کوششیں ہندوستانی مسلمان شروع کر چکے تھے اسی دور میں خطہء روہیل کھنڈ کے شہر بریلی میں وہ بچہ پیدا ہوا جو چودھویں صدی کے مجدد کے منصب پر فائز ہوا۔ اہلسنت والجماعت کا ہر شخص اس ذات والا صفات کا احسان مند ہے جس نے اسلام اور سنت کے دفاع میں تقریباً پچپن برس جہاد بالقلم کیا اور تمام دشمنان اسلام و سنت کو لا جواب کر دیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت کو مسخ کرنے کی کوششیں کی گئی، ان پر بے بنیاد الزامات لگائے گئے کہ وہ کفر ساز مشین ہیں، اپنے مخالف کو کافر بنا دینا ان کے بانئیں ہاتھ کا کھیل ہے، ان کی قرآن مجہی مشکوک ہے وغیرہ وغیرہ ان لغو الزامات کا تحقیقی جواب دینے کیلئے ہماری جماعت کے مشہور اہل قلم برادر مولانا عبدالستار ہمدانی نے کمر کسی اور زیر تصنیف ان کی محنت کا ثمرہ ہے۔

مولانا عبدالستار صاحب تقریباً نوے کتابیں گجراتی اور اردو میں تحریر کر چکے ہیں مگر اس کتاب میں ان کا انداز بالکل مختلف ہے۔ عبارت کی روانی، جملوں کی بے ساختگی، تخصص الفاظ وغیرہ سے یہ اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ مولانا موصوف کی مادری زبان گجراتی ہے۔

ہر دور کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں ہمارا دور تحریر اور کمپیوٹر کا دور ہے، اپنی بات کہنے اور سامنے والے کو متوجہ کرنے کیلئے آج تقریر سے زیادہ تحریری کام کی ضرورت ہے اور اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے مولانا عبدالستار صاحب مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔

۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی، جسے انگریز حکمرانوں نے ”عذر“ سے تعبیر کیا، ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ میں سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے۔ گوکہ گھر کے بھیدیوں کی وجہ سے انگریز حکمرانوں نے پہلی جنگ آزادی کو ناکام بنا دیا مگر اب ایک شمع روشن ہو چکی ہے جو کسی کے بجھائے بجھ نہیں سکتی تھی انگریزوں نے سوچا کہ جب تک اس ملک کا مسلمان متحد رہے گا ہماری حکومت کیلئے خطرہ باقی رہے گا چنانچہ اس نے مسلمانوں ہی میں سے چند نام نہاد علماء کو اپنا ایجنڈہ مقرر کیا اور ان سے کہا کہ مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ عشق رسول ﷺ ایک ایسا نقطہ ہے جس پر سبھی مسلمان متحد ہیں۔ لہذا ایسی تقریری اور تحریری کوششیں کرو جس سے عظمت سرکار دو عالم ﷺ پر ضرب پڑے۔

ان نام نہاد علماء نے اپنے ”آقا یا نعمت“ کے حکم پر لبیک کہا اور اسی کے نتیجے میں وہابی، دیوبندی، قادیانی، نیچری، تبلیغی وغیرہ فرقوں کا جنم ہوا جو آج تک تعظیم مصطفیٰ ﷺ سے مسلمانوں کو باز رکھنے میں کوشاں ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنے قلم سے تمام باطل اور گمراہ فرقوں کا مقابلہ کیا اور ان کی سرکوبی کی۔ ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت علم غیب نبی کا انکار کیا گیا، ختم نبوت کے بنیادی عقیدے سے انکار ہوا، اللہ رب العزت سے جھوٹ بولنے کا امکان لکھ کر شائع کیا گیا، جھوٹے نبیوں کی پشت پناہی ہوئی، تقلید سے انحراف کیا گیا، رسول اعظم ﷺ کے خیال کو جانوروں کے خیال سے بدتر قرار دیا گیا (معاذ اللہ) اور نہ جانے اسی طرح کے کتنے منصوبے بنائے گئے جن سے سید عالم ﷺ کی عظمت پر حرف لانے کی کوشش کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں میں سے ایک کو وہ طاقت عطا فرمائی جس نے تمام فتنہ سازوں کے دانت کھٹے کر دیئے اور مسلمان کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کے چراغ روشن کر دیئے۔

مولانا ہدائی نے اس کتاب میں بڑا منفرد انداز اختیار کیا۔ پہلے وہ عنوان قائم کرتے ہیں اور دشمنان رسول کی کتابوں سے ان گمراہ کن عقیدوں کا انتخاب کر کے مع صفحہ نمبر، ایڈیشن، سن اشاعت، مطبع وغیرہ اس حوالے کو تحریر کرتے ہیں پھر اس

ملعون عقیدے کے رد میں امام اہل سنت فاضل بریلوی کی مختلف کتابوں کا نام تحریر کرتے ہیں گویا اب اپنے دفع کے لیے اس کے پاس کوئی ہتھیار باقی نہیں رہا۔

مخالفین نے امام احمد رضا کو بدعتی کہا اور یہ پروپیگنڈا کیا کہ بدعت کو پھیلانے میں سب سے بڑا ہاتھ فاضل بریلوی کا ہے مگر اس کتاب کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ فاضل بریلوی نے تو بدعات و منکرات کا رد فرمایا ہے اور مخالفین کے عائد کردہ جملہ الزامات بے سرپیر کے ہیں۔

ہماری جماعت میں تحریری کام اس رفتار سے نہیں ہو رہا ہے جس کی ضرورت ہے۔ مولانا عبدالستار ہمدانی نے مسلک اعلیٰ حضرت سے متعلق مختلف موضوعات پر کتابیں تحریر کرنا اور ان کی اشاعت کرنا اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا ہے۔

اس کتاب کے مطالعے سے وہ بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی جو سعودی اور یہودی ایجنٹوں نے عام ہندوستانی مسلمان کے دل و دماغ میں پیدا کر دی ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کو ”ہوا“ بنادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سید عالم ﷺ کے صدقے میں عزیز ممولانا ہمدانی کو اجر عظیم عطا فرمائے اور اس منفرد تصنیف کو شہرت عام بخشے۔

عزیز م عبدالستار ہمدانی صاحب اپنے مشائخ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور سادات کرام کے عاشق ہیں، انہوں نے مجھ سے اصرار کیا چند صفحات تحریر کروں فقیر قادری اس وقت حضرت مولانا محمود جان صاحب علیہ الرحمہ کے عرس شریف میں جامِ جودہ پور حاضر ہے۔ تحریری کام کیلئے جس ذہنی سکون اور فرصت کی ضرورت درکار ہوتی ہے وہ عنقا ہے۔ مگر ان کے اصرار اور خلوص نے حوصلہ دیا جو چند سطریں تحریر کر دیں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا وہ قرضہ جو ہم سنی مسلمانوں پر ہے اس کا کچھ حصہ اس تصنیف سے شاید ادا ہو جائے۔

مولانا عزوجل بطفیل سید کو نبی ﷺ مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب کو صحت و سلامتی کے ساتھ بہت دنوں کی زندگی عطا فرمائے کہ وہ اس تحریری سلسلے کو جاری رکھیں اور مسلک کی خدمات انجام دیتے رہیں۔ (آمین)

بجاہ الحبیب الامین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

فقیر برکاتی

سید محمد امین

خادم سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

ضلع ایٹہ نزیل جام جودھ پور
شب چہارم صفر المظفر ۱۴۱۸ھ
۹۔ جون ۱۹۹۷ء

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم والہ وصحبہ الکرام اجمعین

میں نے عزیز مکرم مولانا عبدالستار ہمدانی کی کتاب ”امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر“ کے چند اقتباسات مختلف مقامات سے خود ان کی زبانی سنے۔ یہ اپنے طرز کی منفرد تصنیف ہے۔ جس میں سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمات کو اجاگر کیا ہے اور رو بدعات و منکرات میں جس قدر ان کی تصانیف ان کے علم میں ہیں انہیں مختلف عنوان کے تحت مفصل ذکر کر دیا گیا ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں کر دی گئی ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا کارِ تجدید سب سے نمایاں ہے اور یہ کہ انہوں نے اپنے دور میں متعدد فتنوں کا سد باب فرمایا ہے اسی لئے بد مذہب جتنی عداوت اعلیٰ حضرت سے رکھتا ہے اور کسی سے نہیں رکھتا۔ میں دعا گو ہوں کہ مولائے کریم ان کی اس تصنیف کو قبول عام بخشے۔ آمین

صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری غفرلہ

شب ۲۵/شوال ۱۴۱۷ھ

۵/مارچ ۱۹۹۷ء

نزیل پور بندر

اللہ کے نام سے شروع

اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کی نظرِ کرم ہے اس لئے یہ ناچیز قلم کر پائے گا۔ سلسلہء عالیہ قادریہ برکاتیہ کے ایک متوسل عالم مولانا عبدالستار ہمدانی (متوطن پور بند) کل ہند سطح پر عقائد اہلسنت کے دفاع کا بیڑہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ علمی

ذوق رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے علمی انداز اختیار کیا ہے۔ مطالعہ کا شوق ہے کتابیں جمع کرتے ہیں۔ انہیں الماری کی صرف زینت نہیں بناتے بلکہ ان کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں مطالعہ پر غور کرتے ہیں اور عصری تقاضوں کے پیش نظر سوالات قائم کر کے جستجو کے ذریعے مسائل کی حقیقت تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب تک ۹۰ کتابوں پر مشتمل ان کی تحقیقات منظر عام پر آچکی ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ زیر نظر کتاب ”امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر“ مولانا ہمدانی صاحب کے سلسلہء تحقیق کی ایک اہم کڑی ہے۔

مجدد اعظم امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی زندگی کا نصب العین اس طرح پیش کیا تھا:

نہ مرا نوش زحمیں نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا گوش بدحتی نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نگجد دروے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

”کتاب، دوات اور قلم“ امام اہل سنت کی سنت ہیں۔ ہمدانی صاحب اپنے مرشد کامل حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے والد عالی وقار کی سنت پر قائم ہیں۔ یہ توفیق کی بات ہے کہ ان کے حصے میں امام اہلسنت کی یہ سنت آئی کہ کتابیں زیر مطالعہ رکھو، دوات کو گیلیا رکھوں اور قلم کو اس میں ڈبو کر صفحہ قرطاس پر اللہ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کیلئے رواں کرتے رہو۔ میں ہمدانی صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے قادری، برکاتی، رضوی، نوری ہونے کا حق ادا کر دیا۔ ہمارا سلسلہ دینی، علمی اور روحانی فیوض و برکات کا حسین امتزاج پیش کرتا ہے۔

”امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر“ معرض وجود میں کیوں آئی؟

مولانا ہمدانی صاحب اس کا جواب یوں دیتے ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے صرف تعظیم رسول اور توہین رسول کی بنیاد پر علمائے یوہند سے اختلاف کیا تھا کیونکہ اسی پر ایمان اور کفر کا مدار ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ان اصولی اختلافات کے علاوہ بہت سے فروعی اختلاف بھی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تعظیم انبیاء و اولیاء کی بنیاد پر صدیوں سے اہل اسلام جو جائز اور مستحب کام کرتے آئے ہیں ان تمام افعال کو وہابی دیوبندی کتب فکر بدعات، ناجائز، حرام، کفر اور شرک کے فتوے دیئے۔ اس حقیقت کو ہم تفصیل سے پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین حضرات اسے بخوبی سمجھ لیں۔

مولانا ہمدانی صاحب نے زیر نظر کتاب میں ان تمام فتنوں اور انکے موجدین کی نشاندہی کی ہے جن کی وجہ سے اہلسنت والجماعت کا شیرازہ منتشر کرنے کیلئے ہندوستان میں نوآبادیاتی دور میں منظم سازشیں کی گئیں۔ اس کے بعد انہوں نے امام اہلسنت کی ان تصانیف کے حوالے دیئے ہیں جن میں قرآن و سنت، آثار صحابہ، اقوال فقہاء اور ملفوظات اولیائے کرام کی روشنی میں دین میں رخنہ ڈالنے والوں اور اہلسنت والجماعت میں فتنہ پھیلانے والے دشمنان اسلام کے عقائد باطلہ کی بچیاں اڈھڑی ہیں اور قدیم اہلسنت والجماعت کے عقائد صحیح کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔

نظارہ مولانا ہمدانی صاحب کی کتاب مناظرہ ادب، کا ایک نمونہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ہمدانی صاحب بخوبی واقف ہیں کہ اب وہ دور نہیں جو ”خبیث مردود“ کہہ کر مجمع کولوٹ پوٹ کر دیا جائے اور مجمع جمع کرنے والے سیٹھوں کولوٹ لیا جائے۔ امام اہلسنت کی نہ یہ تعلیم تھی اور نہ روش۔ انہوں نے ردوہابیہ اور دیگر بدعقیدہ فرقوں کا رد علمی انداز سے کیا تھا۔ ہمدانی صاحب نے مناظرہ ماحول تو کتاب میں بنایا ہے تاکہ قاری پڑھنے پر مجبور ہو لیکن ساتھ ہی ساتھ انہوں نے علمی اور محققانہ انداز سے قاری کی ذہن سازی کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔

زیر نظر کتاب سے واضح ہو جاتا ہے کہ مولانا ہمدانی صاحب کا مطالعہ وسیع ہے۔ اس کتاب کے آنے پر عساکر وہابیہ میں ہلچل ضرور مچے گی۔ ایک اور زلزلہ آئے گا۔

بچپن سے ایک محاورہ سنتے آئے ہیں ”میاں کی جوتی میاں کا سر“ مولانا ہمدانی صاحب نے وہابیہ کی بکواس کو ان کے منہ پر مار کر اس محاورے میں پوشیدہ معنویت کو واضح کیا ہے۔ اب میاں اپنی جوتی سمیٹیں اور نو دو گیارہ ہوں۔ ہمدانی صاحب، مبارک کہ آپ نے انہیں کہیں کا نہیں رکھا۔

جی چاہتا ہے کہ ”امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر“ پر لکھتا ہی جاؤں۔ لیکن کتاب طباعت کی غرض سے پریس جاری ہے۔ عرش رضوی کے موقع پر انشاء اللہ اس کا رسم اجراء ہوگا۔ میرے پاس کوئی چارہ نہیں سوائے اس کے کہ چالو مقررین کی طرح عذر لنگ پیش کروں کہ سفر میں ہوں، مجلسوں اور محفلوں میں شرکت کی بناء پر فرصت ہی نہیں ملی کہ افکار کو منظم کر کے رقم کرتا، بس مولانا ہمدانی صاحب کی محبت میں کچھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ لکھ دیئے۔ آئندہ انہوں نے رحمت دی تو صاحبان لکھوں گا جی کھول کر، ناچا لو چیز چالو مقررین سے تھوڑا سا گریز کرتے ہوئے یہ عرض کرے گا کہ افکار ہوتے تو منظم کرتا۔ باقی سب عذر لنگ ہے۔

زیر نظر کتاب اپنوں میں مقبول ہوگی اور وہ حلقہ بھی جس کے عقائد باطلہ کو عریاں کیا گیا ہے۔ وہ بھی اپنے سیاہ مسخ

چہرے اس میں دیکھنے کے لئے بے تاب رہے گا۔ موخر الذکر کو عبرت آجائے تو مولانا ہمدانی صاحب کی کاوش اور بھی زیادہ کامیاب تصور کی جائے گی۔

دعا ہے کہ رب کریم مولانا ہمدانی صاحب سے ایسے اور اس سے بھی بہتر علمی اور تبلیغی کام لے۔ آمین

احقر:

سید جمال الدین محمد اسلم قادری برکاتی

خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف

پروفیسر و صدر شعبہ تاریخ و ثقافت

جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

اعزازی ڈین، وکٹوریہ جوبلی مدرسہ ہائی اسکول

پوربند، گجرات۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آج میرا اپنا امتحان مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب نے مقالہ بھیجا۔ اتنے مدلل دلائل کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ۲۱۲ تصنیفات کے حوالے اور دیگر مصنفین کے ۳۱ حوالے سے لکھی ہوئی کتاب بنام ”امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر“ اول تا آخر پڑھی۔ علامہ ہمدانی صاحب کے قلم کی روانی گویا کہ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی کرامت ہی کیسے آج تک اس طرح کی کتاب شاید ہی کوئی مصنف منظر عام پر لایا ہوگا۔ جیسے اعلیٰ حضرت کی تصنیفات سے حوالہ جات اخذ کر کے موتی کے دانوں کی تسبیح تیار کی گئی ہو۔ شاید یہ سہرا مولانا ہمدانی صاحب کے سر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کے طفیل باندھنا مقرر کیا تھا۔

میں اس قابل کہاں چھوٹا منہ بڑی بات پھر بھی لکھنے پر مجبور ہوں کہ اعلیٰ حضرت کو جس قدر غیروں نے پس پشت ڈالا ارادۂ وہاں اپنوں کی کابلی اور کوتاہیوں کا بھی بڑا تھوڑا ہاجو برسوں تک دنیا کے سنی مسلمان اعلیٰ حضرت کے حقیقی عقائد سے

محروم رہے۔ اللہ تعالیٰ سے التجاء کہ وہ اس دور میں مسلک اعلیٰ حضرت جو صحیح العقیدہ صراط مستقیم کی راہ ہے۔ تمام عالم پھر سے اعلیٰ حضرت کی شخصیت کا لوہا مان کر سر تسلیم خم کریں اور اس صدی کا مجدد اعظم ماننے پر مجبور ہو جائے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے علامہ حاجی عبدالستار ہمدانی برکاتی رضوی نوری صاحب کو عمر دراز عطا کرے اور سنیت کے لئے زیادہ سے زیادہ خدمت سرانجام دینے کی طاقت عطا کرے اور انہیں ہر محاذ پر فتح و نصرت عطا کرے۔ آمین
آپ کا خلص:

حاجی سید مصطفیٰ میاں صاحب پیرزادہ

بروز بدھ ۱۲/۳/۱۹۹۷ مطابق ۳/۳ ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ

چکھلی۔ ضلع بساڑ گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر

امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر۔۔۔ ایک وسیع النظر مدبر۔۔۔ عشق رسول اکرم ﷺ کا پیکر۔۔۔ اپنے وقت کا ممتاز فقیہ۔۔۔ علم و عرفان کا بہتا سمندر۔۔۔ جس نے دنیا کو عشق مصطفیٰ ﷺ کا پیغام دیا۔۔۔ کفر و ارتداد و الحاد سے امت مسلمہ کو بچایا۔۔۔ ایمان کی روشنی دی۔۔۔ کفر کی ظلمت کو چھٹاٹا۔۔۔ بے دینی کا پردہ چاک کیا۔۔۔ صراط مستقیم پر امت رسول کو گامزن کیا۔۔۔ عظمت رسول کیلئے اپنا سب کچھ داؤ پر لگایا۔۔۔ ناموس رسالت کی حفاظت کیلئے اس نے اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کی۔۔۔ رب کائنات کی شان میں توہین آمیز کلمات کہنے اور لکھنے والوں کو اس نے اپنی جلالت علم کے نیزے کی نوک سے ساکت کر دیا۔۔۔ رسول اقدس ﷺ کی جناب میں گستاخانہ لب کشائی کی جرأت کرنے والوں کی زبانیں اس نے اپنے

قلم کی تلو اسے کاٹ کر پھینک دیں۔۔۔ مہمان رسول ﷺ، عاشقان رسول ﷺ کے قدموں تلے اس نے اپنا دل بچھونے کی شکل میں بچھایا۔۔۔ آل رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اس نے اپنا منام ہمہ برسر عام اس کے قدموں پر رکھا اور اس کی پائی کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھایا۔

جس کی آنکھیں گندھ خضر کا نظارہ کرنے کیلئے ہمیشہ بیتاب رہتی تھیں۔۔۔ جسکا سراپا یا محبوب میں بے قرار تھا۔۔۔ جس کا وجود لقا و محبوب کی تڑپ میں گم تھا۔۔۔ اپنے آقا کے وفاداروں کے لئے وہ پھول سے بھی زیادہ نرم اور شہد سے بھی زیادہ شیریں تھا۔۔۔ آقا و مولیٰ کے گستاخوں کیلئے وہ لوہے سے زیادہ سخت اور آگ سے بھی زیادہ گرم تھا۔۔۔ وہ بارگاہ رسالت کے دشمنوں پر قہر الہی کی بجلی بکڑوٹ پڑتا تھا۔۔۔ خداداد صلاحیتوں نے اسے ہمیشہ غالب و فتح مند بنایا۔۔۔ مخالفین کو بھی جس کی صلاحیتوں کا لوہا ماننا پڑا۔۔۔ جس کے قلم کی نوک سے نکلی ہوئی ہر بات بلکہ ہر لفظ ایسا جامع، مانع اور مؤثر تھا کہ جس کا رد کرنا محال تھا۔۔۔ جس کے قہر و دلائل و شواہد پہاڑ سے بھی زیادہ اٹل تھے۔۔۔ جوٹالے لے نہ سکتے تھے۔۔۔ دلائل کے میدان کا وہ شہسوار تھا۔۔۔ قلم کا وہ دھنی تھا۔۔۔ نفاذ دلائل، سرعت کتابت، زور بیان، طرز تحریر، اثبات و دعویٰ، اظہار حق، ابطال باطل، دفاع حق، فصاحت و بلاغت، علم و ادب، فضل و دانش، وضاحت و تشریح، نقیشتی رموز، انداد ضرر، اجتہاد و استنباط، تحقیق و تدقیق، خطابت و کلام، ذہانت و فقاہت، استعداد و جلالت علم، شعر و سخن، جن و حکمت وغیرہ میں وہ اپنی مثال آپ تھا۔۔۔ اس کا کوئی مد مقابل نہ تھا۔۔۔ کوئی برابری کا نہ تھا۔۔۔ بلکہ اپنے عصر کے بڑے بڑے دانشوران علم و فن اس کے سامنے طفل کتب کی بھی حیثیت نہ رکھتے تھے۔۔۔ جس کا علم سب پر بھاری تھا۔۔۔ جس کے برہان و دلائل کوہ آہن کے مانند تھے۔۔۔ جس کے دریائے علم کی گہرائی کو ناپنا مشکل تھا، جس کے علم و فن کی رفعت و بلندی پانا مشکل و دشوار تھا۔۔۔ وہ علم لدنی کا حامل تھا۔۔۔ عطائے خداوندی کا جس پر کرم تھا۔۔۔ فضل رسول کا جس پر سایہ تھا۔۔۔ وہ فقیہ تھا۔۔۔ عالم تھا۔۔۔ حافظ تھا۔۔۔ قاری تھا۔۔۔ مفتی تھا۔۔۔ محدث تھا۔۔۔ مجتہد تھا۔۔۔ مستبیط تھا۔۔۔ مفسر تھا۔۔۔ مناظر تھا۔۔۔ مصنف تھا۔۔۔ مجدد تھا۔۔۔ ماہر فن تھا۔۔۔ ادیب تھا۔۔۔ شاعر تھا۔۔۔ معلم علماء تھا۔۔۔ ہادی امت تھا۔۔۔ مفکر ملت تھا۔۔۔ مدبر تھا۔۔۔ اسلامی علوم اس کو گھٹی میں پلائے اور سکھائے گئے تھے۔۔۔ دنیوی علوم جس کو عطا کئے گئے تھے۔۔۔ علوم جدیدہ میں اس کی مہارت مسلم تھی۔۔۔ جس نے کئی تشنہ ہائے علم کو جام شیریں سے تسکین دی۔۔۔ فتنوں کی آندھیوں کے سامنے مستحکم قلعہ کی حیثیت سے قائم رہا۔۔۔ جس نے الزامات و افتراءات کے زہریلے تیر اپنے سینے پر جھیلے۔۔۔ لیکن امت مسلمہ کو عشق رسول ﷺ کے شاداب اور مہکتے پھول دیئے۔۔۔ تاریک دلوں میں شمع عشق رسالت روشن کی۔۔۔ محبت رسول ﷺ ہی اصل ایمان اور جان ایمان ہے۔۔۔ یہ پیغام

دنیا کو دیا۔۔۔ رسول ﷺ کے وفاداروں سے دوستی اور رسول اللہ ﷺ کے گستاخوں سے نفرت کا درس دیا۔۔۔ خدائے تعالیٰ کی توحید و تقدیس اور خدا کے محبوب ﷺ کی عظمت پر کہے جانے والے ہر حملے کا دندان شکن جواب دیا۔۔۔ آیت قرآنی میں تحریف اور غلط تاویل کرنے والوں کو جس نے سکت کر دیا۔۔۔ اسلامی اصول اور قوانین میں ترمیم کرنے کی جرأت کرنے والے تمام عناصر کو اس نے مبہوت و مغلوب کر دیا۔۔۔ بیان رفعت شان جان ایمان رسول ﷺ کے لئے اس نے علم و عرفان کے دریا بہا دیئے۔۔۔ جس نے ملت کو قرآن کا صحیح فہم دیا۔۔۔ حدیث کا صحیح مفہوم سمجھایا۔۔۔ قول و فعل اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حقیقی پس منظر بتایا۔۔۔ اقوال و ارشادات مجتہدین کی صحیح تشریح بتائی۔۔۔ اسلام کا صحیح نظریہ باور کرایا۔۔۔ فقہ و اصول کے رموز و جزئیات کی عقدہ کشائی کی۔۔۔ دین کا محافظ۔۔۔ ملت کا محسن۔۔۔ مگر تواضع و انکساری کا پیکر جمیل۔۔۔ حلم و ضبط کا پاسدار۔۔۔ امت کا پاسبان۔۔۔ مومنوں کا نگہبان۔۔۔ ہر فن اور ہر علم میں بے مثال۔۔۔ صاحب تصانیف کثیرہ۔۔۔ زہد و تقویٰ کا نمونہ۔۔۔ اتباع شریعت و پرہیزگاری میں اپنی مثال خود آپ۔۔۔ فرائض و واجبات کی ادائیگی کا سخت پابند۔۔۔ سنت و مستحب کا دلدادہ۔۔۔ اخلاص نیت خیر کا بے داغ آفتاب۔۔۔ استقلال فی الدین میں کوہ ہمالیہ سے بھی بڑھ کر۔۔۔ الحب للہ و البغض فی اللہ کی زندہ تصویر۔۔۔ وقت آشنا۔۔۔ دور رس نگاہ رکھنے والا۔۔۔ حالات و حوادث کے اثرات سے باخبر۔۔۔ دشمنوں کی ہر چال سے واقف۔۔۔ پرکھنے میں ماہر۔۔۔ مذہب کے نام پر شکم پروری کرنے والے عناصر کو ایک نظر میں پہچاننے والا۔۔۔ گمراہ کن اور دھوکے بازوں کے ہتھکنڈوں سے ہوشیار۔۔۔ حق گوئی میں بے خوف مجاہد، بہادر سپاہی۔۔۔ دلیر۔۔۔ کفن بردوش۔۔۔ دین کے معاملے میں کسی کی بھی پرواہ کرنے سے دور۔۔۔ دنیوی جاہ و جلال کا بھی لحاظ نہ کرے۔۔۔ جس کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف تعظیم رسول ﷺ۔۔۔ جس کی زندگی کا ہر بل دین متین کی بے لوث خدمت میں صرف ہو۔۔۔ جو اپنے آقا و مولیٰ کی عظمت بیان کرنے کیلئے ہر لمحہ مستعد ہو۔۔۔ جس کی زندگی کا سرور تعظیم رسول ﷺ۔۔۔ جس کے دل کا قرارت رسول ﷺ۔۔۔ جس کے وجود کا ہر روٹکا خوشائے رسول ﷺ۔۔۔ رسول اقدس ﷺ سے والہانہ محبت کا یہ عالم کہ ذات رسول ﷺ اور فرمان رسول ﷺ کے مقابلے میں اس نے اپنے اور پرانے کسی کا بھی لحاظ نہیں کیا۔۔۔ آقا و مولیٰ کے مرتبہ عظمیٰ کے شایان شان نہ ہو ایسا ایک جملہ تو درکنار بلکہ ایک لفظ بھی کسی نے کہا یا لکھا، تو وہ عاشق صادق اس کی تردید و تعاقب کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔ یا کسی نے شریعت مطہرہ کے خلاف کسی فعل کا ارتکاب کیا۔۔۔ حق گو مجاہد نے بلا خوف لومة لائم اس کے خلاف صدائے حق بلند کی۔۔۔ اس حق گوئی کا فریضہ انجام دیتے وقت اس نے یہ نہ دیکھا کہ سامنے کون ہے؟ اپنا ہے یا پرایا؟ بلکہ صرف شریعت ہی کا لحاظ کیا۔۔۔

یہی وجہ ہے کہ اس جلیل القدر فقیہ نے بہت سے گروہوں کی دشمنی مول لی۔۔۔ لیکن وہ ایسے دشمنوں سے بے پرواہ اور بے نیاز تھا۔۔۔ کسی بڑے سے بڑے کو خاطر میں نہ لایا۔۔۔ اسے ضرورت بھی کیا تھی کسی کو خاطر میں لانے کی کیونکہ وہ عاشق رسول ﷺ تھا۔۔۔ محبت رسول ﷺ تھا۔۔۔ فدائے رسول ﷺ تھا۔۔۔ طالب رسول ﷺ تھا۔۔۔ سائل رسول ﷺ تھا۔۔۔ گدائے رسول ﷺ تھا۔۔۔ رضا جوئے رسول ﷺ تھا۔۔۔ فانی الرسول ﷺ تھا۔۔۔ معین دین رسول ﷺ تھا۔۔۔ محافظ ایمان امت رسول ﷺ تھا۔۔۔ وہ کسی سے نہیں ڈرتا تھا۔۔۔ کسی سے مرعوب نہیں ہوتا تھا۔۔۔ کسی دنیاوی صلے کا متغی نہیں تھا۔۔۔ کسی کا آرزو مند نہیں تھا۔۔۔ دنیا کی طمع اسے گھلا نہیں سکتی تھی۔۔۔ مال دنیا کی حرص۔۔۔ ذاتی بلندیء رتبہ۔۔۔ خواہش عہدہ و اقتدار و حکومت۔۔۔ حصول جائیداد۔۔۔ وغیرہ سے وہ منہ پھیر چکا تھا۔۔۔ وہ دین اسلام کا سچا خادم تھا۔۔۔ ملت کا صحیح رہنما تھا۔۔۔ اس نے ہر نازک موڑ پر ملت کی راہنمائی کی۔۔۔ ملت کو گمراہ ہونے سے بچایا۔۔۔ مہلک راہ پر چلنے سے روکا۔۔۔ آفتاب رشد و ہدایت بن کر ملت کو راہ ہدایت دکھائی۔۔۔ قوم کو حق گوئی کا جوہر عطا کیا۔۔۔ راہ حق میں کوہ استقلال کی طرح جے رہنے کا حوصلہ دیا۔۔۔ سر بلند اور سرخرو ہو کر جینے کا سلیقہ دیا۔۔۔ اسلام کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے سے ٹکرانے کا جذبہ دیا۔۔۔ انجام سے بے پرواہ ہو کر دشمنان رسول ﷺ کے سامنے اٹھ کھڑے ہونے کا دلولہ دیا۔۔۔ یقین محکم اور عمل پیہم رکھنے کا طریقہ سکھایا۔۔۔ دلوں میں عظمت مصطفیٰ کی روشنی بھردی۔۔۔ آنکھوں میں دیار حبیب ﷺ کا جلوہ سمودیا۔۔۔ اس کے علم کا لوہا غیروں نے بھی مانا۔۔۔ اس کی فقیہی بصیرت سب نے تسلیم کی۔۔۔ عرب و عجم کے علماء میں مقبول ہوا۔۔۔ مرجع علماء بنا۔۔۔ مجدد کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوا۔۔۔ اپنے علم پر فخر کرنے والے بڑے بڑوں کو لا جواب کر دیا۔۔۔ وہ کبھی لا جواب نہیں ہوا۔۔۔ اس کے سامنے سب جواب دے چکے۔۔۔ کیونکہ اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔۔۔ ہزاروں کتب و فتاویٰ کا مصنف۔۔۔ ایک سو سے زیادہ فنون کا ماہر۔۔۔ جس نے ہر فن کے ماہرین کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا۔۔۔ ”ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء“ کا مظہر۔۔۔ ”اولئک کتب فی قلوبہم الایمان“ کا مظہر۔۔۔ ”وایدہم بروح منہ“ سے فیضیاب۔۔۔ ”حزب اللہ“ کا مجاہد اعظم۔۔۔ ”ہم الفائزون“ کی بشارت سے سرخرو۔۔۔ حق گوئی کے میدان میں۔۔۔ ”وہم لا یفتنون“ کے تحت ہر موڑ پر امتحان دیتا ہوا۔۔۔ ”وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین“ کے صدقے میں ہر محاذ پر کامیاب ہوتا ہوا۔۔۔ ”انما یشخی اللہ من عبادہ العلماء“ پر کامل عمل کرتے ہوئے خشیت الہی سے کانپتا ہوا۔۔۔ ”ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم“ سے مستفید و مستفیض ہو کر تقویٰ اور پرہیزگاری کا اسوہء حسنہ۔۔۔ ”حتیٰ اکون احب الیہ“ سے جذبہء محبت اخذ کر کے، ”الا لا ایمان لمن لا محبت لہ“ کی صدا بلند کرتا ہوا۔۔۔ آقا و مولیٰ کی

عظمت و محبت میں سب کچھ شاکر کرتا ہوا، ”موتو قبل ان تموتو“ کے کیف میں سرشار ہو کر، ”مورا تن من دھن سب پھونک دیا“ کہہ کر ”یہ جان بھی پیارے پلا جانا“ کی تمنا کرتا ہوا۔۔۔ ”لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ“ کو جس نے اپنی زندگی کا آئین بنا کر اس پر سختی سے عمل پیرا ہو کر، خدا اور رسول کے گستاخوں سے اپنی زندگی کی آخری سانس تک متنفر رہا اور اس کی تعلیم و تلقین کرتے ہوئے کہا کہ۔۔۔

دشمن احمد پر شدت کیجئے
لحدوں کی کیا مروت کیجئے

قرآن سے اس نے ”جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم“ کا سبق سیکھا تھا۔۔۔ ساتھ ہی وہ اصحاب نبی کی عادت شریفہ ”اشداء علی الکفار“ کے نقش عدم پر چل کر ”رحماء بینہم“ کا بھی نمونہ عمل تھا۔۔۔ اپنے دینی بھائیوں کے تحفظ ایمان و عمل اور سلامتی و جان و مال کے لئے وہ ہمیشہ فکر مند رہا۔۔۔ اعدائے دین کی ستم ظریفی کا ازالہ کرنے کیلئے وہ ہر لمحہ متحرک رہا۔۔۔ اپنے آقا کی مدح و ثنائیں وہ عروج کی منزل تک پہنچ چکا تھا۔۔۔ ”وتعزذوہ وتوقروہ“ سے فیضیاب ہو کر ”دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سنا تے جائیں گے“ کی اپنی صدا بلندی کی۔۔۔ ”مومن وہ ہے جو ان کی عزت پر مرے دل سے“ کا جذبہ قلوب مسلمین میں نقش کر دیا۔۔۔ اور ”لوا کے تلے تلنا میں کھلے رضا کی زباں تہارے لئے“ کی امید و آرزو میں دنیوی زندگی کو ”مزدعۃ الآخرة“ کا حسین کردار عمل بنایا۔۔۔ آقائے دو جہاں ﷺ کی عظمت شان بیان کرنے کی تمنا میں اس کا دلکش تصور دیکھ کر بے ساختہ زبان سے درود و سلام جاری ہو جاتا ہے اور اس عاشق صادق کے ہمراہ ہم بھی یہی کہہ اٹھتے ہیں کہ ”کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور“ ”بھیمیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام“ اور اس عاشق کی یہ تمنا پوری ہوتی ہوئی اس طرح پیش آئے۔۔۔ ”مجھ سے خدمت کے قدی کہیں ہاں رضا“ ”مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام“۔

”لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی“ سے بارگاہ رسالت کا ادب سیکھا اور رکھایا۔۔۔ لب کشائی کی جرأت کرنے والوں کو ”ان تحبط اعمالکم“ کی ودعید صریح سے ڈرایا۔۔۔ ”لا تقدمون بین یدی اللہ ورسولہ“ سے حدود ادب کا خط استواء کھینچا۔۔۔ ”ینادونک من وراء الحجرات“ سے بارگاہ رسالت کا ادب و احترام باور کرایا۔۔۔ ”ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض“ سے مقام رسالت کی بلندی ثابت کر کے ”ان سائیں انسان وہ انسان ہیں یہ“ کا عالمگیر پیغام دیا، ”النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم“ کا صحیح مفہوم اخذ کر کے ”ایمان یہ کہتا ہے میری جان میں یہ“ کا ایمان افروز درس دیا، وہ عاشق رسول ﷺ تھا۔۔۔ عشق رسول ﷺ میں دیوانہ تھا لیکن ایسا فزا نہ تھا کہ ”پیش

نظر وہ نوبہار سج دے کو دل ہے بے قرار“ کے جوش جنوں پر اس نے ”روکے سر کو روکے“ سے ہوش حدود کی لگام لگا کر ”ہاں یہی امتحان ہے“ کہہ کر پاس شریعت ملحوظ رکھا اور غلو سے محفوظ رہا۔ اپنی محبت کے جذبے کو اس نے جوش الفت اور ہوش شریعت کی سرحدوں کے مابین محدود رکھا اور ”کذا لک جعلنا کم امة وسطا“ پر عمل کرتے ہوئے ہوش و جوش کے درمیان رہتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ ”اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ“۔۔۔ ”کلہم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاک“ کی ترجمانی ایسے نفیس انداز میں کی کہ ”خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم۔ خدا چاہتا ہے رضائے محمد“۔۔۔ عشق مصطفیٰ ﷺ جس کے دل کی دھڑکن۔۔۔ اس کی حیات کا واحد سبب و مقصد تھا۔۔۔ اس کے جسم کا ہر ہر رونما محو عشق رسول و ثنائے رسول ﷺ تھا۔۔۔ اس کی آنکھوں میں صرف عشق رسول ﷺ کے جلوے سمائے ہوئے تھے۔۔۔ وہ زندہ تھا صرف روح عشق رسول ﷺ کے سبب۔۔۔ اس کی زندگی کا مقصد پرچم عظمت رسالت کو لہرانا۔ اور موت کی خواہش بھی دیدار رخ انور ﷺ کا شرف حاصل کرنے کیلئے ”جان دے دو وعدہ دیدار پر۔ نقدا پنا دام ہو ہی جائے گا“ اور ”قبر میں لہرا نیلگے تا حشر چشمے نور کے۔ جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی“ یہ صدائے دل اس کی آرزو اور تمنا کی نشاندہی کر رہی ہے۔۔۔ دیار نبی ﷺ کے مقابل جنت کی فضا بھی جس کا دل بہلا نہ سکے اور وہ مضطرب ہو کر یوں پکارا اٹھے کہ ”جنت کو حرم سمجھا۔ آتے تو یہاں آیا۔ اب تک کے ہر اک کامنہ کہتا ہوں کہاں آیا“ بلکہ مدینہ سے پھڑک کر چینا اور جی لینے کا تصور ہی اس کے لئے جان لیوا تھا کیونکہ ”طیبہ سے ہم آتے ہیں، کبھی تو جنان والوں۔ کیا دیکھ کے جیتا ہے جو اس سے یہاں آیا“ اپنے آقا کا مقدس آستانہ جس کیلئے جائے قرار، جائے پناہ، جائے سکون، جائے امن و امان تھا۔۔۔

”ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جانوک فاستغفرو اللہ“ ہی سے اس نے بابت گ دلیل یہ کہا کہ ”وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا۔ ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستان بتایا“۔۔۔ اسی در سے اس نے سب کچھ پایا۔۔۔ پوری کائنات اسی در سے تو پل رہی ہے۔ اسی در مقدس کی یاد نے اسے ہر لمحہ بے چین و بے قرار بنا رکھا تھا۔۔۔ ”جان و دل، ہوش و خرد، سب تو مدینہ پہنچے۔ تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا“ یہاں اس کے لئے سب کچھ تھا۔۔۔ کائنات کی سب سے محبوب ترین سب سے بلند درجہ زمین کا وہ حصہ جہاں پر آقا و مولیٰ ﷺ کی تقدس مآب آرام گاہ ہے، اس مقدس حصے نے پوری زمین کو شرف بخشا ”غم ہوگئی پشت فلک اس طعن زمیں سے، سن ہم یہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا“ یہاں پر وہ چل چل کر رویا۔۔۔ یہاں سے وطن واپس جانے کا خیال تک اس کیلئے ناقابل برداشت تھا۔۔۔ ”یہ رائے کیا تھی وہاں سے پلٹنے کی اے نفس۔ ستم گرا لٹی چھری سے ہمیں حلال کیا“ اور یہ کہ ”ہو گیا دھک سے کلیجا میرا۔ ہائے رخصت کی سنانے والے“ یہیں پر اسے پڑا رہنا

تھا۔ چاہے اپانچ بن کر یہاں رہنا پڑے۔۔۔ یہ ناتوانی بھی محبوب و مقبول ہے۔۔۔ یہ ناتوانی کا ش سبب بن جائے دائمی طور پر یہاں ٹھہر جانے کا۔۔۔ اسی لئے تو کہا تھا کہ ”اسی در پر تڑپتے ہیں، مچلتے ہیں، بلکتے ہیں۔ اٹھا جاتا نہیں کیا خوب اپنی ناتوانی ہے۔“۔۔۔ اپنے آقا کا دیار اسے اتنا محبوب تھا کہ اس مقدس سرزمین کی عظمت و رفعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ پکارا اٹھا کہ ”حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا۔ ارے سر کا موقع ہے اوجانے والے“ اپنے آقا کے مقدس شہر کی گلیوں کا اپنے آپ کو گدا کہنے کے ساتھ ساتھ شاہان دنیا کو بھی اس در مقدس کا منگتا قرار دیتے ہوئے وہ گنگنا اٹھا کہ ”اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں۔ مانگتے تاجدار پھرتے ہیں۔“۔۔۔ مدینہ منورہ کا ذرہ ذرہ اس کیلئے جاں افزا اور روح پرور تھا۔۔۔ یہاں کی ہر شے اس کیلئے محبوب، محترم، معظم، مخدوم اور قربان ہونے کے لائق تھی۔۔۔ ارے! وہ تو اپنے آقا کے مقدس بلد کے سگان در کی خدمت میں اپنے دل کا ٹکڑا بطور تحفہ پیش کرنے کیلئے ہمیشہ آرزو مند رہا اور یہاں تک کہا ”پارہ عدل بھی نہ نکلا تم سے تحفے میں رضا۔ ان سگان کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ“ بلکہ وہ دل کے ٹکڑے سگان در محبوب کی نذر لاتے ہوئے یہاں تک کہتا کہ ”دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں۔ اے سگان کو چہ ولد دار ہم“ ایک اور مقام پر تو یہاں تک اظہار محبت کرتے ہوئے کہا کہ ”رضا کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے۔ تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے۔“۔۔۔

وہ عشق کی اعلیٰ و ارفع منزل پر پہنچ چکا تھا۔۔۔ اس منزل پر پہنچنے کے بعد ہر عاشق کی یہی تمنا ہوتی ہے کہ ”نصیب دوستاں گران کے در پر موت آنی ہے۔ خدا یوں ہی کرے پھر تو ہمیشہ زندگانی ہے“ یقیناً یہاں پر مرنے والے کیلئے حیات جاودانی اور دخول جنت دائمی ہے اور یہ سعادت حاصل کرنے کیلئے طیبہ میں مرجانے کا جذبہ اور ولولہ اس انداز سے بیان کیا کہ ”طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند۔ سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے“ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی شان اقدس میں عشق کے مہکتے پھول کھلاتے رہنا ہی اس کے قلب کا سکون تھا۔۔۔ یا محبوب میں وہ اتنا بے چین و بے قرار تھا کہ اس کی حیات اسی پر منحصر تھی ”جان ہے عشق مصطفیٰ روز فروز کرے خدا۔ جس کو درد کا مزنا ز دا اٹھائے کیوں۔“۔۔۔ ہجرتی آگ میں اس کا دل جل کر کباب ہو چکا تھا۔۔۔ اسی لئے تو کہا تھا کہ ”جلی جلی بوسے اس کی پیدا ہے سوزش عشق چشم والا۔ کباب آہو میں بھی نہ پایا مزاج دول کے کباب میں ہے۔“

نعت گوئی کی راہ میں اس نے مداح رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم پر چلنا اختیار کیا۔۔۔ اسی نقش قدم پر چلتے چلتے اس نے ”حسان الہند“ کا لقب پایا۔۔۔ قرآن سے اس نے نعت گوئی کا مزاج پایا اور یہ کہا کہ ”اے رضا خود صاحب قرآن مداح حضور۔ تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی“۔۔۔ اسرار و رموز حروف مقطعات کی عقدہ

کشتائی کرتے ہوئے عشق رسول ﷺ کے جام چھلکاتے ہوئے کہا کہ ”ک گیسو، وہ بہن، ی ابرو، آنکھیں ع ص۔ کھببص ان کا ہے چہرہ نور کا“۔۔۔ آیت قرآنی میں بیان شدہ وہ مائیس کہ جو بظاہر سمجھ میں نہیں آتی تھیں اسکی تفہیم صحیح دیتے ہوئے کہا کہ ”ہے کلام الہی میں شمس وضئی تیرے چہرہ نور فزا کی قسم۔ قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دو تا کی قسم“۔۔۔ اور ایک جگہ تو اتنی بہترین تشریح فرمائی کہ ”شمع دول، مشکوۃ تن، سینہ ز جاجہ نور کا۔ تیری صورت کیلئے آیا ہے، سورہ نور کا“ حدیث قدسی ”لولا ک لما خلقت الافلاک“ کی ترجمانی میں اس کا نفیس انداز تو دیکھو کہ ”وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو۔ جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے“ جیسے ایمان افروز الفاظ اسکے قلم کی نوک سے نکل کر زمین قرطاس پر ریحان بہشت کا سماں باندھ رہے ہیں۔۔۔ ”انما من نور اللہ و کل من نوری“ کا مفہوم صحیح بیان کرتے ہوئے وہ چچھا اٹھا کہ ”وہی نور حق، وہی ظل رب۔ انہیں سے سب، ہے انہیں کا سب“۔۔۔ ”قد جائفکم من اللہ نور“ میں اسے اپنے آقا کی عظمت کا نور میں ہی نظر آیا اور ”تو ہے عین نور، تیرا سب گھر انہ نور کا“ جیسا نورانی قصیدہ مرقوم فرما کر نور ایمان کو ضیاء بخشی۔۔۔ نور نبی ﷺ کے جلووں سے وہ چمک اٹھا، نور مصطفیٰ کے جلووں میں وہ ایسا گم ہو گیا کہ ”جس کو ان کے مکان کا پتہ مل گیا۔ بے نشان، بے نشان، بے نشان ہو گیا“ کیونکہ وہ یہی چاہتا تھا۔ اپنے رب سے یہی مانگتا تھا کہ ”ایسا گمادے ان کی ولا میں خدا ہمیں۔ ڈھونڈھا کریں اپنی خبر کو خبر نہ ہو“ لیکن بے نشان ہونے کے باوجود اس کا نشان مٹا نہیں کیونکہ ”بے نشانوں کا نشان مٹا نہیں۔ مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا“۔۔۔ اور اس کا نام ایسا بلند ہوا کہ اس کا نام معیار اہل سنت بن گیا۔۔۔ حق و باطل کے درمیان اس کا نام ”فاروق“ کی حیثیت حاصل کر گیا، اس کا نام سنت ہی صف باطل میں ماتم چھا جاتا ہے۔۔۔ دشمنان رسول اس کا نام سنت ہی تھر تھر کا پنپنے لگتے ہیں۔۔۔ اس کے قلم میں ”جلال فاروقی“ اور ”شجاعت حیدری“ کی جھلک نظر آتی ہے۔۔۔ اور وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ کے گستاخوں کو اپنے قلم کی برق اندازی سے آگاہ کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ ”ملک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار۔ اعداء سے کہد و خیر منائیں نہ شر کریں“ ذکر مصطفیٰ ﷺ سے کدورت اور بغض رکھنے والے شاتم اور شریر گروہ کے قلعے یہ کہہ کر اس نے منہدم کر دیئے کہ ”حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم۔ مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے“۔ باطل فرقوں کے قلعے گرا نے میں وہ ایسا شجاع تھا کہ اس کے قلم کی ہیبت سیف اللہ کی طرح باطل کے دلوں پر چھائی ہوئی تھی۔۔۔ اس کے قلم کی زد میں جو بھی دشمن خدا و دشمن رسول ﷺ آتا، اس کی حالت یہ ہوتی کہ ”وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے۔ کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے“۔۔۔ رضا کے نیزے کی مار کا زخم کبھی بھرا ہے نہ کبھی بھرے گا۔ کیونکہ اس نے اپنے ذاتی دشمنوں پر کبھی بھی وار نہیں کیا۔۔۔

بلکہ اس نے اپنے ذاتی دشمنوں کو تو دعائیں دیں اور ان کی ہدایت کیلئے بارگاہ خداوندی میں سربسجود ہو کر التجائیں کیں اور یہاں تک کہا کہ ”حسد سے ان کے سینے پاک کر دے۔ کہ بدتر دق سے بھی یہ سل ہے یا غوث“ اور ”کرد و عدو کو تباہ حاسدوں کو براہ۔ اہل ولا کا بھلا تم پہ کروڑوں درود“۔ البتہ! دشمن رسول کو کبھی نہیں بخشا۔۔۔ نہ اس کی کوئی رعایت کی۔۔۔ الحب للہ والبغض فی اللہ“ کی زندہ نظیر بن کر بارگاہ رسالت کے گستاخوں پر وہ قہر جبار کی بجلی کی مانند ٹوٹ پڑا۔۔۔ اور یہاں تک کہا کہ ”ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں۔ چھیڑنا شیطان کی عادت کیجئے“۔۔۔ حق اور باطل کی قلمی جنگ میں اس نے باطلوں کو دلیری سے لکارا ”شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب۔ اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے“۔۔۔

باطل طاقتوں کا وہ تنہا مقابل تھا۔۔۔ وہ صرف ایک تھا۔۔۔ مخالفین کی تعداد کثیر تھی۔۔۔ اعدائے دین حاسدین اور نفس پرور عناصر اس کے مقابلے میں متحد تھے لیکن وہ یہ کہہ کر ”ایک طرف اعدائے دین ایک طرف حاسدین۔ بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود“۔۔۔ اپنے آقا کی بارگاہ میں استغاثہ کرتا تھا اور اپنے آقا و مولیٰ کی اعانت پر اتنا مشتاق تھا کہ زبان حال سے یہ کہتا تھا کہ ”پلہ ہا کساہی بھاری ہے بھروسہ تیرا“۔۔۔ دنیا داروں نے اس کے خلاف ایک منظم محاذ تشکیل دیا تھا اور اس کو نیست و نابود کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے لیکن اس کو اپنے آقا و مولیٰ کی پشت پناہی اور دستگیری پر کامل یقین و اعتماد تھا۔ جس کا اظہار کرتے ہوئے ہی اس نے کہا کہ ”کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا۔ بول بالے میرے سرکاروں کے“۔۔۔ مخالفین کو اہل دول و ثروت کا تعاون حاصل تھا۔ حکومت کی پشت پناہی میسر تھی سیاسی جماعتوں کی حمایت شامل حال تھی اس کے باوجود اس کا بال بیکا شک نہ ہوا۔۔۔ وہ ان اہل دول و ثروت و صاحب اقتدار لوگوں کے سامنے کبھی نہیں جھکا، نہ ان کی مدح و ثنا کی بلکہ ”کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا۔ میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہء نمان نہیں“ کہہ کر دنیا کو جتا دیا کہ ”ان کا منگنا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج۔ جس کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں“۔۔۔ اس کی قوت طاقت حمایت نصرت کا مدار اپنے آقا و مولیٰ کے فضل و کرم پر تھا۔ اور اس وجہ سے بہت ہی قوی تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے آقا و مولیٰ سے اتنا زیادہ پایا تھا کہ اپنے آقا کی عطا کیے مقابلے میں وہ دنیا کے داتاؤں کو بیچ سچھتا تھا اور اسی لئے اس نے علی الاعلان لاکارتے ہوئے کہا کہ ”کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے دینے والا سچا ہمارا نبی“۔۔۔ ”اذا جاء نصر اللہ“ اور ”نصر من اللہ وفتح قریب“ کے طفیل میں اس نے ہمیشہ فتح مبین حاصل کی۔۔۔ ”فئة قليل“ کے زمرے میں ہوتے ہوئے ”غلبت فئة كثيرة“ کی تصدیق کرتے ہوئے ”من اللہ منصور“ ہو کر ”جاء الحق“ کی شان بشارت سے ”وزہق الباطل“ سے باطلوں کی بڑی بڑی جماعتوں پر غالب ہوتا رہا۔۔۔ ”فقیہ واحد“ کی جلالت شان کے ساتھ ”اشد علی الشیطان“

کے معاملے وہ ”من الف عابد“ یعنی کہ ہزاروں عابدوں کی بجائے لاکھوں عابدوں سے بھی شیطان پر بھاری تھا۔۔۔ شیاطین زمانہ کیلئے وہ اکیلا ہی کافی تھا۔۔۔ کیونکہ وہ ”یبعث لہذہ الامۃ“ کے تحت دنیا میں بھیجا گیا تھا۔ اس نے ”من یجدد لہا امر دینہا“ کی خبر کو ثابت کر دیا۔ اداین باطل کے عقائد و نظریات کی اس نے دھجیاں اڑا دیں۔۔۔ گمراہیت و بے دینی کی آندھی کے سامنے وہ ڈٹ کر جمار ہا۔ اس کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی تزلزل نہیں آیا۔ ملت کی ناؤ کو منجھدار سے نکال کر طوفانی موجوں اور مخالف ہواؤں کے پھیڑوں سے بچا بچا کسلا متی کے ساتھ کنارے تک لایا۔۔۔

مگر! آہ !!

ملت اسلامیہ کا وہ عظیم محسن حوادث زمانہ کا شکار بنا دیا گیا۔ اس کی عظیم دینی اور بے مثال تصنیفی خدمات کو ایک منظم سازش کے تحت گمنامی کے پردے میں پوشیدہ کر دینے کی کوشش کی گئی۔ اس پر طرہ امتیاز یہ کہ اس کی عظیم خدمات کو داتحسین دینے کے بجائے اس پر غلط سلط الزامات تھوپے گئے۔۔۔ بے بنیاد الزامات کے ذریعے بدنام کرنے کی تحریک میں کوئی کسر باقی نہ رکھی گئی۔ افواہ اور جھوٹے پروپیگنڈے کی راہ اختیار کر کے اس کی شخصیت کو مجروح کرنے کی سعی، ناکام کی گئی۔ پریس اور دیگر وسائل کے ذریعے غلط الزامات کی اتنی تشہیر کی گئی کہ حقیقت سے نا آشنا عوام تو عوام بلکہ پڑھا لکھا طبقہ بھی اس کا شکار ہو گیا اور غلط آراء و نظریات میں مبتلا ہو گیا۔ یہ سب اس لئے کیا گیا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے اصولی اور فروعی مسائل میں ہر فرقہ و باطلہ کا تعاقب کرتے ہوئے ان کی تردید میں جو تصنیفی کارنامہ انجام دیا ہے وہ قرآن، حدیث اور کتب معتبرہ و معتبرہ کے دلائل کی روشنی میں اتنا اعلیٰ معیار کا ہے کہ جس کا جواب دینے سے آج تک تمام فرقہ ہائے باطلہ کے علماء و مصنفین عاجز و قاصر ہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کی معرکتہ الآراء تصانیف کا جواب نہ لکھ سکنے کی اپنی کمزوری کو ڈھانپنے کی غرض سے ایک آسان راہ یہ اختیار کی گئی کہ امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف کو فراموش کروا دیا جائے اور ان کی شخصیت پر حملے کیے جائیں کیونکہ یہ بات شواہد سے ثابت ہے کہ جب کسی شخص کی ذات مجروح کر دی جاتی ہے، تو اس کی کتابیں بھی خود بخود مجروح اور ناقابل مطالعہ ہو جائیں گی۔ کیونکہ جب مصنف کے متعلق یہ بات عام کر دی جائے کہ وہ ایک تنگ نظر، جنگ جو، شدت پسند، مشتعل، متعصب، بدعات و منہیات کا موجد، متکبر، ترش رو، تفرق بین المسلمین کا علمبردار، فتنہ پرور، تکفیر مسلمین میں بے باک، علم و ادب سے نا آشنا وغیرہ ہے تو اس کا اثر یہ پڑتا ہے کہ اس کی تصانیف سے التفات نہیں کیا جاتا بلکہ اجتناب

کیا جاتا ہے۔۔۔ اور جب اس کی تصانیف سے بھی پرہیز کیا جائے گا تو پھر ان کی تصانیف میں بکھرے ہوئے ایمانی، علمی،

ادبی، فنی اور روحانی جواہرات سے کیونکر آگاہی ہوگی اور عقائد و اعمال کی اصلاح کیونکر ہوگی۔

لمحہء فکر یہ:

یہ امر بھی غور طلب ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کی شخصیت کو مجروح کرنے کیلئے اتنا تشدد کیوں برتا جاتا ہے مختلف سمتوں سے یک بارگی حملے کیوں کئے جاتے ہیں؟ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ جن فرقوں میں آپس میں اتنے شدید بنیادی اختلاف ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے وجود کو بھی گوارا نہیں کر سکتے، لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی کے مقابلے میں وہ متحد ہیں، اپنے آپسی اختلافات کو عارضی طور پر فراموش کر کے، بڑے ہی شہد و مد کے ساتھ وہ تمام فرقہ ہائے باطلہ ایک متحدہ محاذ کے تحت امام احمد رضا پر الزامات و افتراء پر مشتمل کذب بیانی کا سہارا لیکر حملہ آور ہیں۔ اس سے بڑھ کر حیرت کی بات تو یہ ہے کہ باطل کے اس متحدہ محاذ میں کچھ اپنے بھی شامل ہو گئے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے کہلانے والے اصولی عقائد کی صحت کو برقرار رکھتے ہوئے صرف ذاتی اور نفسیاتی مفاد کیلئے امام احمد رضا کے مخالف محاذ میں شامل ہو گئے۔ ان لوگوں کی شمولیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امام احمد رضا نے جہاں عقائد کے معاملے میں باطل فرقوں کا رد کرنے میں تامل نہیں کیا وہاں آپ نے خلاف شریعت امور کا ارتکاب کرنے والوں کا تعاقب کرنے میں بھی کوتاہی نہیں کی بلکہ اپنے اور پرانے کافر کے بغیر ان کے اقوال و افعال کی تردید میں نادر زمن تصانیف پیش کیں۔ ان تصانیف کا مناسب جواب تک دینے سے قاصر ان عناصر نے اپنے دلوں میں جذبہ انتقام پیدا کیا اور اپنے کہلانے والوں نے بھی امام احمد رضا محدث بریلوی کو بدنام کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔

الحمد للہ!۔۔۔ حدیث کے فرمان کے مطابق ہر صدی میں مجدد شریف لاتے رہے اور انہوں نے خدا داد صلاحیتوں سے اپنے دور کے عظیم فتنوں کا سد باب کیا۔ اگر ہم مجدد اول حضرت عمر بن عبدالعزیز (المتوفی ۱۰۱ھ) سے لیکر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ) تک کے تمام مجددین کرام کے حالات زندگی کا جائزہ لیں تو یہ پتہ چلے گا کہ ان تمام نفوس قدسیہ نے تجدید و احیائے دین کی خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ حق گوئی کا فریضہ بخوبی انجام دیکر ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی فرمائی۔ ان تمام مقدس حضرات کے حالات زندگی کے مطالعہ سے ایک بات یہ بھی واضح ہوگی کہ انہوں نے کٹھن سے کٹھن امتحانات دیئے۔ دین کے خلاف اٹھنے والے فتنے کا مقابلہ کرنے میں بادشاہ وقت سے بھی بھڑ گئے۔ مشقتیں اٹھائیں۔ ظلم و ستم برداشت کئے، اپنی جان تک کی بازی لگادی، ہر دور میں کوئی نہ کوئی فتنہ اٹھا۔ کبھی قرآن کے مخلوق

ہونے کا عقیدہ فتنہ عظیم کی حیثیت سے ابھرا، کبھی دہریہ فتنہ، کبھی خارجی فتنہ، کبھی معتزلہ فتنہ، یہاں تک کہ مغل بادشاہ اکبر کے دور میں، ”دین الہی“ کا فتنہ ایک طوفان کی طرح اٹھا۔ لیکن ہر فتنہ کی گمراہی سے ملت کے ایمان کا دفاع کرنے کی ضرورت کے پیش نظر ہر دور میں دین و ملت کے حامی ”مجدد“ کی حیثیت سے تشریف لاتے رہے اور خدمت دین و احیاء دین کا فریضہ بخوبی انجام دیتے رہے۔

لیکن!

امام احمد رضا محدث بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) کے حالات زندگی کا اگر ہم جائزہ لیں تو حیرت انگیز تفصیلات معلوم ہونگیں۔ امام احمد رضا سے قبل جتنے بھی مجدد ہوئے ان میں اور امام احمد رضا میں ایک نمایاں فرق نظر آئے گا ماضی کے مجدد دین کے زمانے میں ایک۔۔۔ دو یا زیادہ سے زیادہ چار پانچ فتنے تھے۔ ان تمام فتنوں کا ان حضرات نے احسن طریقے سے تدارک فرمایا، لیکن امام احمد رضا کے دور میں جو فتنے تھے ان کی ایک طویل فہرست مرتب کرنا ہوگی، علاوہ ازیں ایک اور بھی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کے دور میں جو فتنے اٹھے تھے ان فتنوں کو درپردہ ایسی طاقتوں کی پشت پناہی حاصل تھی کہ بنظر ظاہر ان کا مقابلہ کرنا ایک مشکل سے مشکل تر مرحلہ تھا۔ لیکن ”قل جاء الحق وزهق الباطل“ کے صدقے اور طفیل میں حق کو فتح و نصرت اور باطل کو شکست و ذلت حاصل ہوئی۔ امام احمد رضا پر آقائے کائنات ﷺ کا فضل و کرم تھا اور اسی وجہ سے وہ ہر محاذ پر کامیاب اور فتح مند ہوئے امام احمد رضا کا بارگاہ رسالت میں مندرجہ ذیل استغاثہ قابل غور ہے:-

ایک طرف اعدائے دین، ایک طرف ہیں حاسدین

بندہ ہے تنہا شہا، تم پہ کروڑوں درود

کیوں کہوں بیکس ہوں میں، کیوں کہوں بے بس ہوں میں

تم ہو، میں تم پر فدا، تم پہ کروڑوں درود

خیر! المختصر! امام احمد رضا کے دور میں جو جو فتنے شباب پر تھے ان کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:-

فتنہ غیر مقلدیت فتنہ نیچریت فتنہ نجدیت و وہابیت فتنہ فرقہ و اہل قرآن

فتنہ قادیانیت فتنہ دارالاندوہ فتنہ فلسفہ قدیمہ فتنہ وقوع کذب باری تعالیٰ

فتنہ انکار شفاعت فتنہ روافض فتنہ معتزلہ فتنہ فلسفہ جدیدہ
 فتنہ انکار سماع موتی فتنہ خلافت عثمانی فتنہ انکار ختم نبوت فتنہ خاکساری فرقہ
 فتنہ ترک قربانی گائے فتنہ جواز سجدہ تعظیمی فتنہ انکار معراج جسمانی فتنہ ترک موالات
 فتنہ آریہ (شدھی کرن) فتنہ اتحاد عن المشرکین فتنہ عدم جواز میلاد و قیام تعظیمی فتنہ عدم جواز آثار مقدسہ
 فتنہ عدم جواز کتابت پرفتن فتنہ توہین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتنہ حکم دارالحرب
 فتنہ انکار علم غیب انبیاء و اولیاء فتنہ انکار حیات انبیاء فتنہ جواز تعزیہ داری فتنہ جواز سماع مع مزامیر
 فتنہ پراذان ثانی فتنہ انکار اذان قبر فتنہ عدم جواز معافیت و مصافحہ عید فتنہ عدم جواز تعمیرات مزارات اولیاء
 فتنہ عدم جواز تقبیل ابھامین فتنہ انکار ایمان ابوبن کریمین النبی فتنہ جواز زکوٰۃ برائے سادات کرام
 فتنہ عدم جواز چراغانیاں بر مزارات صالحین فتنہ حلت اشیاء نشہ آور فتنہ حلت اکل زاغ
 مسئلہ قرطاس در اھم فتنہ مساوات عن النبی فتنہ حرکت زمین فتنہ خروج نساء برائے زیارت قبور
 فتنہ امکان ظل نبی فتنہ صلاۃ جنازۃ الغائب فتنہ نکاح مع المرتدین فتنہ عدم جواز تعین فاتحہ
 فتنہ تنقیص رسالت فتنہ عدم اعتقاد و اختیارات انبیاء و اولیاء فتنہ نفاذ شرک در باب ندا و استغاثہ
 فتنہ نفاذ شرک فی الاسماء فتنہ حرمت اکل روسر فتنہ حرمت منی آرڈر فتنہ خلافت کبئی
 فتنہ تنازع در رویت ہلال فتنہ فرق بین شریعت و طریقت فتنہ اکل اشیاء حرام عن الذبیحہ
 فتنہ حرمت ذبیحہ لہا ولیاء

الغرض مذکورہ بالا فتنوں کے علاوہ سینکڑوں دیگر فتنے بھی عام ہو چکے تھے، بعض کا تعلق اصول دین سے تھا اور بعض کا تعلق فروع دین سے تھا۔ بعض فتن اہلسنت والجماعت کے کہلانے والے افراد کے اٹھائے ہوئے تھے اور بقیہ اکثر فتن عقائد باطلہ ضالہ پر مشتمل فرقوں کی جانب سے اٹھائے گئے تھے۔ جن میں سے اکثر کا تعلق اصول دین سے تھا۔ یعنی اس کے ماننے یا نہ ماننے کی وجہ سے ایمان اور کفر کے احکام صادر ہونے کا مدار تھا۔ ہر روز کوئی نہ کوئی فتنہ رونما ہوتا تھا۔ کسی فتنے کا موجد کوئی مولوی ہے، کسی کا بانی کوئی پیر زادہ ہے، کسی کا مؤید کوئی سیاسی لیڈر ہے، کسی کا حامی کوئی اہل ثروت ہے، کسی کا ناصر کوئی حاکم ہے، کسی کا ناشکر کوئی ادیب ہے، کسی کا معین کوئی صاحب اقتدار ہے، کسی کا منس کوئی صوفی ہے، کسی کا مددگار کوئی سجادہ نشین ہے، کسی کا محرک کوئی سیاسی لیڈر ہے، کسی کا سرپرست کوئی مذہبی رہنما ہے، کسی کا قائد کوئی خادم قوم ہے، کسی کا والی

کوئی نواب ہے، کسی کا مقوی کوئی ماہر فن ہے، کسی کا خلیل کوئی منطقی ہے، کسی کا مہدی کوئی فلسفی ہے، کسی کا کیمیا ساز کوئی سائنسدان ہے، الغرض سماج کے ہر طبقے سے کوئی نہ کوئی بانی و فتنہ سامنے تھا۔ ان کے زیر اثر لوگ اپنی حسب استطاعت اس کی تشہیر کرتے تھے۔۔۔ عوام عجیب و غریب الجھن میں مبتلا تھے۔ ہر طرف سے اپنے عقائد باطلہ و نظریات فاسدہ کے صحت و صداقت ثابت کرنے کیلئے قرآن و حدیث سے غلط استدلال کیا جا رہا تھا۔ سلف صالحین کی کتب معتمدہ و معتبرہ کی عبارات کو توڑ مروڑ کر اپنے مفاد کا مفہوم نکالنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔۔۔ حق اور باطل کا فرق کرنا دشوار ہو گیا تھا۔ ماحول اتنا پرانگندہ ہو گیا تھا کہ اہل فہم و بصیرت رورور کر بارگاہ خداوندی میں دست بدعا تھے۔۔۔ گڑگڑا کر ملتی تھیں کہ کوئی مرد مجاہد اٹھ کھڑا ہو اور ان فتنوں کا قلع قمع کرے۔

الحمد للہ! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب و اکرم ﷺ کی امت مرحومہ کی رہنمائی کیلئے اپنا ایک بندہ خاص منتخب فرمایا اور اسے علوم و فنون میں کمال مہارت عطا فرما کر مجدد کے اعلیٰ منصب پر فائز و سرفراز فرمایا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دور میں مذکورہ بالا جو فتن رائج تھے اس کا تدارک و تعاقب آپ نے ایسے حسن اسلوبی سے فرمایا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔۔۔ آپ نے اپنی معرکہ الآراء تصانیف میں علوم فنون کے جو دریا بہائے ہیں اس کی گہرائی ابھی تک کوئی ناپ نہ سکا۔ یہاں تک کہ تمام فرقہ و باطلہ متحد و مجتمع ہو کر بھی امام احمد رضا کے سامنے علمی جنگ میں ٹھہر نہ سکے۔ انہیں مجبور ہو کر اپنے ہتھیار ڈال دینے پڑے۔ میدان علم کی یلغار سے راہ فرار اختیار کرنے والے ندامت و انتقام کی آگ میں جل رہے تھے اور تڑپ رہے تھے مگر کیا کریں؟ اور کیا کر سکتے تھے؟ کیونکہ ان کے دلائل ضعیف و نرم لوہے کی تلوار کی مانند کند ہو چکے تھے۔۔۔ براہین باطلہ کے نیزے ٹوٹ گئے تھے۔ کلک رضا ”ذوالفقار حیدری“ کے جو ہر دکھا رہا تھا۔۔۔ جو بھی اس کی زد میں آتا ہے وہ آنا فنا نا جا کر، مولیٰ کی طرح کٹ کر ترپے لگتا تھا۔ جیش جبار کے اس عظیم مجاہد کی تاب نہ لا سکنے والوں نے اب بزدلانہ و منافقانہ راہ اختیار کی اور ایک منظم و مستحکم سازش کے تحت بے بنیاد، غلط، جھوٹے، مصنوعی، اختراعی، قیاسی، خوابی، اتہاسی، اور الزامی بہتان کے تیروں سے آپ کے دامن کو چھلنی کرنا شروع کیا۔ اپنی تمام جماعتی، تنظیمی، تصنیفی، اجتماعی، اشاعتی، صحافتی، تعلیمی، تدریسی، علمی، عملی، مالی، ملکی، شرتی، سیاسی، سماجی، قومی، قلمی، فعلی اور جانی توجہات کو اپنی تمام تر قوت، طاقت، صلاحیت، وسائل اور اقتدار کے تعاون کے ساتھ صرف امام احمد رضا کی جانب مرکوز کیا اور غایت درجہ کوشاں رہے کہ کسی نہ کسی طرح امام احمد رضا کو غلط و بے بنیاد پروپیگنڈا کا شکار بنا کر ان کی علمی اور بین الاقوامی شخصیت کو مجروح کر دیا جائے کیونکہ اس کے علاوہ ان لوگوں کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔۔۔ کیونکہ امام احمد رضا کے علم کا

لو ہا مسلم تھا، عرب و عجم کے علماء کے مابین آپ کے علم کا چرچہ تھا۔ آپ آسمان علم میں درخشاں آفتاب کی مانند چمک و دمک رہے تھے۔

اب یہاں پر ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ صرف امام احمد رضا محدث بریلوی کے خلاف اتنے وسیع پیمانے پر مہم چلانے کی وجہ کیا ہے؟ حالانکہ اگر تاریخی دستاویز کی روشنی میں ہم اس کی تفتیش اور تحقیق کریں گے تو یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کی پیدائش سے قبل بہت سے علماء حق نے فرقہ و باہیہ نجدیہ ضالہ کے رد و ابطال میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ لیکن ان تمام محترم و معظم علمائے اسلام سے قطع نظر تمام فرقہ و باطلہ اور خصوصاً فرقہ نجدیہ و باہیہ دیوبندیہ کے مکتب فکر نے صرف امام احمد رضا کو ہی کیوں نشانہ بنایا ہے؟ اس سوال کا صحیح حل حاصل کرنے کیلئے ہمیں تاریخ کے کچھ صفحات کو ٹوٹنا پڑے گا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے خلاف جو غلط الزامات عائد کئے گئے ہیں ان میں سے سرفہرست الزامات ہیں وہ حسب ذیل ہیں:-

مولانا احمد رضا خان بریلوی ایک تنگ نظر، کم علم، جھگڑالو، اور بات بات میں کفر کا فتویٰ صادر کر دینے کی عادت رکھنے والے شخص تھے۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی نے علمائے دیوبند کے ساتھ جو اختلافات کئے تھے وہ تمام اختلافات میلاد، قیام، نذرو نیاز، عرس، فاتحہ اور خانقاہی اقتدار کی بنیاد پر مشتمل ہیں۔

حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے صرف تعظیم رسول اور توہین رسول کی بنیاد پر علمائے دیوبند سے اختلاف کیا تھا کیونکہ اسی پر ایمان اور کفر کا دار و مدار ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ان اصولی اختلافات کے علاوہ بہت سے فروعی اختلافات بھی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تعظیم انبیاء و اولیاء کی بنیاد پر صدیوں سے اہل اسلام جو جائز اور مستحب کام کرتے چلے آئے ہیں ان تمام افعال کو وہابی دیوبندی مکتب فکر نے بدعت، ناجائز، حرام، کفر اور شرک کے فتوے دیئے، اس حقیقت کو ہم تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین حضرات اسے بخوبی سمجھ لیں۔۔

بریلوی۔۔ دیوبندی اختلاف

بریلوی، دیوبندی مکتب فکر کے مابین اختلافات کی بنیاد کیا میلاد، قیام، نذرو نیاز، عرس، فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں

وغیرہ ہے؟ کیا انہیں وجوہات کی بناء پر امام احمد رضا محدث بریلوی نے علمائے دیوبند سے اختلاف کیا تھا؟ نہیں، بلکہ اس کی گواہی دیوبندی مکتب فکر کے ایک ذمہ دار مصنف اور مناظر مولوی منظور نعمانی کی زبانی سنیں۔ مولوی منظور نعمانی کی حیثیت علمائے دیوبند کی صف اول کے عالم کی ہے اور ان کا شمار علمائے دیوبند کے اکابرین میں ہوتا ہے، ایک اہم حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے جناب نعمانی صاحب رقم طراز ہیں:-

”شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھتے ہیں کہ میلاد، قیام، عرس، قوالی، فاتحہ، تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی، وغیرہ رسوم کے جائز و ناجائز اور بدعت و غیر بدعت ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہیں، یہی دراصل دیوبندی اور بریلوی اختلاف ہیں مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان ان مسائل میں یہ اختلاف تو اس وقت سے ہے جب کہ دیوبند کا مدرسہ قائم نہ ہوا تھا اور نہ مولوی احمد رضا خاں صاحب پیدا ہوئے تھے، اس لئے ان مسائل کو دیوبندی، بریلوی اختلاف نہیں کہا جاسکتا، علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں کہ ان کے ماننے، نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو کافر یا اہل سنت سے خارج کیا جاسکے۔“

(”فیصل کن مناظرہ“، مصنف:- مولوی منظور نعمانی)

(ناشر: کتب خانہ الفرقان، کچہری روڈ، لکھنؤ، صفحہ: ۶۷۵)

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ میلاد، فاتحہ، قیام، عرس وغیرہ کی بنیاد پر دیوبندی، بریلوی اختلافات کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، تو اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ اختلافات کی بنیاد کیا ہے؟ اور ان بنیادی اختلافات کی ابتداء کب ہوئی؟ اور کس نے کی؟ آئیے تاریخ کے حقائق اور شواہد کی روشنی سے اس سوال کا جواب ڈھونڈیں لیکن اس میں ہم ایک پابندی یہ کریں گے کہ حوالہ صرف مکتبہ فکر دیوبند کی کتاب سے اخذ کریں گے تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہمارے مخالفین نے ہمیں بدنام کرنے کیلئے لکھ مارا ہے۔

تاریخ کے صفحات الٹنے سے پتہ چلے گا کہ فرقہء نجد یہ وہابیہ کی بنیاد محمد بن عبد الوہاب نجدی نے رکھی اور ایک کتاب عربی زبان میں بنام ”التوحید“ تصنیف کی، اس کتاب میں اس نے انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی شان میں جی بھر کے گستاخیاں کیں، اس کتاب کا رد ترجمہ ”تقویت الایمان“ کے نام سے مولوی اسماعیل دہلوی نے برطانوی حکومت کے ایماء و اشارے و نیز مالی تعاون سے کیا، اس کتاب کو پورے ہندوستان میں پھیلا دیا گیا۔ اس کتاب میں جو مضامین تھے وہ اتنے گستاخانہ تھے کہ پورے ہندوستان میں اس کی وجہ سے اختلافات شروع ہو گئے۔

ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں:-

خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی اسماعیل صاحب نے تقویت الایمان اول عربی میں لکھی تھی چنانچہ اس کا ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خاں خورجی کے کتب خانہ میں بھی تھا، اس کے بعد مولانا نے اسے اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سے سید صاحب، مولوی فرید الدین مراد آبادی، مؤمن خان، عبد اللہ خاں علوی بھی تھے اور ان کے سامنے تقویت الایمان پیش کی گئی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے، مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے، ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی، اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے، اس لئے اس کام سے معذور ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں اس لئے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے، گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع یہ ہے کہ لڑ بھڑ کے خود ٹھیک ہو جائیں گے، یہ میرا خیال ہے اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جاوے، ورنہ اسے چاک کر دیا جاوے۔

اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہئے مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہئے، اس پر مولوی عبدالحی صاحب، شاہ اسحاق صاحب اور عبد اللہ خاں و مؤمن خان نے مخالفت کی اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں، اس پر آپس میں گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد بالاتفاق یہ طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں ہے اور اسی طرح شائع ہونی چاہئے چنانچہ اسی طرح اس کی اشاعت ہو گئی۔

”(ارواحِ ثلاثہ“، مرتب: مولوی ظہور الحسن کسلوی)

(ناشر: کتب خانہ امداد الغراء، سہارنپور (یو۔ پی) باب ۶، حکایت ۵۹ صفحہ: ۸۰)

”ارواحِ ثلاثہ“ کی مندرجہ بالا عبارت کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ اور غور و فکر کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے، خصوصاً وہ جملہ کہ ”ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے“ جس کا مطلب صاف ہے کہ اس کتاب میں حد سے زیادہ تشدد اور زیادتی کی گئی ہے کیونکہ جو امور شرک خفی ہیں وہ یقیناً مذموم، مغضوب، معتبور اور ناپسندیدہ ضرور ہیں لیکن اس کے ارتکاب سے مرتکب دائرہ اسلام سے خارج اور زمرہ مشرکین میں شامل نہیں ہو جاتا، مثلاً حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ”الریاء شرک خفی“، یعنی ریا کاری پوشیدہ شرک ہے، ”ریا کاری“ یعنی کہ دکھاوے کیلئے عبادت کرنی یا خود کا شمار تقی، پرہیزگار اور

عبادت گزار میں ہو اس نیت سے دکھاوے کیلئے لوگوں کے سامنے عبادت کرنا، اعمال صالحہ کرنا یا اس کا ذکر کرنا، احادیث میں ریاکاری کی سخت مذمت کی گئی ہے، سخت سے سخت وعیدیں اس کے تعلق سے بیان کی گئی ہیں، یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ ریاکار شخص کی عبادت مقبول نہیں بلکہ مردود ہوتی ہے، ایسا شخص ثواب کے بجائے عذاب کا مستحق ہوتا ہے، نیکی کے بدلے گناہ پاتا ہے، لیکن ایسا شخص اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور نہ ہی اس پر شرک کا اطلاق کیا جاسکتا ہے، البتہ وہ شخص اپنی ریاکاری کی وجہ سے گنہگار ضرور ہے، لیکن اس پر شرک کا فتویٰ صادر نہیں کیا جائے گا، افسوس کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے ایسے مرتکب کو شرک جلی کا مجرم قرار دے کر شرک کے فتوؤں کی ”مثین گن“ چلا دی۔

ایک اور امر بھی غور طلب اور لائق توجہ ہے کہ کتاب کے مصنف کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ میں نے اس کتاب میں تشدد برتا ہے اور اپنے اس تشدد کے نتائج کا اندیشہ و خطرہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ ”اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی“ صرف شورش ہوگی، نہیں کہا بلکہ ”ضرور“ لفظ کے اضافے سے یقین کے درجے میں بات کہی جا رہی ہے کہ اس کتاب کی اشاعت مسلمانوں کے مابین شورش کا باعث بنے گی لیکن مصنف کی شقاوت قلبی کا کیا کہنا کہ اس شورش کو جو کہ مسلمانوں کے درمیان پھیلنے والی تھی اس کو کتنے ہلکے پھلکے انداز میں نظر انداز کرتے ہوئے کہا کہ ”مگر توقع ہے کہ لڑبھڑ کر خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے“ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بقول مصنف لڑبھڑ کر خود ہی ٹھیک ہو جانے والے لوگ کون تھے؟ کیا تقویۃ الایمان کتاب کی اشاعت سے ہندو، مسلم فسادات ہونے والے تھے؟ یا سکھ، مسلم یا سکھ ہندو کے درمیان قومی تناؤ یا جنگ ہونے والی تھی؟ نہیں، کیونکہ اس کتاب کی اشاعت سے دیگر مذاہب کے لوگوں کو کوئی سروکار نہ تھا، ہاں! اگر نسبت تھی تو صرف مسلم قوم کو تھی، کیونکہ یہ کتاب قرآن وحدیث کے حوالوں سے لکھی گئی تھی، قرآن وحدیث سے غلط استدلال کر کے ان امور پہ کاری ضرب لگائی گئی تھی جو صدیوں سے ملت اسلامیہ میں ایمانی اور اسلامی افعال کی حیثیت سے رائج تھے، اس کتاب میں انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی شان میں جو گستاخانہ جملے لکھے گئے تھے وہ نہ صرف کسی بھی مومن کیلئے ناقابل برداشت تھے، بلکہ انبیاء و اولیاء سے محبت کا اظہار کرنے والے جائز اور مستحب کاموں کے کرنے والے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں اہل ایمان کو یک لخت مشرک قرار دیکر ایک عظیم فتنہ برپا کیا گیا تھا لہذا قوم مسلم کی اکثریت نے اس کتاب کی مخالفت کی اور ہر جگہ اس کتاب کی وجہ سے فتنہ و فساد شروع ہو گئے، گھر گھر میں خانہ جنگی، محلوں میں تناؤ، مسجدوں میں مار پیٹ، مدرسوں میں لڑائی، برادری میں تنازعہ، دوستوں میں تضاد رائے، بھائی بھائی میں نظریاتی اختلافات، باپ بیٹے میں عقائدی تضاد وغیرہ یہ سب کچھ صرف مولوی اسماعیل دہلوی کے رسومات زمانہ کتاب ”تقویۃ الایمان“ کی بدولت ہوا، اس وقت سے لیکر آج تک قوم

مسلم، مذہب کے نام پر آپسی جنگ میں ایسی منہمک ہے کہ وہ اپنی ترقی کی جانب نظر التفات کرنا بھی بھول گئی اور ایک عظیم فتنہ جو قیامت تک کے لئے ملت اسلامیہ کے اتحاد کو ناسور کی حیثیت سے ملیا میٹ کر رہا ہے وہ صرف اس کتاب کی وجہ سے ہوا، لیکن وائے حسرتا کتاب کا سنگدل مصنف کتنی بے غیرتی سے کہہ رہا ہے کہ ”لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے“ ٹھیک کیا ہونگے!! بلکہ ملت کا اتحاد ٹھکانے لگا دیں گے، بے غیرت مصنف کی بے جا توقع کا تامہ ماری۔

خیر! جو ہونا تھا وہ ہوا، کتاب کی اشاعت کے مضر اثرات ہمارے سامنے ہیں، اس وقت کے جو حالات تھے اس کا جائزہ لینے کیلئے ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں:- (خود مولوی ابوالکلام آزاد نے اعتراف کیا ہے کہ)

”مولانا اسماعیل شہید، مولانا منور الدین کے ہم درس تھے، شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے ”تقویۃ الایمان“ اور ”جلاء العینین“ لکھیں اور ان کے مسلک کا ملک بھر میں چرچہ ہوا، تو تمام علماء میں ہل چل پڑ گئی“
(آزاد کی کہانی خود آزادی کی زبانی۔ مؤلفہ مولوی عبدالرزاق بلخ آبادی،)
(ناشر:- مکتبہ خلیل، اردو بازار۔ لاہور (پاکستان) صفحہ ۳۸)

پورے ملک میں آگ لگ گئی، عوام کے ساتھ ساتھ علماء میں بھی کھرام مچ گیا، ”تقویۃ الایمان“ کی اشاعت میں انگریزوں نے بھرپور مالی تعاون کیا تھا۔ یہ کتاب بڑی بھاری تعداد میں چھاپ کر ملک کے گوشے گوشے اور کونے کونے تک پہنچائی گئی۔ اس کتاب نے ملت اسلامیہ کے لوگوں کے دن کا چین اور رات کی نیند تک چھین لی، قوم مسلم کا اتحاد و اتفاق چکنا چور ہو گیا، لوگ ایک عجیب ذہنی الجھن کا شکار تھے کیونکہ تقویۃ الایمان میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے تراجم و مفہوم کو توڑ مروڑ کر غلط اور اپنی حسب منشاء تاویلات کی گئیں تھیں، سادہ لوح مسلم قرآن و حدیث کے نام سے متاثر و مرعوب ہو کر بہکاوے میں آگئے اور گمراہیت کے سیلاب میں بہہ گئے، نتیجتاً لاکھوں کی تعداد میں لوگ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور ایک نیا فرقہ بنام ”نجدی وہابی فرقہ“ سرزمین ہندوستان میں نمودار ہوا۔ ملک کا ماحول نئے مذہب کی گندگی سے آلودہ ہو گیا تھا۔ لوگ بے چین تھے۔ پریشان تھے، مضطرب تھے، مغموں تھے، شش و پنج میں تھے، تذبذب میں تھے، ایسے پراگندہ ماحول میں علمائے حق کی ایک جماعت اٹھ کھڑی ہوئی اور اس جماعت کے علماء اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دیتے ہوئے وہابی نجدی فتنے کا سد باب کرنے کیلئے گرجوئی سے میدان عمل میں آئے اور اپنی حسب استطاعت خدمات انجام دیں۔ جس کی تفصیل اختصار کیساتھ پیش خدمت ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ”تقویۃ الایمان“ کے رد میں اس وقت تقریباً تیس ۳۰ سے زائد کتابیں تصنیف کی

گئیں اور متعدد علماء کرام نے تردید کا نام لے کر انہیں دیئے، ان علمائے کرام میں سے چند مشہور و معروف علمائے حق کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:-

(۱) امام منطق و فلسفہ حضرت علامہ مفتی فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہوں نے اسماعیل دہلوی سے ۱۲۴۰ھ میں دہلی کی جامع مسجد میں مناظرہ کیا اور مولوی اسماعیل دہلوی کو شکست فاش دی، علاوہ ازیں آپ نے اسماعیل دہلوی کے رد میں ”امتناع النظیر“ اور ”تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ“ کتابیں لکھیں۔

(۲) مولوی ابوالکلام آزاد کے والد حضرت مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ نے دس مہینوں کے درمیان ”رجم الشیاطین“ کے نام سے ”تقویۃ الایمان“ کا رد لکھا۔

(۳) حضرت مولانا فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تقویۃ الایمان کے رد میں ”سوط الرحمن“ اور ”سیف الجبار“ کتابیں لکھیں۔

(۴) حضرت مولانا مفتی صدر الدین آزرودہ۔

(۵) حضرت مولانا منور الدین دہلوی جنہوں نے اسماعیل دہلوی سے مناظرہ کیا، متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں اور حرمین شریفین سے فتویٰ منگوايا۔

(۶) حضرت مولانا رشید الدین دہلوی۔

(۷) حضرت مولانا مخصوص اللہ دہلوی۔

(۸) حضرت علامہ رحمت اللہ کیرانوی۔

(۹) حضرت مولانا شجاع الدین خاں۔

(۱۰) حضرت مولانا شاہ محمد موسیٰ۔

(۱۱) حضرت مولانا عبدالغفور اخوند پیر طریقت۔

(۱۲) حضرت مولانا میاں نصیر احمد سواتی۔

(۱۳) حضرت مولانا حافظ دراز پیشاوری شارح بخاری شریف۔

(۱۴) حضرت مولانا محمد عظیم اخوند سواتی۔

(۱۵) حضرت مولانا شاہ احمد سعید مجھدی۔

(۱۶) حضرت مولانا شاہ عبدالمجید بدایونی۔

(۱۷) حضرت مولانا کفایت اللہ کافی مراد آبادی۔

علاوہ ازیں ملک کے طول و عرض سے متعدد علمائے کرام نے وہابی نجدی فرقہ کے رد میں اپنی ناقابل فراموش خدمات پیش کیں۔ مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کے ہم عقیدہ عناصر پر کفر کے فتوے صادر فرمائے۔ ایک اقتباس ہدیہ ناظرین ہے:-
”ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منور الدین نے دکھائی۔ متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۲۴۰ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد دھلی میں کیا۔ تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا، پھر حرمین سے فتویٰ منگایا۔“

(”آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی“ مؤلف: مولوی عبدالرزاق بلخ آبادی)

(ناشر: مکتبہ خلیل، لاہور (پاکستان) صفحہ نمبر: ۴۸)

ہندوستان اور حرمین شریفین کے علمائے کرام نے عقائد وہابیہ نجدیہ کے خلاف فتاویٰ صادر فرما کر ملت اسلامیہ کی عظیم خدمت انجام دی اور سادہ لوح مسلمانان ہند کو ان کے دام فریب سے بچایا۔ حضرت مولانا منور الدین رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر خدا کی رحمت کے کروڑوں پھول قیامت تک نازل ہوں کہ انہوں نے ملت اسلامیہ کی خدمت کیلئے تمام علمائے حق کو متحد کیا، ان علماء سے عقائد باطلہ ضالہ نجدیہ کے خلاف فتویٰ مرتب کرایا، یہاں تک کہ حرمین شریفین سے فتویٰ منگایا۔ ان کا یہ احسان مسلمانان اہل سنت قیامت تک یاد رکھیں گے۔

علمائے ہند اور علمائے حرمین شریفین کے فتاویٰ نے فرقہ نجدیہ وہابیہ کے عقائد باطلہ ضالہ سے عوام کو متنبہ اور متنفر کر دیا۔ ان کی بے دینی ظاہر ہو گئی۔ عوام اب ان کے کفریات سے مطلع ہو کر ان کو ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ وہابی اب قوم مسلم سے کٹ کر الگ ہو گئے تھے۔ کیونکہ اب علماء و عوام وہابیوں کے حق میں اتنے سخت تھے کہ ان کی سختی کا اندازہ مولوی ابوالکلام آزاد کے والد مرحوم حضرت مولانا خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات سے ہو جائے گا۔ خود مولوی ابوالکلام آزاد نے اپنے والد کے نظریات کا تذکرہ اس طرح کیا ہے کہ:-

”وہ وہابیوں کے کفر پر وثوق کے ساتھ یقین رکھتے تھے، انہوں نے بارہا فتویٰ دیا کہ وہابیہ یا وہابی کے ساتھ نکاح جائز

نہیں۔“

(”آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی“ مؤلف: مولوی عبدالرزاق بلخ آبادی)

(ناشر: مکتبہ خلیل، لاہور (پاکستان) صفحہ نمبر: ۱۳۵)

اب ہم، پھر ایک مرتبہ تاریخ کوٹوالیس مذکورہ بالا حالات اور ماحول ۱۲۴۰ھ اور ۱۲۴۶ھ کے درمیان کا ہے کیونکہ مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان ۱۲۴۰ھ میں تصنیف کی تھی اور مولوی اسماعیل دہلوی کو صوبہ پنجاب اور سرحد کے سنی مسلمانوں نے بمقام بالاکوٹ ۱۲۴۶ھ میں قتل کر دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے عقائد وہابیہ کی سرحد میں تشہیر کی تو سرحد کے سنی مسلمانوں نے اس کا انکار کیا اور مخالفت کی تو مولوی اسماعیل دہلوی نے کفر کا فتویٰ دیکر ان پر جنگ مسلط کر دی، اسی جنگ میں وہ مارا گیا۔

اب ہم تاریخی شواہد کی روشنی میں ایک اہم مرحلہ پر آ پہنچے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ:-

☆ مولوی اسماعیل دہلوی کی پیدائش: ۱۲۰۰ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ

☆ مولوی اسماعیل دہلوی کی موت: ۲۴ ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ

☆ امام احمد رضا محدث بریلوی کی پیدائش: ۱۰ اشوال ۱۲۷۲ھ

☆ امام احمد رضا محدث بریلوی کا وصال: ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ

مذکورہ حقیقت کی بناء پر مولوی اسماعیل دہلوی کی موت اور امام احمد رضا محدث بریلوی کی پیدائش کے درمیان ۲۶ سال کا فاصلہ ہے اور ۱۲۴۰ھ میں تقویۃ الایمان شائع ہوئی اور علمائے حق نے فرقہ وہابیہ نجدیہ کے عقائد باطلہ پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا وہ وقت امام احمد رضا محدث بریلوی کی پیدائش سے تقریباً ۳۲ سال قبل کا تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ۱۲۴۰ھ میں سب سے پہلے وہابیوں پر کفر کا فتویٰ دینے والے اس وقت کے علمائے وقت کیا ”بریلوی“ تھے؟ کیا انہوں نے امام احمد رضا محدث بریلوی کے کہنے اسکا نے، مشتعل کرنے، اور بہکانے کی وجہ سے کفر کا فتویٰ دیا تھا؟ نہیں، ہرگز نہیں، کیونکہ جب یہ فتویٰ دیا گیا تھا اس وقت تک امام احمد رضا اس دنیا میں تشریف بھی نہیں لائے تھے بلکہ اس فتویٰ کے تقریباً ۳۲ سال کے بعد آپ کی ولادت ہوئی ہے۔

ایک اہم بات کی وضاحت یہاں پر کر دینا اشد ضروری ہے کہ ۱۲۴۰ھ میں علمائے اسلام نے فرقہ وہابیہ نجدیہ پر کفر کا جو فتویٰ دیا تھا، وہ فتویٰ دینا ایسا ضروری تھا کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ ملت اسلامیہ پر امنڈ کر آنے والے نجدی فتنہ کے سیلاب کے سامنے وہ فتویٰ اپنی دیوار کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس وقت ماحول یہ تھا کہ مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کے ہممنادوں کی بے اعتدالیوں حد سے تجاوز کر گئی تھیں۔ لاکھوں کی تعداد میں مسلمانان اہل سنت کو کافر اور مشرک قرار دے کر ان کے اموال کو لوٹنا اور ان کو بے دردی اور بے رحمی سے موت کے گھاٹ اتارنا ایک معمولی بات تھی۔ بے قصور مسلمانوں پر ظلم و

ستم اس لئے روار کھے گئے تھے کہ انہوں نے وہابی نجدی عقائد تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا۔ ایک تاریخی دستاویز پیش خدمت ہے:-

”۱۸۳۰ء میں سید احمد بریلوی اور محمد اسماعیل دہلوی نے پیشاور، مردان اور سوات کی مسلم آبادی کو بڑور شمشیر محکوم بنا کر سردار پائندہ خان کو پیغام بھجووائے اور خود لکھر بیعت کی دعوت دی، جب وہ بیعت پر تیار نہ ہوا تو سید صاحب نے اس پر کفر کا فتویٰ لگا کر چڑھائی کر دی۔“

(”تاریخ تاولیاں“ مصنف:- سید مراد علی علیگڑھی، ناشر مکتبہ قادریہ لاہور (پاکستان) کا لغات، صفحہ نمبر: ۲)

(از محمد عبدالقیوم جلوال)

صرف بیعت نہ کرنے کے جرم میں کتنی بڑی سزا دی جا رہی ہے، سردار پائندہ خان کا جرم کیا تھا؟ صرف یہی کہ اس نے وہابی نجدی عقائد قبول کرنے اور وہابیوں کے پیشوا کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کیا گویا کفر کا فتویٰ لگانا ایک معمولی بات تھی کہ دھڑاک سے لگا دیا؟ کیا اپنی ٹولی اور گروہ میں شمولیت سے انکار کرنے والے کو اس طرح کفر کے فتوے سے نوازنا مناسب ہے صرف پائندہ خان ہی نہیں بلکہ سرحدی علاقے میں بسنے والے بے شمار مسلمان عوام اور ان قبائل کے سردار بھی اسی طرح وہابی نجدی لشکر کے ظلم و تشدد کا نشانہ بنے تھے۔ بے گناہ اور بے قصور مسلمانوں کو اپنا شکار بنانے کیلئے وہابیوں کے مقتدر اکیسی کیسی ترکیبیں اور حیلے بہانے ایجاد کرتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں:-

”یہاں پر دو معاملے درپیش ہیں، ایک تو مفسدوں اور مخالفوں کا ارتداد ثابت کرنا اور قتل و خون کے جواز کی صورت نکالنا اور ان کے اموال کو جائز قرار دینا۔“

(”مکتوب سید احمد شہید“ (اردو ترجمہ) مترجم:- سخاوت مرزا)

(ناشر:- نفیس اکیڈمی کراچی (پاکستان) صفحہ نمبر ۲۴۱)

ایک اور تاریخی شہادت پیش خدمت ہے:-

”آپ کی اطاعت تمام مسلمانوں پر واجب ہوئی، جو آپ کی امامت سرے سے تسلیم نہ کرے یا تسلیم کرنے سے انکار کر دے، وہ باغی مستحل الدم ہے اور اس کا قتل کفار کے قتل کی طرح خدا کی عین مرضی ہے معترضین کے اعتراضات کا جواب تلوار ہے، نہ کہ تحریر و تقریر۔“ (”سیرت سید احمد شہید“ مصنف: سید ابوالحسن علی ندوی)

(ناشر: ایم، ایچ سعید اینڈ کمپنی۔ کراچی (پاکستان) صفحہ نمبر ۲۸۵)

مذکورہ دونوں اقتباسات کا گہری نظروں سے مطالعہ فرمائیں اور غور و فکر کریں کہ وہابی نجدی گروہ کے مقتدا کیسے کیسے ہتھکنڈے ایجاد کرتے تھے۔ تلوار کی طاقت کے بل بوتے پر وہابیت پھیلانے میں ایسے جری تھے کہ عقائد باطلہ کو تسلیم نہ کرنے والے سادہ لوح مسلمانوں پر عناداً کفر کے فتوے تھوپے اور ان فتوؤں کی آڑ میں مسلمانوں کا مال لوٹنا اور انہیں قتل تک کرنا جائز قرار دیا، صرف جائز ہی نہیں قرار دیا بلکہ خدا کی عین مرضی قرار دے کر اپنی شقاوت قلبی کا ثبوت دیا۔

اسلامی تاریخ کے سیاہ اوراق کی حیثیت سے وہابی نجدی تحریک ہمیشہ بدنام رہے گی کیونکہ اس تحریک کو نام نہاد ”جہاد“ کہہ کر اس کے ضمن میں بے گناہ و بے قصور مسلمانوں پر ظلم و ستم، تعصب و تشدد اور جبری تسلط کے وقت صرف اسلامی اخلاق و روایات اور جذبہ اخوت ہی نہیں بلکہ انسانیت کا بھی سرعام خون کیا گیا۔ تفریق بین المسلمین، تذلیل المسلمین، تہدیک المسلمین، تکفیر المسلمین اور قتل المسلمین کا بازار اتنا گرم تھا کہ وہابی نجدی لشکر کے نام نہاد مجاہدین کے نزدیک ایک کلمہ گو مسلمان کو مار ڈالنا اور ایک چیونٹی کو مسل و بنا دونوں برابر تھا۔ لوگوں کے جان، مال حتیٰ کہ اس کے ایمان کا فیصلہ بھی وہابیوں کے ہاتھوں میں تھا۔ کون مؤمن؟ کون کافر؟ کون مرتد؟ کون مشرک؟ کون زندہ رہنے کا حقدار؟ کس کو مرنا چاہئے؟ ان تمام امور کے فیصلے وہابی نجدی فرقے کے امام اول کے اشارے پر ہوتے تھے، اگر وہابیوں کے مقتدا کو امیر المؤمنین تسلیم کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے اور ان کے عقائد باطلہ ضالہ سے اتفاق کر لیا تو اب مؤمن و متقی پر ہیروز گار، مجاہد و غازی کے القابات سے نوازش ہو رہی ہے اور ہمیشہ سلامت و عیش میں رہو، کے نعرے بلند ہوں اور اگر کوئی عاشق رسول ﷺ اپنی فراست ایمانی سے ان وہابیوں کی حقیقت سے واقف ہو کر ان کے عقائد فاسدہ سے اختلاف کر کے بیعت ہونے سے انکار کرے تو وہ بیچارہ ان ظالموں کے غضب و تشدد کا شکار بننا ہی سمجھو۔ کافر، مشرک، مرتد، بدعتی کے الزامات کے نوکیلے کانٹے اس کے قلب کو چھلنی کرنے کیلئے تیار ہی تھے اور ساتھ ہی اس پر کافر و مشرک کے فتاوٰ اصادر کر کے، خود ساختہ وہابیوں کے امیر المؤمنین ایما و اشارے پر اس کے ساتھ ہر طرح کا ظلم و ستم جائز سمجھا جاتا تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ مقتولین کی بیواؤں کو ایام عدت میں بھی ان کے ساتھ جبراً نکاح کا ناک کھیل کر اپنی ہوس پورا کرنے کیلئے گھروں سے گھسیٹ کر اٹھالے جاتے تھے۔

یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ ان تمام واقعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے، اگر ان تمام واقعات ظلم و ستم کی بالاستیعاب تفصیلی معلومات حاصل کرنی ہو تو فقیر کی تصنیف کردہ کتاب ”بھارت کے دوست اور دشمن“ و نیز ”اسلام اور بھارت کے خدا رکون؟“ کا مطالعہ کریں۔

الحقصر! کفر اور شرک کے فتوے اتنے عام کر دیئے گئے تھے کہ اس دور میں ایک مسلمان کو کافر قرار دینا ہر کام سے زیادہ

آسان تھا، حالانکہ کسی مسلمان پر کفر کا فتویٰ دینا مشکل سے مشکل کام ہے۔ متکلم، کلام، تکلم، الزام، لزوم، تاویل، صراحت، احتمال، ایہام، ظاہر معنی کلام، لغوی پہلو، محاورات، اصطلاح، الفاظ ظن خیر، وصول نیت، وغیرہ اہم اہم اور ضروری امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے جب وجہ کفر ”اظہر من الشمس“ کی طرح ثابت ہو، تب کہیں کفر کا فتویٰ صادر کیا جاتا ہے۔ بلکہ حتی الامکان یہ کوشش کی جاتی ہے کہ اس کے قول کے کوئی مناسب تاویل کر کے بھی اس کو کفر سے بچایا جائے۔ لیکن یہاں تو اندھا دھند بات بات میں کفر و شرک کے فتوے کی مشین گن ہی چلائی جا رہی تھی۔

علمائے اہل سنت نے فرقہ و بابیہ نجد یہ پر کفر کے فتاوے صادر فرمائے اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ تقویۃ الایمان میں انبیاء کرام اور بزرگان دین کی مقدس بارگاہوں میں ایسے ایسے ناپاک اور گستاخانہ جملے لکھے گئے تھے جو اصول عقائد اور شروط ایمان کے رو سے یقیناً کفر پر مشتمل تھے۔ جن کا لکھنا، سننا، روارکھنا خلاف ایمان تھا لیکن پھر بھی علمائے اہلسنت نے ضبط اور تحمل کا دامن نہ چھوڑا، اتمام حجت کے تمام شرائط پورے کرنے کے بعد ان عبارات پر غور و فکر کیا، قرآن و حدیث کی روشنی میں ان کو پرکھا، ضروریات دین کے اصول و قوانین کے ترازو میں تولی، علمائے متقدمین کی معتبر و مستند کتب سے ٹٹولا، تاویلات کے امکانات بھی جانچے، لیکن ہر طرف سے جب وہ ناکام و مایوس ہو گئے تب انھوں نے مفاد دین اور دینی بھائیوں کے ایمان کے تحفظ کی نیت خیر کو ملحوظ رکھ کر تکفیر فرمائی۔ ایک حوالہ:

”ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابتداء میں مولانا اسماعیل اور ان کے رفیق اور شاہ صاحب کے داماد مولانا عبدالحی کو بہت کچھ فہمائش کی اور ہر طرح سے سمجھایا، لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث و رد میں سرگرم ہوئے۔“
 (”آزاد کی کہانی خود آزادی زبانی“ مؤلف: مولوی عبدالرزاق طلیح آبادی)

(ناشر: مکتبہ خلیل، لاہور (پاکستان) صفحہ نمبر: ۴۸)

مندرجہ بالا عبارت میں خود مولوی ابوالکلام آزاد اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت مولانا منور الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اتمام حجت کا فریضہ انجام دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ روبرو جا کر افہام و تفہیم کے ذریعہ بھی کوشش فرمائی لیکن جب سنگ دل پگھلا ہی نہیں، تب اس پر حکم شرعی نافذ کر کے اپنی شرعی ذمہ داری کو پورا کیا۔

توجہ طلب

قارئین کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ آپ اپنی توجہات عمیق سے اس دور کے حالات کا جائزہ لیں اور تجزیہ

فرمائیں کہ کفر کے فتوے کی ابتداء کہاں سے ہوئی ہے؟ کس نے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں مسلمانوں کو کافر اور مشرک کہا؟ اور ملت اسلامیہ کے ساتھ ظلم و ستم کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی، غالباً نہیں بلکہ یقیناً آپ کا نتیجہ فکر یہی ہوگا کہ فرقہ و ہابیہ نجدیہ کے اکابرین و متوسلین نے، دوسری جانب یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ ان ظالم و ہابیوں کے خلاف حکم شرعی نافذ کرنے والے علمائے حق نے کتنی احتیاطوں کو ملحوظ رکھ کر تکفیر فرمائی ہے۔

مزید ایک بات بھی آپ مستقلاً ذہن نشین رکھیں کہ ان تمام حوادث میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کا کہیں بھی ذکر نہیں آیا اور یقینی بات ہے کہ ان کا ذکر ابھی نہیں سکتا، کیونکہ ابھی آپ دنیا میں تشریف بھی نہیں لائے تھے۔ یہ سارا ماحول آپ کی ولادت سے ربع صدی قبل کا ہے، جس سے ہم ایک نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ کفر کا فتویٰ دینے کی ابتداء کرنے کا امام احمد رضا پر جو الزام عائد کیا جا رہا ہے وہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ آپ یہ حقیقت جان کر حیرت زدہ ہوں گے کہ جس کو بات بات میں کفر کا فتویٰ دینے والا کہہ کر بدنام کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی اس امام احمد رضا محدث بریلوی نے امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی پر کفر کا فتویٰ دینے سے احتیاط کرتے ہوئے ”کف لسان“ فرمایا۔ جس کی تفصیل آپ اگلے صفحات میں ملاحظہ کریں گے۔

دور حاضر میں مسئلہ تکفیر کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی کے خلاف جو تحریک چلائی جا رہی ہے وہ اتنے وسیع پیمانے پر ہے کہ حقیقت سے نا آشنا بہت سے حضرات اس کے دام فریب میں آگئے ہیں اور نادانانہ قیامت کی وجہ سے امام احمد رضا کی مخالفت و تذلیل میں نہ جانے کیا کیا کہتے اور کرتے رہتے ہیں۔ کفر کے فتوے کی تمام تر ذمہ داری صرف اکیلے امام احمد رضا کی سرکھوپا جا رہی ہے، بلکہ اس میں حدودِ غلو بھی کیا جا رہا ہے۔ اس سازش میں مکتبہ دیوبند اکیلا نہیں بلکہ تمام فرقہ و باطلہ اس میں شامل ہیں حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے کہ جبکہ ان میں آپس میں اصولی اور فروعی اختلافات وسیع پیمانے پر ہیں لیکن ”دشمن کا دشمن اپنا دوست“ اس نظریہ کے تحت انہوں نے صرف امام احمد رضا محدث بریلوی کی دشمنی میں باہم اتحاد کیا ہے، لیکن اس اتحاد کی وجہ کیا ہے؟ صرف یہی کہ تمام کے سینے کلک رضا کے نیزے کی مار سے چھلنی ہیں۔ امام احمد رضا نے تمام فرقہ باطلہ کی تردید میں نمایاں کردار ادا فرمایا ہے اور وہ کردار صرف اصولی مسائل تک ہی محدود نہیں بلکہ فروعی مسائل میں بھی جہاں جہاں باطل پرستوں نے رخنہ اندازی کی وہاں وہاں امام احمد رضا نے ان کا تقاب کیا اور اپنی نادر روزگار تصانیف سے ان کو قیامت تک کیلئے ساکت اور مبہوت کر دیا۔ جہاں تک فرقہ و ہابیہ نجدیہ کا معاملہ ہے وہاں یہ حقیقت بھی پوشیدہ نہیں کہ ہندوستان میں جب اس فرقہ کا باطلہ کا وجود نمودار ہوا تو اس وقت کے بہت سے علمائے اہلسنت نے اس کا سد باب فرمایا

یہاں تک کہ کفر کے فتوے بھی صادر فرمائے لیکن اس وقت کے ان تمام علمائے اہلسنت سے اعراض کر کے صرف امام احمد رضا محدث بریلوی ہی کو کیوں نشانہ بنایا گیا ہے؟ اور اپنی تمام تر طاقت و قوت صرف امام احمد رضا کی شخصیت کو مجروح کرنے کیلئے کیوں استعمال کی جا رہی ہے؟

بلاشبک وشبہ! ۱۲۴۰ھ کے پرفتن دور کے علمائے حق نے فرقہ و ہابیہ کی تردید اور بے بنیاد گئی میں اہم اور نمایاں کردار ادا کیا اور فرقہ و ہابیہ کی بنیادیں ہلادیں لیکن ان حضرات کی یہ خدمات اصولی مسائل تک محدود تھیں۔ علاوہ ازیں وہ دور وہابیت کا ابتدائی دور تھا اور اس وقت عقائد کے تعلق سے چند ہی گمراہ کن کتابیں رائج تھیں لیکن امام احمد رضا کے دور میں سینکڑوں اصولی مسائل میں فساد، بے شمار فروعی مسائل میں تنازعہ، بے شمار وہابی مولوی، کثرت سے ان کے مدارس، وسیع پیمانے پر مشتمل تنظیمیں، اشاعتی وسائل وغیرہ ایک مسلح فوج کی حیثیت سے فرقہ و ہابیہ اپنے شباب پر تھا اس پر طرہ یہ کہ اس فرقے کو حکومت برطانیہ کی پشت پناہی حاصل تھی ایسے نازک حالات میں امام احمد رضا نے تنہا ہر محاذ پر ان کا ایسا مقابلہ فرمایا کہ ان کی بنیادیں اکھڑ دیں۔ ماضی کے تمام علمائے اہلسنت نے مجموعی طور پر فرقہ و ہابیہ کی تردید میں جو خدمات انجام دی تھیں اس سے کئی گنا زیادہ تردیدی خدمات امام احمد رضا نے تنہا انجام دیں۔ مکتبہ فکر وہابیہ دیوبند یہ سے جب بھی کوئی گمراہی اٹھی، چاہے اس کا تعلق اصول دین سے ہو یا فروع دین سے ہو، بریلی سے اس کا دندان شکن جواب دیا گیا اور حالت یہ ہو گئی تھی کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کے قلم کی جلالت علمی سے پوری دنیائے وہابیت تھر تھر کانپ رہی تھی۔ امام احمد رضا کے پیش کردہ دلائل و براہین کا جواب دینے سے دنیائے وہابیت کے تمام مصنفین عاجز و قاصر تھے۔

فرقہ و ہابیہ کے علاوہ اور بھی بہت سارے فرقے سر اٹھائے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے دانشور، ماہرین، علماء، فضلاء، ادباء، محدث، مفکر، مفسر، مؤرخ، سائنسدان وغیرہ اس کے حامی، ناشر اور بانی تھے لیکن جب وہ امام احمد رضا کے قلم کی زد میں آئے تو میدان علم کی جنگ میں گاجر اور مولیٰ کی طرح کٹ گئے۔ بڑے بڑے ماہرین فن اور دنیوی علوم جدیدہ کے اعلیٰ عہدوں پر فائز نامور لوگ امام احمد رضا کی کہنی دلیلوں کی ضربیں کھا کر چکنا چور ہو گئے۔ امام احمد رضا کی تصانیف کا جواب لکھنے کی ہمت کرنے کا تصور کرنے والے بڑے بڑے قلم کاروں کے ہاتھ کانپ رہے تھے، ان کے قلم کی نوکیں کند ہو چکیں تھیں۔

لہذا! انہوں نے مکر و فریب کی راہ اختیار کی۔ علمی دلائل سے صرف نظر کر کے انہوں نے جھوٹ کا دامن تھاما، الزامات، افتراء، بہتان اور جھوٹی تہمتیں گھڑنی شروع کیں اور اس میں اتنے منہمک ہوئے کہ دیگر فرقہ و باطلہ کے افراد سے اتحاد کر کے امام احمد رضا کے خلاف مستقل طور پر ایک منظم سازش کی مہم چلائی اور دن بدن اسے فروغ دیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شان حق گوئی بے مثال تھی۔ حق گوئی کا فریضہ انجام دینے میں آپ نے کسی کی بھی رعایت نہیں کی۔ کبھی بھی یہ نہ دیکھا کہ یہ اپنا ہے یا پرانا؟ بلکہ شریعت مصطفیٰ کے خلاف جس نے بھی سر اٹھایا یا صدائے بے دینی بلند کی تو آپ نے اس کا ایسا تعاقب فرمایا کہ وہ بے صدا ہو گیا۔ کچھ اپنے کہلانے والوں نے فروعی مسائل میں غیر اسلامی نظریات اختیار کئے۔ کسی نے بدعات مرد کو فروغ دینے کی کوشش کی، کسی نے عقیدت کے معاملے میں غلو کر کے حدود شرعیہ سے تجاوز کرنے کی راہ اختیار کی، ایسے وقت میں آپ نے یہ نہ دیکھا کہ یہ سنی ہے، اپنے ہیں، ان کے ارتکاب کو روکا رکھا جائے بلکہ آپ نے صرف اور صرف احکام شریعت کا لحاظ کیا اور ان کے غیر مشروع ارتکاب کے خلاف صدائے حق بلند فرمائی۔ نتیجہ ایک بڑا گروہ بھی دانستہ یا غیر دانستہ صرف اناہیت، ذاتی مفاد، بغض، عناد اور اپنے ارتکاب جرم پر کی گئی شرعی گرفت کا انتقام لینے کے جذبے کے تحت امام احمد رضا محدث بریلوی کا مخالف بن گیا اور انہوں نے الگ طور سے مخالفت کرنے والی ایک الگ لابی کھڑی کر دی۔ پرائے اور اپنے دونوں کی مخالفت نے ماحول کو اتنا پر آگندہ کر دیا ہے کہ امام احمد رضا کو صرف تنقیدی نظر سے ہی دیکھا جا رہا ہے۔ یہی سبب ہے کہ جتنی مخالفت امام احمد رضا محدث بریلوی کی کی گئی ہے، کی جا رہی ہے اور کی جائیگی اتنی مخالفت آج تک کسی بھی مجدد کی نہیں کی گئی اور غالباً مستقبل میں اور کسی مجدد کی نہیں کی جائے گی لیکن الزامات کے بادلوں میں پوشیدہ ہو جانے کی وجہ سے صداقت کے آفتاب کا وجود ہرگز ختم نہیں ہوتا۔ بدلیاں دھیرے دھیرے بٹتی جاتی ہیں اور آفتاب نظر آنے لگتا ہے۔ الحمد للہ! ایک عرصہ دراز تک غلط فہمی اور بے بنیاد الزامات کی گھنگور گھٹاؤں میں اوجھل رہنے کے بعد امام احمد رضا کی شخصیت صداقت کے آفتاب کی طرح اب درخشاں ہو رہی ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مخالفین کی کثرت کی کبھی بھی پرواہ نہیں کی کیونکہ۔

مجھ کو رسوا بھی اگر کوئی کہے گا تو یونہی

کہ وہی نہ، وہ رضا، بندہ رسوا تیرا

لیکن! افسوس!!

الہٰیست کے ان علماء حضرات (الاماماء اللہ) پر جنہوں نے ان الزامات کی عقدہ کشائی کرنے میں کوتاہی اور کامیابی کی امام احمد رضا کے خلاف لگائے جانے والے بے بنیاد الزامات سے امام احمد رضا کتنے بری ہیں اس حقیقت کی وضاحت کرنے میں تغافل برتا بلکہ سکوت اختیار کیا یا ایسے غیر ذمہ دارانہ جوابات دیئے کہ مخالفین کو اپنے دعوے کو قوی کرنے کا مواد فراہم

کر دیا۔ جن بدعات قبیحہ کی امام احمد رضا نے شدت سے تردید فرمائی ہے ان بدعات میں ملوث لوگوں کے سامنے ”والنھی عن المنکر“ کا فریضہ انجام دینے سے باز رہے امام احمد رضا کا نام لیا مگر کام ترک کر دیا، عوام اہلسنت میں مقبول و مشہور و محبوب ہونے کی غرض سے اعلیٰ حضرت کا نام اچھل کر لیا مگر مسلک اعلیٰ حضرت کی صحیح ترجمانی و صحیح خدمت کی طرف التفات نہ کیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے فرقہ و نجدیہ وہابیہ کے رد و ابطال کی خدمت انجام دینے کے ساتھ ساتھ دیگر فرقہ باطلہ کی سرکوبی میں بھی ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے علاوہ ازیں سینوں میں رائج بدعات و غیر اسلامی رسومات کے خلاف بلا خوف و لومۃ لائم اپنا قلم چلا کر یہ ثابت کر دیا کہ شریعت کے مقابلے میں یہاں اپنے اور پرائے کا لحاظ نہیں کیا جاتا، بلکہ احقاق حق اور ابطال باطل میں شریعت مطہرہ کی سختی کیساتھ پابندی کی جاتی ہے اور امر بالمعروف و النھی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے میں کسی قسم کی کوتاہی اور کاہلی نہیں کی جاتی۔ ہمارے اس دعوے کے ثبوت میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمة والرضوان کی معرکہ الآراء تصانیف شاہد عدل ہیں۔ جس کا تفصیلی جائزہ اگلے صفحات میں آ رہا ہے، جس کے مطالعہ سے امام احمد رضا کی شان تہلیب فی الدین اور شان اعلاء کلمۃ الحق کا پتہ چلے گا۔

اب ہم مختلف عنوانات کے تحت ہر فتنے کا تفصیل سے ذکر کرتے ہیں سب سے پہلے ہم موجدین فتنہ کی رسوائے زمانہ کتابوں سے ان کی گمراہ کن اور گستاخانہ عبارتیں لفظ بلفظ نقل کریں گے۔ طوالت کے خوف سے عبارتوں پر تبصرے سے گریز کرتے ہوئے ہم یہ بتائیں گے کہ ان فتنوں کے رد میں امام احمد رضا نے حق پرستی کا حق کس طرح ادا کیا۔

(۱) فتنہ انکار علم غیب نبی ﷺ

فرقہ و نجدیہ وہابیہ کے اکابر علماء نے انبیائے کرام اور اولیائے عظام کے علم غیب کا صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ غیر خدا کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر اور مشرک کہا، مثلاً:-

مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ:-

”کسی نبی، ولی یا امام و شہید کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے“۔

(”تقویۃ الایمان“ مصنف مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر:- دارالسلفیہ، بمبئی صفحہ: ۴۷)

مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ:-

”حضرت ﷺ کو علم غیب نہ تھا نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے، اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا، صریح شرک ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ، کامل، از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند (یو پی) (ص: ۱۰۳)

یہاں تک تو علم غیب کے تعلق سے فرقہء وہابیہ نجدیہ کے مولویوں نے انبیاء و اولیاء کے علم غیب کا انکار کیا اور انبیاء و اولیاء کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو مشرک لکھا لیکن آگے چل کر ان کے حوصلے اتنے بڑھے کہ حضور اقدس، علم ماکان و مایکون ﷺ کے علم غیب کو عام انسان، بچوں، پاگلوں، اور جانوروں سے تشبیہ دی۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ:-

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کی جانا، اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے“

(حفظ الایمان مصنف مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: دار الکتاب دیوبند (یو پی) (صفحہ: ۱۵)

اس کے بعد فرقہء وہابیہ کے علماء کے حوصلے اور بڑھے۔ تو بین و تنقیص رسالت میں ایسا گستاخانہ طرز اختیار کیا کہ معاذ اللہ شیطان کیلئے علم غیب ثابت مانا لیکن حضور اقدس ﷺ کیلئے علم غیب ماننا شرک بتایا۔

مولوی خلیل احمد انیٹھوی نے لکھا ہے کہ:-

”الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے۔“

(براہن قاطعہ مصنف مولوی خلیل احمد انیٹھوی، ناشر: کتب خانہ امدادیہ دیوبند (یو پی) (صفحہ: ۵۵)

مندرجہ بالا اقتباسات علمائے دیوبند کے اکابر علماء کی تصانیف سے درج کئے گئے ہیں، حالانکہ ان کے اصغر علماء نے بھی علم غیب کے تعلق سے ایسی گندی گیندی عبارتیں لکھیں ہیں کہ مومن کبھی بھی اس کو گوارا نہیں کر سکتا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے تمام اکابر و اصغر علماء فرقہء وہابیہ نجدیہ دیوبندیہ کا تعاقب فرمایا اور ان کے رد میں متعدد تصانیف مرتب فرمائیں۔ صرف علم غیب کے مسئلہ پر امام احمد رضا کی تصانیف جو میری ناقص معلومات میں ہیں وہ حسب

ذیل ہیں:-

(۱) انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفی ۱۳۱۸ھ

(۲) اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ماکان وما یكون ۱۳۱۸ھ

(۳) انباء الحیء ان کلامه موصون تبیان لكل شیء ۱۳۱۸ھ

(۴) مالی الجیب بعلوم الغیب ۱۳۱۸ھ

(۵) الدولة المکیة بالمادة الغیبیہ ۱۳۲۳ھ

(۶) ظفر الدین الجید ملقب به بطش غیب ۱۳۲۳ھ

(۷) الفیوضات الملکیہ لمحہ الدولة المکیہ ۱۳۲۵ھ

(۸) خالص الاعتقاد ۱۳۲۸ھ

(۹) ازاحة العیب بسیف الغیب ۱۳۳۰ھ

(۱۰) ابراء المحنون علی انتقائه علم المکنون ۱۳۲۳ھ

(۱۱) ماحیة العیب بایمان الغیب ۱۳۲۴ھ

(۱۲) میل الہدی لبرء عین القضا ۱۳۲۵ھ

(۱۳) اراجح جوانہ الغیب عن ازاحة الغیب ۱۳۲۶ھ

(۱۴) الجلاء الکامل کعین قضاة الباطل ۱۳۲۶ھ

ہوسکتا ہے کہ مندرجہ بالا تصانیف کے علاوہ علم غیب کے مضمون پر امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی دیگر تصانیف بھی ہوں، جو میری معلومات میں نہ ہوں۔

(۲) فتنہ انکار ختم نبوت

ملت اسلامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس تاجدار مدینہ خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ آخری نبی ہیں، نبوت و رسالت آپ پر ختم ہو گئی۔ اب کسی نبی یا رسول کے آنے کا امکان نہیں لیکن علمائے دیوبند نے ایک جدید نظریہ قائم کیا اور ختم نبوت کے عقیدے کو الجھایا اور ایک عظیم فتنہ برپا کر دیا۔

دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی نے ایک نیا نظریہ قائم کرتے ہوئے لکھا کہ:-

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو، تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“

(تحدیر الناس، مصنف مولوی قاسم نانوتوی، ناشر: مکتبہ فیض، دیوبند (یو پی) ص: ۲۵)

یہ وہ نظریہ تھا کہ جس نے مرزا غلام احمد قادیانی جیسے متکبر شخص کو نبوت کا دعویٰ کرنے کی ترغیب دی اور ایک نیا فتنہ قادیانی مذہب کے روپ میں رونما ہوا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی کے نظریہ ختم نبوت کا تعاقب فرمایا۔ اسلامی نقطہ نظر سے ختم نبوت کا مسلم عقیدہ ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ مولوی قاسم نانوتوی کے ہفوات کا ردِ بلیغ فرمایا۔ اس عنوان پر امام احمد رضا نے حسب ذیل تصانیف مرتب فرمائیں۔

(۱) جزاء اللہ عدوہ باباء ختم النبوءہ ۱۳۱ھ

(۲) تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال ۱۲۹۲ھ

(۳) المبین ختم النبیین ۱۳۲۶ھ

(۴) جوابہائے ترکی بہ ترکی ۱۲۹۲ھ

(۵) الہیۃ الجباریہ علی جہالۃ الاخباریہ ۱۳۰۹ھ

(۳) فتنہ امکان کذب

صرف ملت اسلامیہ ہی نہیں بلکہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر زمانہ اقدس تک اور بعدہ بارہ سو پچاس ہجری تک یہ عقیدہ رائج تھا کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہر عیب اور برائی سے پاک ہے و نیز یہ عقیدہ بھی متفقہ تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جھوٹ بولنے سے پاک اور منزہ ہے امکان کذب اللہ تبارک و تعالیٰ کیلئے محال اور ناممکن ہے لیکن علمائے دیوبند نے ”خلف وعید“ اور ”ان اللہ علی کل شیء قدیر“ سے غلط اور مضحکہ خیز استدلال کر کے امکان کذب باری تعالیٰ کا عقیدہ رائج کیا اور بے شمار لوگوں کو گمراہ اور بے دین بنایا۔

دیوبندی وہابی مکتبہ فکر کے ذمہ دار مولوی خلیل احمد انیسٹھوی نے لکھا ہے کہ:-

”امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدام میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے کہ نہیں“

اور ”امکان کذب کہ خلف وعید کی فرع ہے“

(براہین قاطعہ مصنف مولوی خلیل احمد انیسٹھوی، مصدقہ: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر کتب خانہ امدادیہ دیوبند ص ۶ اور ص ۷)

وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ:-
 ”امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے“

(فتاویٰ رشیدیہ (کامل) از مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند صفحہ: ۱۱۳)

وہابی دیوبندی فرقہ کے امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب میں یہاں تک لکھ دیا کہ:-
 ”اگر مراد از محال متنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الہیہ داخل نیست، پس لاسم کہ کذب مذکور بمعنی مسطور باشد چہ
 مقدمہ قضیہ غیر مطابقتہ مواقع و القائے آں بر ملائکہ و انبیاء خارج از قدرت الہیہ نیست و اں لازم آید کہ قدرت انسانی زائد از
 قدرت ربانی باشد“۔

(یک روزہ (فارسی)۔ مصنف مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان (پاکستان) صفحہ: ۱۷)
 مولوی رشید احمد گنگوہی نے ۱۳۰۲ھ میں اپنے دستخط اور مہر ثبت کر کے ایک فتویٰ امکان کذب باری تعالیٰ کا مرتب
 کیا اور اسے شائع کیا۔

علاوہ ازیں دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین مولوی محمود الحسن دیوبندی نے اپنی کتاب ”الحجل المقل“ میں امکان
 کذب باری تعالیٰ کی تائید کی۔

الحاصل: اس نئے فتنے نے ملت اسلامیہ میں ایک ہیجان پیدا کر دیا تھا۔ کیونکہ اس نئے اور کفری عقیدے کو قرآن اور
 حدیث کے غلط مفہوم اور تاویلات کے ذریعہ صحیح ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی جا رہی تھی لوگ اس مقبوح عقیدے کو قبول
 کرنے کو تیار نہ تھے لیکن لوگوں کے پاس اس کے رد و ابطال کے دلائل بھی تو نہ تھے۔

بالآخر جب امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں اس عقیدہ کے تعلق سے استفسار کیا گیا تو
 آپ نے ان کا ذہن کے تمام ہفوات کا ایسا مفصل اور بلیغ رد فرمایا کہ وہ دم بخود رہ گئے۔

اس عنوان پر امام احمد رضا محدث بریلوی نے حسب ذیل تصانیف مرتب فرمائیں:-

(۱) سبخن السبوح عن عیب کذب المقبوح ۱۳۰۸ھ

(۲) اخباریہ کی خبر گیری ۱۳۰۷ھ

(۳) دامن باغ سبحان السبوح ۱۳۲۶ھ

(۴) خدا کو کس نے پھجانا ۱۳۰۹ھ

(۵) القمع المبين لآمال المكذبين ۱۳۲۹ھ

(۶) سبحان القدوس عن تقدیس نجس منكوس ۱۳۰۹ھ

(۷) السعی المشكور فی ابداء الحق المهجور ۱۲۹۰ھ

(۴) فتنہ عادیانیت

مسئلہ ختم نبوت میں علمائے دیوبند کے نئے نظریات کو مشعل راہ بنا کر صوبہ پنجاب کے قادیان نامی مقام سے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اپنی نبوت کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے انبیاء کرام اور خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ (علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) کی شان میں گستاخانہ جملے کہے، اپنا کلمہ پڑھایا، خود ساختہ شریعت بنائی، اور اسلام کو ضعیف و کمزور بنانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ لوگ اس کے دام فریب میں پھنس گئے اور نئے مذہب قادیانی اختیار کر کے ایمان کی دولت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے کچھ کفریات حسب ذیل ہیں۔

”میں احمد ہوں، جو آیت ”مبشرا بر رسول یاتی من بعدی اسمہ احمد“ میں مراد ہے“

(ایک غلطی کا ازالہ مصنف: مرزا غلام احمد قادیانی: صفحہ ۶۷۳)

ایک کفری عبارت اس طرح لکھی کہ:-

”سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا“

(دافع البلاء مصنف: مرزا غلام احمد قادیانی مطبوعہ ریاض ہند۔ صفحہ ۹)

ایک مزید کفر اس طرح لکھا کہ:-

”ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو، اس سے بہتر غلام احمد ہے“

(دافع البلاء مصنف: مرزا غلام احمد قادیانی مطبوعہ ریاض ہند۔ صفحہ ۱۷)

معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کو مرزا غلام احمد قادیانی نے مسمریزم قرار دیتے ہوئے

لکھا ہے کہ:-

”اگر میں اس قسم کے معجزات کو کروہ نہ جانتا، تو ابن مریم سے کم نہ رہتا“

(ایک غلطی کا ازالہ مصنف: مرزا غلام احمد قادیانی: صفحہ ۳۰۹)

اس قسم کے کئی نازیبا اور کفریات پر مشتمل جملے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی متعدد کتابوں میں لکھے اور نیا فتنہ بنام قادیانی مذہب عام کیا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے قادیانی مذہب کے رد میں حسب ذیل معرکہ الآراء اور تاریخی کتابیں تصنیف فرمائیں:-

(۱) السوء والعقاب علی المسیح الکذاب ۱۳۲۰ھ

(۲) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی ۱۳۱۳ھ

(۳) قہر الدیان علی مرتد بقادیان ۱۳۲۳ھ

(۵) نبی سے برابری کے دعوے کا فتنہ

فرقہء باطلہ ضالہ نجدیہ و بابیہ کے پیشواؤں نے اپنی رسوائے زمانہ کتابوں میں توحید کی آڑ انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی شان میں توہین و تنقیص کو اپنا مقصد اصلی بنا رکھا تھا۔ ان نفوس قدسیہ کے متعلق یہ رائے عام کرنے کی کوششیں کیں کہ معاذ اللہ انبیاء و اولیاء ہماری مثل تھے۔ ان کی بزرگی کی بناء پر وہ ہمارے بڑے بھائی کے مانند تھے اور ہم ان کے چھوٹے بھائی کے برابر ہیں بلکہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ امتی عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے۔ مولوی قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ:-

”انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔“

(تحدیر الناس، مصنف:- مولوی قاسم نانوتوی، ناشر: مکتبہ فیض، دیوبند- صفحہ: ۵)

مولوی اسماعیل نے تو صراحتاً انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو بڑے بھائی کے مانند کہا اور یہاں تک لکھ دیا کہ:-

”آپس میں سب بھائی ہیں۔ جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ اور مالک سب کا اللہ ہے۔ بندگی اسی کو چاہئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء و امام زادہ، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے۔“

(”تقویۃ الایمان“، مصنف مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر:- دارالسلفیہ، بمبئی- صفحہ: ۹۹)

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرقہء بابیہ کے مذکورہ نظریات کا تعاقب فرمایا اور یہ ثابت کر دیا

کہ کوئی بھی امتی چاہے وہ علم و عمل، تقویٰ اور پرہیزگاری میں کتنا ہی بلند مرتبہ ہو وہ کسی بھی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا خصوصاً محبوب رب العالمین، رحمت اللعالمین تاجدار مدینہ منورہ ﷺ کے رتبہ اور درجہ تک تو کوئی نبی یا رسول بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اس عنوان پر امام احمد رضا محدث بریلوی نے حسب ذیل کتابیں تصنیف فرمائیں:-

(۱) تحلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ۱۳۰۵ھ

(۲) مبین الہدی فی نفی امکان مثل مصطفیٰ ۱۳۲۴ھ

(۳) تلالو الافلاک بجلال حدیث لولاک ۱۳۰۵ھ

(۶) فتنۂ عدم اعتقاد و اختیارات انبیاء

فرقہ و ہابیہ کہ جس کا واحد مقصد انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی شان میں توہین و تنقیص کرنا اور ملت اسلامیہ کا انبیاء و اولیاء کے ساتھ جو رشتہ عقیدت و محبت ہے اس کو منقطع کرنا۔ اپنے اس مقصد کے حصول کیلئے انہوں نے تو حید کا پرچم بلند کیا اور قرآن مجید میں اصنام (بتوں) کی مذمت میں جو آیات نازل ہوئی تھیں ان کو انبیاء کرام اور اولیاء عظام پر چسپاں کیا۔ احادیث کے مفہوم کو توڑ مڑ کر اپنے مقصد کی موافقت اور تائید میں بیان کیا اور عوام مسلمین کو یہ ذہن دینے کی کوشش کی کہ ان مقبولان بارگاہ خداوندی سے علاقہ عقیدت و رشتہ محبت منقطع کر کے صرف خدائے تعالیٰ سے ہی تعلق رکھا جائے۔ اس نظریہ کی تشہیر میں فرقہ و ہابیہ نے زہریلے الفاظ پر مشتمل جملہ لکھ کر بزرگان دین اور مقبولان بارگاہ خداوندی کی جو توہین و تنقیص کی ہے اس کا اندازہ علمائے دیوبند کی کتابوں کی مندرجہ ذیل اقتباسات سے ہو جائے گا۔ دیوبندی مکتبہ فکر کے اکابر و اصاغر سب نے اس مضمون میں ملت اسلامیہ کے اعتقاد کو شدید ٹھیس پہنچائی ہے۔

فرقہ و ہابیہ کے امام مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ:-

”اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے“

(”تقویۃ الایمان“، مصنف مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر:- دارالسلفیہ، بمبئی صفحہ: ۳۰)

مولوی اسماعیل دہلوی نے ایک اور مقام پر بالکل وضاحت کرتے ہوئے صاف صاف یہاں تک لکھا کہ:-

”اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں، سو ایسا شخص جس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے اختیار میں دنیا کے

سب کاروبار ہوں، ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں بلکہ محض اپنا خیال ہے“۔

(”تقویۃ الایمان“، مصنف مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر:- دارالسلفیہ، بمبئی صفحہ: ۷۰)

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرقہ وہابیہ کا تعاقب کرتے ہوئے دندان شکن جواب مرتب فرمائے۔ فضائل اقدس ﷺ کے تعلق سے قرآن شریف اور احادیث کی روشنی میں علم کے دریا بہائے۔ قرآن وحدیث کا صحیح مفہوم اخذ فرما کر اس مفہوم کو علمائے مجتہدین ومتقدمین ومتاخرین کی کتب معتبرہ ومعتمدہ کی سندوں کے ساتھ آپ نے ضخیم ایمانی دستاویز کی شکل میں کثیر صفحات پر مشتمل جو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، ان کتابوں کے ہر ہر لفظ سے عشق رسول ﷺ ٹپکتا نظر آتا ہے۔ جس کا صحیح اندازہ ان تصانیف کے مطالعے سے ہوگا۔

اس عنوان پر امام احمد رضا نے جو تاریخی کتب لکھ کر ملت اسلامیہ کے قلوب کو نور ایمان کی ضیاء بخشی وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) سلطنت مصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ ۱۲۹ھ

(۲) الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء ۱۳۱ھ

(۳) اجلال جبرئیل بجعلہ خادمًا للمحبوب الجلیل ۱۲۹۸ھ

(۴) العروس الاسماء الحسنیٰ فیما لنبینا من الاسماء الحسنیٰ ۱۳۰۶ھ

(۵) منیۃ اللیب ان التشریع بید الحبيب ۱۳۱۱ھ

(۶) فقہ الشہنشاہ و ان القلوب بید المحبوب بعاء اللہ ۱۳۲۱ھ

(۷) البحث الغاصح عن طرق احادیث الخصائص ۱۳۰۵ھ

(۸) فتنہ اعتقاد و شرک در باب استعانت و نداء و استغاثہ

فرقہ نجدیہ وہابیہ نے تنقیص انبیاء و اولیاء کے تعلق سے عقائد فاسدہ باطلہ ضالہ مضلہ کی تشہیر کے ساتھ ساتھ انبیاء و اولیاء کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت رکھنے والے مومنین پر طلب استعانت، نداء و استغاثہ کی بناء پر شرک کے فتوؤں کی بھرمار شروع کر دی۔ ابتداء اسلام سے جو اعتقاد جائز، مستحب، مندوب اور مشروع تھے اور صدیوں سے جن کا ارتکاب صالحین امت اور علمائے ملت کرتے آئے۔ ان تمام افعال مستحسن کو فرقہ وہابیہ نے شرک ٹھہرا دیا۔ مثلاً:-

☆ امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے رسوائے زمانہ کتاب میں لکھا ہے کہ:-

”دوسری بات یہ ہے کہ عالم میں ارادے سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا، جلانا، روزی کی فراخی اور تنگی کرنا، اور تندرست اور بیمار کر دینا، فتح و شکست دینا، اقبال و امداد دینا، مرادیں پوری کرنا، حاجتیں برلانا، بلائیں

ٹالنا، مصیبت میں دستگیری کرنا، برے وقت میں پہنچنا، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے۔ اور کسی نبی اور ولی، پیرو شہید، بھوت و پری کی یہ شان نہیں۔ جو شخص کسی کا کوئی ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مراد مانگے اور اسی توقع پر اس کی نذر و نیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے، وہ مشرک ہو جاتا ہے۔“

(”تقویۃ الایمان“، مصنف مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دارالسلفیہ، بمبئی صفحہ: ۲۳)

☆ فرقہ و بابیہ کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ:-

”جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی۔ دیوبند۔ صفحہ: ۶۲)

☆ انبیاء و اولیاء کی جناب میں نداء اور استغاثہ کرنا جو عامۃ المسلمین اور خاصۃ المؤمنین کا معمول تھا۔ اس کو علمائے دیوبند نے شرک کا فتویٰ دے کر قلم کے ایک جھٹکے سے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کو کافر اور مشرک بنا ڈالا۔

☆ وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ”ہشتی زیور“ میں ”شرک اور کفر کی باتوں کا بیان“ عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:-

”کسی کو دور سے پکارنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کو خبر ہوگئی۔“

(”ہشتی زیور از: مولوی اشرف علی تھانوی ناشر، ربانی بک ڈپو، دہلی، حصہ اول صفحہ: ۳۴)

دیوبندی مکتبہ فکر کے متعدد مصنفین کی کتابوں سے ایسی عبارتیں دستیاب ہیں جن کا صاف اور صریح مفہوم یہ ہے کہ یا رسول اللہ، یا علی، یا غوث، یا خواجہ وغیرہ کہنے والا شخص کافر، مشرک اور اسلام سے خارج ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس مسئلہ پر بہت کچھ تحریر فرمایا ہے اور دلائل قاہرہ سے ثابت کر دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کہنا جائز بلکہ عین اسلامی عقیدہ ہے۔ آپ نے اپنے دعوے کی دلیل میں قرآن، حدیث، قول و فعل حضرات صحابہ کرام، اور ملت اسلامیہ کے مایہ ناز بزرگان دین کے اقوال و افعال کو مستند اور معتبر کتابوں کے حوالوں سے نقل کر کے جو علمی بحث کی ہے وہ ایسی جامع، مانع اور نافع ہے کہ اس کو بار بار پڑھنے کی خواہش ہوتی ہے۔

مذکورہ عنوان پر امام احمد رضا محدث بریلوی کی مندرجہ ذیل تصانیف واقعی قابل دید و مطالعہ ہے۔

(۲) برکات الامداد لاهل الاستمداد ۱۳۱۱ھ

(۳) الالہال بفیض الاولیاء بعد الوصال ۱۳۰۳ھ

(۸) فتنہ تنازعہ عدم جواز میلاد و قیام

میلاد شریف، مولود شریف، نعت خوانی یا صلوٰۃ و سلام در قیام، یہ تمام امور محبت رسول کے جذبے کے تحت ملت اسلامیہ میں ابتداء اسلام سے بڑے ہی ادب و احترام و اہتمام کے ساتھ کئے جاتے ہیں۔ محفل نعت خوانی یا مجلس میلاد شریف میں میلاد خواں حضرات ایک والہانہ کیفیت سے عظمت مصطفیٰ ﷺ کے اشعار پڑھتے ہیں۔ زمانہ اقدس ﷺ میں حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سرکار کائنات ﷺ کے مناقب نعتیہ اشعار کی شکل میں پڑھ کر بیان کئے تھے اور ان عاشقان صادق کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہر دور میں بزرگان دین نے اس کا بڑے ادب کے ساتھ اہتمام کیا بلکہ التزام کیا اور اپنے مریدین، معتقدین اور متوسلین کو اس کے دوام کی تلقین فرمائی۔ ذکر رسول ﷺ کا یہ طریقہ اولیاء، صوفیاء، علماء حق، سلف صالحین وغیرہ نے بخوشی اپنا بلکہ محمود رکھا اور رائج کیا۔

لیکن جب سے ہندوستان میں فرقہ و باہیہ کی آمد ہوئی ہے تب سے اس مبارک و نیک شغل کو بند کرانے کیلئے نئے نئے طریقے اپنائے جا رہے ہیں۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ محفل میلاد میں شریک ہونے والا ہر شخص عظمت و رفعت رسول اعظم ﷺ کے بیان میں پڑھا جانے والا کلام سن کر محبت رسول اور عظمت رسول ﷺ میں اپنا اعتقاد پختہ کر لیتا ہے لیکن فرقہ و باہیہ کو تعظیم رسول سے اتنی عداوت اور چڑ ہے کہ محبت رسول ﷺ کے جذبے کے تحت کئے جانے والے ہر جائز اور مستحب کام کو بھی ناجائز، بدعت، حرام، کفر اور شرک قرار دیتے ہیں۔

آئیے! محفل میلاد اور مولود شریف کی مجلس کے تعلق سے دیوبندی مکتبہ فکر کے اکابر علماء اور پیشواؤں کے اعتقاد و نظریات کا ایک سرسری جائزہ لیں۔

☆ فرقہ و باہیہ کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی نے مولود شریف کے تعلق سے لکھا ہے کہ:

”مسئلہ:- انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات صحیح درست ہے یا نہیں؟

جواب:- انعقاد مجلس مولود ہر حال میں ناجائز ہے۔“

(”فتاویٰ رشیدیہ“ (کامل) از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر:- مکتبہ تھانوی، دیوبند۔ صفحہ: ۱۳۰)

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ ہو:-

”سوال:- محفل میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف و گزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں، شریک ہونا کیسا ہے؟

جواب:- ناجائز ہے۔ بسبب اور وجوہ کے۔“

(”فتاویٰ رشیدیہ“ (کامل) از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر:- مکتبہ تھانوی، دیوبند- صفحہ: ۱۳۱)

☆ مولوی خلیل احمد انبوتھوی نے اپنی کتاب ”براہین قاطعہ“ میں جس کی تصدیق مولوی رشید احمد گنگوہی نے کی ہے، میلاد و صلاۃ و سلام پڑھنے کو معاذ اللہ کنہیا کی سانگ منانے سے تشبیہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

”پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے نقل شہادت اہل بیت ہر سال مناتے ہیں۔ معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق ہے۔“

(براہین قاطعہ: از مولوی خلیل احمد انبوتھوی، ناشر:- کتب خانہ امدادیہ- دیوبند- صفحہ: ۱۵۲)

☆ وہابی تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے محفل میلاد شریف میں صلاۃ و سلام کے متعلق لکھا ہے کہ:-
”بعض تو یوں سمجھتی ہیں کہ پیغمبر ﷺ اس محفل میں تشریف لاتے ہیں۔ اور اسی واسطے بیچ میں پیدائش کے بیان کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس بات پر شرع میں کوئی دلیل نہیں، اور جو بات شرع میں ثابت نہ ہو اس کا یقین کرنا گناہ ہے۔“

(بہشتی زیور از: مولوی اشرف علی تھانوی ناشر، ربانی بک ڈپو، دہلی، حصہ ۶ صفحہ: ۳۸۴)

قارئین غور فرمائیں کہ اکابر علمائے دیوبند کو ذکر نبی ﷺ سے کتنی نفرت و عداوت ہے۔ ذکر نبی کی محفل کو کنہیا کا جنم منانے سے تشبیہ دی، محفل مولود کو ناجائز اور حرام کہا، محفل میلاد شریف میں شریک ہونے کو گناہ کہا بلکہ صحیح روایات کے ساتھ پڑھی جانے والی میلاد شریف کی محفل کو ہر حال میں ناجائز کہا۔

اپنے آقا و مولیٰ، شہنشاہ کو نبین ﷺ کا ذکر پاک روکنے والے شاطر فرقہ کے اکابر علماء کی یہ حرکتیں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان کیلئے ناقابل برداشت تھیں۔ جذبہ ایمان اور جوش الفت نبی نے انہیں قلم کو حرکت میں لانے کی ترغیب دی۔ آپ نے منکرین میلاد کے خیالات فاسدہ اور عقائد باطلہ کا رد بلیغ فرما کر، میلاد و قیام کے جواز کے ثبوت میں متعدد کتب تصانیف فرمائیں۔ جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

(۱) اقامة القيامة على طاعن القيام لبنى التهامية ۱۲۹۹ھ

(۲) الجزاء المهيأ لغملة كنهيا ۱۳۲۰ھ

(۳) النعيم المقيم فى فرحة مولد النبى الكريم ۱۲۹۹ھ

(۴) اشافة الكلام فى حواشى اذافة انام ۱۳۱۵ھ

(۵) الميلاد النبويه فى الفاظ الرضويه ۱۳۱۵ھ

(۶) المواهبه الجديده فى وجود الحبيب بمواضع عديده ۱۳۲۰ھ

(۷) النذير الهائل لكل جلف جاهل ۱۳۰۳ھ

(۹) فتنه نفاذ شرک فی الاسماء

توحيد، توحيد اور صرف توحيد کا نام نہاد پرچم بلند کر کے فرقہ و ہابیہ نے ملت اسلامیہ کا رشتہ انبیاء و اولیاء سے منقطع کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ یہاں تک کہ تقاضائے محبت و عقیدت کے تحت، حصول برکت اور فیض کیلئے بزرگان دین سے منسوب ناموں پر بھی کفر و شرک کے فتوے تھوپ دیئے۔ حقیقی اور مجازی فرق سے عناداً اور قصداً قطع نظر کر کے تشدد سے کام لیا۔ حالانکہ ان ناموں کے جواز کا ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہونے کے باوجود بھی متعصب رویہ اپنا کر ضد، ہٹ دھرمی اور تنگ نظری سے کام لیا اور ایک نیا فتنہ نام کے نام پر ایجاد کیا۔

عبدالنبی، عبدالرسول، عبدالمصطفیٰ، نبی بخش، علی بخش، مدر بخش، غلام حسین، غلام معین الدین، غلام محی الدین وغیرہ نام رکھنا ملت اسلامیہ میں صدیوں سے رائج تھا۔ ملت اسلامیہ افراد اپنی اولاد کے نام حصول برکت، اخذ فیض اور اظہار عقیدت کی نیت سے بزرگان دین سے منسوب کرتے تھے۔ لیکن انبیاء و اولیاء کی عظمت سے بغض و عناد رکھنے والوں کیلئے یہ بات ناقابل برداشت تھی کہ لوگ ان معظمان دین کے ساتھ منسوب کر کے نام رکھیں۔ بزرگان دین کی عظمت سے کدورت رکھنے والوں نے توحید کی آڑ لی اور مجازی اضافت کو حقیقت پر محمول کر کے، اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کیلئے شرک کے فتاویٰ کی مشین گن چلائی۔

مثلاً:-

☆ امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ”تقویۃ الایمان“ میں ”شرک کی مختلف شکلیں“ عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:-

”اکثر لوگ بیروں کو اور پیغمبروں، اماموں اور شہیدوں کو اور فرشتوں اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی فتیں مانتے ہیں اور حاجت برآری کیلئے ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں اور بلا کے ٹلنے کیلئے اپنے بیٹوں کی ان کی طرف نسبت کرتے ہیں کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے، کوئی نبی بخش، کوئی پیر بخش، کوئی مدار بخش، کوئی سالار بخش، کوئی غلام محمد الدین“

(”تقویۃ الایمان“ مصنف مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دارالسلفیہ، بمبئی صفحہ: ۲۳)

☆ وہابی تبلیغی جماعت کے پیشوا اور مقتداء مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا ہے کہ:-
 ”سوال: نبی بخش، پیر بخش، سالار بخش، مدار بخش ایسے ناموں کا رکھنا کیسا ہے؟
 جواب:- ایسے نام موہم شرک ہیں۔ ان کو بدلنا چاہئے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ۔ از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی دیوبند۔ صفحہ: ۶۹)

☆ مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ”بہشتی زیور“ میں شرک اور کفر کی باتوں کا بیان عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:-
 ”علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا“

(بہشتی زیور از: مولوی اشرف علی تھانوی ناشر، ربانی بک ڈپو، دہلی، حصہ ۱ صفحہ: ۳۵)

حیرت اور تعجب کی بات تو یہ ہے مذکورہ بالا کتابوں کے حوالوں سے ابتدائے اسلام سے اب تک اور اب سے لیکر قیامت تک جتنے اشخاص کا نام عبدالنبی، غلام محمد الدین، غلام معین الدین، علی بخش، نبی بخش، سالار بخش، مدار بخش وغیرہ تھا، ہے اور ہوگا تمام اشخاص اور ان کے ساتھ ساتھ ان اشخاص کے یہ نام رکھنے والے ان کے آباء و اجداد بھی کافر و مشرک تھے، ہیں، اور ہونگے۔ ذرا اندازہ تو کیجئے کہ یک لخت لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں کو صرف نام رکھنے کی وجہ سے کافر اور مشرک کہہ دیا۔ اب آپ سوچئے! اور آپ ہی فیصلہ کیجئے! کہ کفر کا فتویٰ دینے میں علماء دیوبند کتنے بے باک اور بے لگام ہیں۔

حد تو یہ ہے کہ انبیائے کرام و اولیائے عظام کی عداوت میں ہوش و حواس کے فقدان کا مظاہرہ کرتے ہوئے علمائے دیوبند نے اپنے باپ، داداؤں کو بھی نہیں بخشا۔ ان کے فتوؤں کے تیروں سے دیوبندی مکتبہ فکر کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی کے آباء و اجداد بھی شدید زخمی ہو گئے اور ان کا شمار بھی ان کے ہی فتوؤں کی بناء پر مشرکوں میں ہو گیا۔

قارئین کے اطمینان کیلئے دیوبندی مکتبہ فکر کی مستند کتابوں کے اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

☆ مولوی رشید احمد کی سوانح حیات میں ان کا شجرہ نسب اس طرح لکھا ہوا ہے:-

”باپ کی جانب سے خاندانی سلسلہ جس کو حضرت نے خود بیان فرمایا تھا اس طرح ہے (۱) مولانا رشید احمد ابن

(۲) مولانا ہدایت احمد صاحب ابن (۳) قاضی پیر بخش“

آگے لکھا ہے کہ:-

”اور ماں کی جانب سے سلسلہ نسب (۱) مولانا رشید احمد صاحب ابن (۲) سمات کریم النساء بنت (۳) فرید بخش“

(تذکرۃ الرشید مؤلف: مولوی عاشق الہی میرٹھی۔ ناشر: مکتبہ خلیلیہ، سہارنپور (یوپی) جلد اصفحہ: ۱۳)

☆ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی کا سلسلہ نسب اس طرح ہے:-

”سوانح قدیم کے مصنف امام نے مولانا مرحوم کے شجرہ نسب کو درج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔ (۱) محمد قاسم ابن

(۲) اسد علی ابن (۳) غلام شاہ ابن (۴) محمد بخش

(سوانح قاسمی مصنف: مولوی مناظر احسن گیلانی۔ ناشر: دارالعلوم دیوبند (یوپی) جلد ۱-صفحہ: ۱۱۳)

مندرجہ بالا دونوں اقتباسات سے یہ ثابت ہوا کہ:-

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کے دادا کا نام ”پیر بخش“ تھا۔

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کے نانا کا نام ”فرید بخش“ تھا۔

☆ مولوی قاسم نانوتوی کے پردادا کا نام ”محمد بخش“ تھا۔

ستم ظریفی دیکھئے جوش کافر و مشرک گری سے بے قابو ہو کر اپنے باپ دادا کو کافر و مشرک قرار دینے سے بھی نہیں

چو کہ-

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

خیر! اب ہم حقیقت کا جائزہ لیں۔ جن ناموں کو علمائے دیوبند نے شرک اور کفر میں شمار کیا اور ملت اسلامیہ کے ایک

بڑے حصے کو کافر و مشرک کہا لیکن ان کے فتاویٰ شرعی برہان و دلائل سے بالکل کورے تھے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی

علیہ الرحمۃ والرضوان نے جب اس مسئلہ پر قلم اٹھایا تو قرآن، حدیث، قول و فعل صحابہ کرام و اولیاء عظام و نیز کتب معتبرہ و

معمدہ سے دلائل اخذ فرما کر محبت انبیاء و اولیاء سے لبریز علم و عرفان کے دریا بہا دیئے۔ اہل ایمان کے قلوب کو منور اور گستاخوں کو مبہوت و ساکت کر دیا۔

اس عنوان پر امام احمد رضا کی متعدد تصانیف ہیں لیکن میری ناقص معلومات حسب ذیل تصانیف تک ہی محدود ہیں۔

(۱) بذل الصفا بعد المصطفیٰ ۱۳۰۰ھ

(۲) النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء ۱۳۲۰ھ

(۳) باب غلام مصطفیٰ ۱۳۰۵ھ

(۴) العروس الاسماء الحسنیٰ فی ما لبینا من الاسماء الحسنیٰ ۱۳۰۶ھ

(۵) الحلیۃ الاسماء لحکم بعض الاسماء ۱۳۶۰ھ

(۱۰) فتنۃ انکار سماع موتی

علمائے دیوبند نے انبیاء و اولیاء سے ملت اسلامیہ کا رشتہ عقیدت منقطع کرنے کیلئے ایک نیا فتنہ یہ ایجاد کیا کہ انبیاء و اولیاء مرمری میں مل گئے۔ وہ اپنی قبروں میں عام انسانوں کی طرح مدفون ہیں۔ ان کو پکارنا بے سود ہے۔ بلکہ ان کے لئے یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اپنی قبر سے دور اور نزدیک کی بات سن سکتے ہیں معاذ اللہ شرک ہے۔

قارئین کی خدمت میں علماء دیوبند کے اکابر کی کتابوں کے چند اقتباسات پیش ہیں:-

☆ امام ابو ہبایہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ:-

”جو لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت پوری کر دے اور پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ہم نے کوئی شرک نہیں کیا۔ اس واسطے کہ ان سے حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے، یہ بات غلط ہے اس لئے کہ اس کے مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور سے نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں۔“

(تقویۃ الایمان مصنف: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دار السلفیہ، جہنمی فصل ۲، صفحہ: ۴۴)

☆ فرقہ وہابیہ کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا کہ:-

”قبور سے اس طور دعا کرنا کہ اے صاحب قبر میرا کام کر دے، تو یہ حرام اور شرک بالاتفاق ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی۔ دیوبند: صفحہ: ۱۱۱)

سماع موتی کے مسئلہ میں علماء دیوبند بھی آپس میں متفق نہیں تھے۔ ایک صورت کو کسی نے شرک لکھا، تو کسی نے حرام لکھا، تو کسی نے اس کو مختلف فیہ لکھا لیکن سب کا حاصل مقصد یہی تھا کہ اہل قبور چاہے وہ انبیاء ہوں، اولیاء ہوں یا عامۃ المسلمین، ان کے سننے کا اور ادراک کا انکار کیا جائے اور ایسی باتیں کہی اور لکھی جائیں کہ ملت اسلامیہ اہل قبور سے اپنا رشتہ عقیدت و محبت منقطع کر دے۔

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:-

”سوال: میت قبر میں سنتی ہے یا نہیں۔

جواب: اموات کے سننے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک سنتی ہیں۔ بعض کے نزدیک نہیں سنتی۔“

(فتاویٰ رشیدیہ از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی۔ دیوبند: صفحہ: ۱۰۸)

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے علماء دیوبند کے سماع موتی کے تعلق سے خیالات فاسدہ کا تعاقب فرمایا اور ان کے ہفوات کی دھجیاں اڑادیں، قرآن، حدیث اور ائمہ دین کے اقوال پر مشتمل دلائل قاہرہ کا انبار لگا دیا اور ثابت کر دیا کہ اموات کا سننا حق ہے بلکہ بعد انتقال ادراک سماع بڑھ جاتا ہے۔ اس عنوان پر امام احمد رضا محدث بریلوی کی حسب ذیل کتابیں معلومات کا خزانہ حاصل کرنے کیلئے مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

(۱) حیات الموت فی بیان سماع الاموات ۱۳۰۵ھ

(۲) الوفاق المتین بین سماع الدفین و جواب الیمین ۱۳۱۶ھ

(۳) مرتجیحی الاجابات لدعاء الاموات ۱۲۹۶ھ

(۴) الالہال بفیض الاولیاء بعد الوصال ۱۳۰۳ھ

(۱۱) تنازعہ در سایہ نبی

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب عظیم ﷺ کو بے مثل پیدا فرمایا۔ یہاں تک کہ اپنے محبوب کا سایہ بھی نہ بنایا، حضور اقدس سرکار کائنات ﷺ کے بے شمار معجزات اور خصائص میں یہ بھی ہے کہ آپ کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا۔ جسم اقدس کا سایہ نہ ہونے کے ثبوت میں کتب احادیث، کتب ائمہ متقدمین اور متاخرین دلائل و شواہد سے مالا مال ہیں۔ لیکن عظمت رسول کے باغیوں نے اس بات کا انکار کیا۔ کیونکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیاء ہماری مثل تھے نبی کو عام انسان پر قیاس کرتے ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات میں آپ نے پڑھا۔ عام انسان کے جسم کا سایہ یقینی طور پر ہوتا ہے، اور نبی سے ہمسری کا

دعویٰ کرنے والوں نے سرکار کائنات ﷺ کے جسم اقدس کے بے سایہ ہونے کا انکار کیا۔ یہاں تک کہ جب علمائے دیوبند کے سامنے ایسی روایات حدیث پیش کی گئیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا تو علمائے دیوبند نے ان روایات کا انکار کرنے کے ساتھ ہی اپنی جہالت کا اقرار بھی کیا۔ مثلاً:-

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو:-

”سوال: سایہ مبارک رسول اللہ ﷺ کا پڑتا تھا یا نہیں اور جو ترمذی نے نوادر الاصول میں عبد الملک بن عبد اللہ بن وحید سے، انہوں نے ذکوان سے روایات کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ سند اس حدیث کی صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع ارقام فرمائیں۔

جواب:- یہ روایات کتب صحاح میں نہیں اور نوادر کی روایت کا بندہ کو حال معلوم نہیں کہ کیسی ہے۔ نوادر الاصول حکیم ترمذی کی ہے نہ ابوعیسیٰ ترمذی کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رشیدیہ: از:- مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر:- مکتبہ تھانوی۔ دیوبند۔ صفحہ: ۱۸۶)

علاوہ ازیں دیوبندی مکتبہ فکر کے اصغر علماء نے اپنی تقریروں اور تحریروں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ جسم اقدس ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی نے علمائے دیوبند کے اس فاسد نظریہ کا ایسا مبلغ رد فرمایا کہ وہ دم بخود رہ گئے۔ جسم اقدس ﷺ کا سایہ نہ تھا اس عنوان پر امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے کل تین کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ ان کتب کو منظر عام پر آئے تقریباً ایک سو بیس (۱۲۰) سال کا گزر چکا ہے لیکن دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء جواب دینے سے آج تک عاجز اور قاصر رہے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک عاجزی رہیں گے۔

جسم اقدس ﷺ کا سایہ نہ ہونے کے ثبوت میں امام احمد رضا محدث بریلوی کی تصانیف کے نام مندرج ذیل ہیں۔

(۱) نفی الفنی عن بنورہ انار کل شیء ۱۲۹۶ھ

(۲) ہدی الحیران فی نفی الظل عن سید الاکوان ۱۲۹۹ھ

(۳) قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام ۱۲۹۶ھ

(۱۲) فتنہ غیر مقلدیت

پوری ملت اسلامیہ اس بات پر متفق ہے کہ تقلید ضروری بلکہ واجب ہے لہذا ملت اسلامیہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی ان چار مسلکوں میں منقسم ہے۔ ائمہ مجتہدین نے قرآن و حدیث سے اجتہاد و استنباط کر کے فقہی مسائل متعین کر دیئے اور ایک

ہزار سال سے بھی زائد عرصہ سے ملت اسلامیہ کے تمام افراد تقلید کے قائل ہیں لیکن ایک نیا فرقہ پیدا ہوا۔ جو اپنے آپ کو ”اہل حدیث“ کہتا ہے اور تقلید کا انکار کرتا ہے۔ اس فرقے کا کہنا ہے کہ ہم کو کم کو کسی امام کی تقلید کرنے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ انہوں نے قرآن و حدیث سے ہی تو مسائل استنباط کئے ہیں یہ کام تو ہم بھی کر سکتے ہیں۔ قرآن و حدیث کیا صرف ائمہ اربعہ ہی سمجھ سکتے تھے؟ کیا ہم میں یہ صلاحیت نہیں؟ ارے قرآن و حدیث سے تو ہر شخص مسئلہ کا استنباط کر سکتا ہے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کسی کی تقلید کرنے کی۔ بس اسی زعم باطل نے ان کو تقلید کا باغی بنا دیا اور انہوں نے فہم و صلاحیت و علم و عرفان کا فقدان ہونے کے باوجود اپنی عقل ناقص سے مسائل استنباط کرنے شروع کئے اور ملت اسلامیہ میں ایک عظیم فتنہ کھڑا کر دیا۔

در اصل غیر مقلدیت بھی قادیانیت کی طرح وہابیت کی ایک شاخ ہے غیر مقلدیت اور وہابیت کا ہمیشہ چولی اور دامن کا ساتھ رہا ہے۔ امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ”تقویۃ الایمان“ کی ابتداء میں ہی غیر مقلدیت کی ترغیب دی ہے۔

☆ مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان کے مقدمہ میں صاف صاف لکھا ہے کہ:-

”اور یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس کیلئے بڑا علم چاہئے، ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں؟ اور اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے، ہماری کیا مجال کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں۔ تو یہ بات غلط ہے۔“

پھر اسی صفحہ پر آگے لکھا ہے کہ:-

”اور اللہ اور رسول کے کلام کو سمجھنے کیلئے بہت علم نہیں چاہئے کیونکہ پیغمبر تو نادانوں کو راہ بتلانے اور جاہلوں کو سمجھانے اور بے علموں کو علم سکھانے آئے تھے۔“

(تقویۃ الایمان مصنف: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دارالسلفیہ، بمبئی، صفحہ: ۱۳)

وہابیت کے کھیت کی پیداوار غیر مقلدیت کو مندرجہ بالا عبارت کے ذریعہ قولاً پر و ان چڑھانے کے ساتھ ساتھ مولوی اسماعیل دہلوی نے فعلاً بھی غیر مقلدیت کو تقویت پہنچائی چنانچہ مولوی اسماعیل دہلوی نے خفی ہونے کے باوجود نماز میں ”رفع یدین“ شروع کیا تھا، جس کی شکایت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک پہنچی، اس وقت شاہ عبدالعزیز بہت ضعیف ہو چکے تھے لہذا آپ نے حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی سے فرمایا کہ مولوی اسماعیل سے کہہ دو کہ وہ رفع یدین نہ کریں۔ لیکن مولوی اسماعیل دہلوی نے خود اپنے بزرگوں کی بات نہ مانی۔ یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ، ”حکایات اولیاء“ (ارواحِ ثلاثہ)

از مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر:۔ کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند کے صفحہ نمبر ۱۱۲ سے ۱۱۴ تک زیر حکایت نمبر ۲ درج ہے۔

مختصر یہ کہ فرقہ وہابیہ کی ایک نئی شاخ کی حیثیت سے فرقہ غیر مقلدیت نے اہل سنت کے علماء و عوام کو پریشان کر رکھا تھا۔ کئی اصولی اور فروعی مسائل کو انہوں نے الجھا دیا تھا۔ حالانکہ وہابیت اور دیوبندیت میں گہرا تعلق تھا۔ کئی مسائل میں وہ وہابیوں سے اتفاق کرتے تھے۔ مثلاً کتے کی طہارت کے غیر مقلدین بھی قائل ہیں اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اشرف علی تھانوی بھی کتے کی طہارت کے قائل تھے، جس کی تفصیل اگلے صفحات میں آئے گی۔

غیر مقلدین کے اکابر علماء میں (۱) مولوی نذیر احمد دہلوی (۲) مولوی ثناء اللہ امرتسری (۳) نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اور (۴) مولوی طیب عرب ساکن رامپور کے نام سرفہرست ہیں۔ غیر مقلدین نے کئی مسائل میں اہل سنت کے ساتھ اختلاف کی جسکی تفصیل یہاں ممکن نہیں، صرف چند مسائل کا ذکر کر دیتا ہوں۔

☆ صحیح حدیث سے مسائل کی تخریج میں نئے نئے اصول بنائے۔

☆ دو نمازوں کو جمع کر کے ایک ساتھ پڑھنا۔

☆ دو ہاتھوں کے بجائے ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا رواج عام کرنا۔

☆ کتے کو پاک کہنا۔

☆ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا۔

☆ مرتدین سے نکاح کو جائز بتانا۔

☆ نماز جنازہ کی تکرار۔

☆ رفع یدین عام کرنا۔

☆ امام ابو یوسف کی طرف غلط مسائل منسوب کرنا۔

☆ ختم تراویح میں ۱۱۲ / مرتبہ بسم اللہ بالجھر پڑھنا۔ وغیرہ۔

مذکورہ چند مسائل کے علاوہ کئی مسائل کو انہوں نے الجھایا۔ مکتبہ فکر دیوبند اپنے حنفی ہونے کا دعویٰ بڑے زور و شور سے کرتے تھے لیکن غیر مقلدین کے فقہ حنفی پر کئے جانے والے حملے کا جواب دینا تو درکنار در پردہ ان کی حمایت و نصرت کرتے تھے کیونکہ علم غیب انبیاء و اولیاء، ختم النبوت وغیرہ اصول مسائل میں وہ غیر مقلدین سے اتفاق رکھتے تھے۔ وہابیت اور غیر مقلدیت نے ایک دوسرے کی نصرت اور اعانت کا باہمی سمجھوتا کر لیا تھا۔

لیکن ملت اسلامیہ کے سچے ہمدرد اور دین کے مجدد اعظم یعنی امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنے قلم سے ذولفقار حیدری کے جوہر دکھاتے ہوئے فرقہ غیر مقلدین کا ایسا ردِ بلخ کیا ہے کہ وہ قیامت تک امام احمد رضا محدث بریلوی کی کسی ایک کتاب کا بھی جواب نہ دے سکیں گے۔ (انشاء اللہ)

فرقہ غیر مقلدین کے رد میں امام احمد رضا کی مندرجہ ذیل تصانیف میری ناقص معلومات میں ہیں جو حسب ذیل درج ہیں:-

(۱) الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحديث فهو مذهبی ۱۳۱۳ھ

(۲) النهی الاکید عن الصلوة وراء عدی التقليد ۱۳۰۵ھ

(۳) النیر الشہابی علی تدریس الوہابی ۱۳۰۹ھ

(۴) اطائب الصیب علی ارض الطیب ۱۳۱۹ھ

(۵) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاحتین ۱۳۱۳ھ

(۶) سلب الثلب عن القائلین بطہارة الکلب ۱۳۱۲ھ

(۷) صمصام حدید بر کولی بر قید عدو تقلید ۱۳۰۵ھ

(۸) اجلی النجوم رجم بر ایڈیٹر النجم ۱۳۳۳ھ

(۹) چابک لیث بر اہل حدیث ۱۳۲۶ھ

(۱۰) السہم الشہابی علی خداع الوہابی ۱۳۲۵ھ

(۱۱) راداع التعسف عن الامام ابی یوسف ۱۳۱۸ھ

(۱۲) اظہار الحق الجل ۱۳۲۰ھ

(۱۳) ازالة العار بجحر الکرائم عن کلاب النار ۱۳۱۶ھ

(۱۴) النهی الحاجر عن تکرار صلاة الجنائز ۱۳۲۵ھ

(۱۵) اصلاح النظیر ۱۳۲۱ھ

(۱۶) البرق المخیب علی بقاع طیب ۱۳۲۰ھ

(۱۷) معارک الجروح علی التوہب المقبوح ۱۳۲۰ھ

(۱۸) الاسئلة الفاضله على الطولف الباطله ۱۳۱۳ھ

(۱۹) پرده در امرتسرى ۱۳۲۶ھ

(۲۰) الروض البهيج فى آداب التخريج ۱۲۹۹ھ

(۲۱) صفائح اللجين فى كون التصافح بكفى اليمين ۱۳۰۶ھ

(۲۲) انتصار الهدى من شعوب الهوى ۱۳۱۲ھ

(۲۳) اكمل البحث على اهل الحدث ۱۳۲۱ھ

(۱۳) کرنی نوٹ کا فتنہ

خرید و فروخت یہ دونوں ایسے فعل ہیں کہ ہر شخص کو ان سے روزانہ کا سابقہ پڑتا ہے۔ خرید و فروخت میں قیمت کا لین دین ہوتا ہے لیکن یہ لین دین کا طریقہ ہر دور میں بدلتا آیا ہے۔ ہمارا سماجی معاشرہ ضرورت کے تحت لین دین کے قوانین و طور طریقہ میں ترمیم و تبدیلی کرتا آیا ہے۔ لیکن اس میں ایک اہم بات کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے کہ کوئی بھی تجارتی معاملہ اسلامی قوانین کے خلاف نہ ہو۔

خرید و فروخت کے مسائل بہت ہی وسیع ہیں جس کی تفصیلی گفتگو یہاں پر ممکن نہیں لیکن قارئین کی تفہیم کیلئے صرف اتنا بتایا ہی ضروری ہے کہ آج تک خرید و فروخت ”بیع و ثمن“ کے تحت کی جاتی ہے یعنی کے مال کے بدلے مال۔ لیکن اس کے طریقے ہر زمانہ میں الگ الگ تھے مثلاً صدیوں پہلے یہ طریقہ تھا کہ زید نے پندرہ مرغیوں کے عوض اپنی ایک بکری کو فروخت کیا۔ یا یہ ہوتا تھا کہ زید نے بکر کو پانچ سیر چاول دیئے اور اس کے عوض میں بکر نے زید کو بارہ سیر گہوں دیئے۔ اسی طریقہ سے یعنی مال کے بدلے مال کے طریقے پر ہر معاملہ طے ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ پھر اس میں تبدیلی آئی اور کرنسی سکے وجود میں آئے لیکن جو کرنسی سکے رائج ہوئے وہ بھی ”مال کے بدلے مال“ کے اصول کے تحت عمل میں آئے تھے یعنی وہ سکے کی خود اپنی حیثیت بھی ایک مال کی تھی، یعنی کہ اس سکے کو بطور کرنسی استعمال کیا جائے یا بطور مال استعمال کیا جائے دونوں صورتوں میں اس کی قیمت میں کوئی فرق نہیں آتا تھا کیونکہ ان سکوں میں اتنی چاندی یا سونا ہوتا تھا کہ جو خود ایک مال کی حیثیت رکھتا تھا۔ مثلاً ایک شخص بازار میں گیا اور اس نے ایک روپیہ کا سکہ بطور کرنسی استعمال کیا اور ایک روپیہ کی قیمت کا کوئی مال خریدا لیکن اگر کوئی شخص اس ایک روپیہ کے سکے کو ٹوکڑا کر باریک چورا بنا ڈالے پھر بھی اس کی قیمت ایک روپیہ ہوتی تھی کیونکہ اس سکہ میں اتنی چاندی یا سونا ہوتا تھا کہ اس کی قیمت ایک روپیہ ہوتی تھی۔

المختصر! کرنسی سکوں (Coins) میں بھی مال کے عوض مال کا طریقہ مروج تھا۔ اس زمانہ میں جو ایک روپیہ کا سکہ تھا اس کی حیثیت یہ تھی کہ چاہے اسے بطور کرنسی استعمال کرو چاہے اسے توڑ پھوڑ کر بطور مال استعمال کرو، دونوں صورتوں میں اس کی قوت خریداری (Purchase Power) یکساں باقی رہتی تھی۔ لیکن جب کاغذ کے کرنسی نوٹ رائج ہوئے تو یہ حالت تھی کہ اگر ایک روپیہ کا نوٹ بطور کرنسی استعمال کیا جائے تو اس کی قوت خرید ایک روپیہ ہے لیکن اگر اس نوٹ کے ٹکڑے کر دیئے جائیں تو پھر اس کی کوئی قیمت باقی نہیں رہتی یعنی کہ کرنسی نوٹ کا جو کاغذ تھا اس کاغذ کی بطور کرنسی خرید ایک روپیہ ضرور تھی، لہذا اس نوٹ کا استعمال کرنا شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟ اس نوٹ سے خرید و فروخت اور دیگر معاملات کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یہ جاننے کیلئے لوگوں نے علمائے دین سے رجوع کیا۔ دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء نے کرنسی نوٹ کے تعلق سے ایسے ایسے فتوے دیئے کہ لوگوں کا جینا بھی دشوار ہو جائے۔ مثلاً:-

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو:-

”سوال: نوٹ کی خرید و فروخت کی یا زیادتی پر جائز ہے یا نہیں، بالفصل ارقام فرمائیے۔

جواب:- نوٹ کی خرید و فروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں مگر اس میں حیلہ حوالہ ہو سکتا ہے اور بحیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے مگر کم زیادہ پر بیع کرنا یا اور ناجائز ہے، فقط۔“

(فتاویٰ رشیدیہ۔ از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی۔ دیوبند۔ صفحہ: ۴۹۰)

مذکورہ بالا فتوے کو بغور پڑھئے۔ نوٹ کی خرید و فروخت کو برابر قیمت پر بھی نادرست کہا جا رہا ہے لیکن نادرست ہونے کی وجہ کیا ہے؟ یہ تو شاید گنگوہی صاحب کے علم میں بھی نہ ہوگا۔ پھر آگے حیلہ حوالہ کی بے جوڑ بات لکھی اور آخر میں کم زیادہ پر بیع کرنے کو سود اور ناجائز لکھا۔ مسئلہ اس طرح الجھا یا کہ سوال پوچھنے والا تو یقیناً جواب کو سمجھ گیا ہی نہیں بلکہ خود جواب دینے والا بھی شاید نہ سمجھ سکا ہوگا کہ میں کیا جواب لکھ رہا ہوں اور جو جواب لکھ رہا ہوں اس کا مطلب و معنی کیا ہے؟

☆ مولوی اشرف علی تھانوی کا ایک سنسنی خیز فتویٰ ملاحظہ فرمائیے اور تھانوی صاحب کی علمی و عقلی صلاحیت کا جائزہ لیجئے:-

”واقعہ:- ایک صاحب نے دریافت کیا کہ کسی نے چاندی خریدی اور بائع کو نوٹ دیا۔

ارشاد:- یہ جائز نہیں، اس لئے کہ ثمن بیع کا دست بدست ہونا شرط ہے اور نوٹ روپیہ نہیں ہے بلکہ یوں کرنا چاہئے

کہ پہلے کہیں سے یا خود بائع سے نوٹ کا روپیہ لے لے اور وہ روپیہ قیمت میں دیدے۔“

(حوالہ (۱) حسن العزیز۔ مرتبہ: مولوی یوسف بجنوری۔ ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ۔

(حوالہ (۲) کمالات اشرفیہ (۱۹۹۵) ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ۔ تھانہ بھون (یو پی) باب ۱، ملفوظ ۶۱۱، ص ۱۴۶)

مذکورہ بالا فتویٰ میں تھانوی صاحب نے کیسا انوکھا طرز اپنایا ہے کہ پہلے تو یہ بتانا کہ نوٹ کے عوض چاندی نہیں خرید سکتے اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ نوٹ روپیہ نہیں اور شرمینج کا دست بدست ہونا شرط ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ روپیہ یعنی کہ کرنسی سکے میں مال ہونے کی وجہ سے چاندی خریدنے کی صلاحیت ہے لیکن کرنسی نوٹ میں وہ صلاحیت نہیں لہذا یہ کرنا چاہئے کہ نوٹ کو سکوں میں تبدیل کرنا لیتا چاہیے پھر ان سکوں کو چاندی کے عوض دینا چاہئے تاکہ مال کے عوض مال ہو جائے لیکن تھانوی صاحب نے یہ نہ دیکھا کہ جس کرنسی نوٹ سے چاندی خریدنا جائز نہیں تو سکے (جو خود مثل چاندی کے مال ہے) خریدنا جائز کیسے ہو جائے گا؟

دوسری بات یہ کہ تھانوی صاحب کے الفاظ کہ ”وہ روپیہ قیمت میں دیدے“ پر آپ غور فرمائیے۔ فرض کرو کہ کسی کو ۲۵ تولہ سونے کی اوسط قیمت فی تولہ تقریباً پانچ ہزار کے حساب سے ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ کی ریزگاری حاصل کرے اور پھر اس ریزگاری کو سونے کی قیمت میں ادا کرے بھلا یہ کب ممکن ہے۔ اول تو سوالا لاکھ روپے کی ریزگاری حاصل کرنا ہی غیر ممکن بات ہے اور اگر حاصل کر بھی لی تو اس کو اٹھانا اور منتقل کرنا بھی سخت دشوار مرحلہ ہے۔ مزدوروں کے ذریعہ ٹھیلے یا نیل گاڑی پر لاد کر سنار کی دوکان تک کوئی جواں مرد لیجانے کی بہادری دکھائی دے تو اس رقم کو گننا دوکاندار منظور نہیں کرے گا اور مان بھی لو کہ اگر دوکاندار نے سوالا لاکھ روپیہ کی ریزگاری شمار کرنے کیلئے کسی کو اجرت پر بلا کر گنوا بھی لیا۔ پھر بھی کام نہیں بنے گا۔ کیونکہ اگلے زمانہ میں جو کرنسی کا سکہ تھانوی صاحب نے لکھا تھا۔ اس میں اس سکے کی قیمت جتنی رقم چاندی ہوتی تھی۔ اس سکے کو توڑ مروڑ کر، باریک چورا کر دینے کے باوجود اس کی قوت خریداری زائل نہیں ہوتی تھی لیکن موجودہ زمانہ میں جو کرنسی کا سکہ ہے وہ چاندی کے اعتبار سے جو قیمت ہے اتنی قیمت اس سکے میں استعمال شدہ دھات کے مثیریل کی نہیں۔ لہذا اس دور میں تھانوی صاحب کا مذکورہ فتویٰ کالعدم ہو جائیگا۔

☆ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ایک عجیب و غریب گوفتویٰ نوٹ کے تعلق سے ملاحظہ فرمائیے:-

”واقعہ: ایک صاحب نے سوال کیا زکوٰۃ میں کسی نے نوٹ دیا تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اس پر حضرت نے فرمایا۔

ارشاد: یہ دیکھنا چاہئے کہ نوٹ کی حقیقت کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نوٹ مال نہیں ہے بلکہ سند مال ہے۔ جب مال

نہیں تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔“

(حسن العزیز۔ مرتبہ: مولوی یوسف بجنوری۔ ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ۔ تھانہ بھون (یو پی) جلد ۳، حصہ ۲، قسط ۱۳، صفحہ ۲۰۴)

لیجئے! سنئے! تھانوی صاحب نے بات کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ مطلق فتویٰ دے دیا کہ نوٹ سے جو زکوٰۃ دی جائے گی وہ ادا نہ ہوگی تو کیا جن لوگوں نے آج تک نوٹ سے زکوٰۃ ادا کی ان کی زکوٰۃ ادا ہی نہیں ہوئی اور جو لوگ فی الحال نوٹ سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور قیامت تک جو لوگ نوٹ سے زکوٰۃ ادا کریں گے ان کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی؟ خیر! نوٹ کے تعلق سے علمائے دیوبند کے مضحکہ خیز نظریات پر بہت کچھ کہا اور لکھا جاسکتا ہے، ان مذکورہ عبارات کے علاوہ ایسی کئی عبارتیں دیوبندی مکتبہ فکر کے لٹریچر میں موجود ہیں، جس پر کامل طور سے تبصرہ کرنے سے ایک ضخیم کتاب وجود میں آسکتی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ علمائے دیوبند کے کرنسی نوٹ کے تعلق سے جو نظریات و تخیلات تھے اس سے ملت اسلامیہ میں سخت تشویش پھیل گئی تھی۔ عوام تو عوام اہل علم حضرات بھی شش و پنج میں تھے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے؟ یہاں تک کہ علمائے حریم شریفین بھی اس مسئلہ میں اپنا موقف بیان نہیں کر سکتے تھے۔ حتیٰ کہ مکہ معظمہ کے مفتی احناف حضرت مولانا جمال بن عبداللہ نے بھی اس مسئلہ کا محققہ شرعی حکم بیان کرنے سے اپنا عذر اس طرح بیان فرمایا کہ ”العلم امانة فی اعناق العلماء“ یعنی کہ علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے یعنی کہ وہ علماء دفن ہو چکے۔

۱۳۲۳ھ میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان جب حریم شریفین گئے اور وہاں پر آپ نے علم غیب کے مسئلہ پر ایک تاریخی کتاب ”الدولة المکیة“ تصنیف فرمائی تو حرم شریف کے علماء نے آپ کی علمی جلالت کے سامنے اپنے سر تسلیم خم کئے اور آپ کا چرچہ بحیثیت فقیہ اعظم حرم شریف کے علماء میں عام تھا۔ آپ کی شان علمیت سے متاثر ہو کر حضرت مولانا عبداللہ مراد اور حضرت مولانا محمد احمد دہلوی نے نوٹ کے تعلق سے بارہ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس کا ایسا مفصل عالمانہ جواب دیا کہ علمائے مکہ حیرت زدہ رہ گئے اور پوری دنیائے اسلام کے علماء عیش و عشرت کراٹھے۔

اس مسئلہ میں فقہ کی معتبر کتاب، ”فتح قدیر“ سے امام احمد رضا کے نقل کردہ جزیہ ”لو باع قرطاس بالف یجوز ولا یکرہ“ کو دیکھ کر مکہ معظمہ کے مفتی حنفیہ حضرت مولانا مفتی عبداللہ بن صدیق چل گئے اور یہ پکاراٹھے کہ ”ابن جمال بن عبداللہ من هذا النص الصریح“ یعنی حضرت جمال بن عبداللہ اس نص صریح یعنی کہ صاف دلیل سے کہاں غافل رہ گئے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے نوٹ کے مسئلہ پر ”الکفیل الفقہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم“ میں علم کے دریا بہا دیئے اور مخالفین کے تمام باطل نظریات کی دھجیاں اڑانے کے ساتھ ساتھ اس مسئلہ کا

صحیح اسلامی حکم کتب معتبرہ کے دلائل کی روشنی میں مرقوم فرما کر تمام شبہات کا ازالہ فرمادیا۔
کرنی نوٹ کے تعلق سے امام احمد رضا کی مندرجہ ذیل تصانیف میری ناقص معلومات میں ہیں۔

(۱) الکفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدرہم ۱۳۲۴ھ

(۲) الذیل المنوط لرسالة النوط ۱۳۲۹ھ

(۳) کاسر السفیہ الواہم فی ابدال قرطاس الدرہم ۱۳۲۹ھ

(۱۴) فتنہ تنازعہ باب ایمان ابوین کریمین

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم ﷺ کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر اس نور کو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی میں رکھا۔ وہاں سے وہ نور منتقل ہو کر حضرت حوالی انبھا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام کے شکم اطہر میں جلوہ گر ہوا۔ پھر قرآن بعد قرن وہ نور مقدس پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا ہوا حضرت عبداللہ کی پیشانی میں اور پھر وہاں سے حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے شکم اطہر میں جلوہ گر ہوا اور بعدہ اپنے ظہور ظاہری سے پوری کائنات کو منور فرمایا۔ حضور اقدس ﷺ کے آباء واجداد اور امہات میں حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ سے لیکر حضرت آدم اور حضرت حوا تک جتنے بھی مرد اور عورت تھے وہ تمام کے تمام موحّد، مؤمن تھے اور کفر اور شرک کی نجاست سے پاک و صاف تھے۔ احادیث نبوی ﷺ اس عنوان پر کافی تعداد میں موجود ہیں اور یہی عقیدہ ابتدائے اسلام سے آج تک ملت اسلامیہ میں رائج ہے۔

لیکن فرقہ وہابیہ نجدیہ کے اکابر علماء نے سرکارِ دو عالم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کا انکار کیا اور معاذ اللہ ان نفوس قدسیہ کی ذات پاک سے کفر منسوب کیا۔ گستاخی رسول میں علماء دیوبند اتنے بے باک ہو گئے تھے کہ انہوں نے رسول اعظم ﷺ کے ماں باپ کی شان میں بھی گستاخی کی۔

☆ فرقہ وہابیہ کے امام ربانی اور مقتدا مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ قارئین کی خدمت میں پیش ہے:-

”سوال: ہمارے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے والدین مسلمان تھے یا نہیں؟

جواب:- حضرت ﷺ کے والدین کے ایمان میں اختلاف ہے۔ حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان کا

انتقال حالت کفر میں ہوا ہے۔ فقط“

(فتاویٰ رشیدیہ۔ از:- مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر:- مکتبہ تھانوی، دیوبند۔ صفحہ: ۱۰۴)

حضور اقدس تاجدارِ مدینہ ﷺ کے والدین کریمین کو اتنی بے باکی سے مولوی رشید احمد گنگوہی نے ”کافر“ کہہ دیا۔ نہ

کوئی دلیل وجہ کفر کی بتائی، نہ کسی معتبر کتاب کا حوالہ اور نہ ہی امام اعظم کا اس تعلق سے کوئی قول نقل کیا بلکہ صرف اتنا لکھ دیا کہ، ”حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے“ افسوس تو اس بات کا ہوتا ہے کہ علمائے دیوبند نے معظمان دین کی تکفیر کو کتنے کھل انداز میں لیا اور جب دشمنان دین کی تکفیر کا معاملہ آیا، تو ان دشمنان دین کا دفاع کیا، مثلاً:-

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو:-

”سوال: یزید کہ جس نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا ہے وہ یزید آپ کی رائے شریف میں کا فر ہے یا فاسق؟

جواب:- کسی مسلمان کو کافر کہنا مناسب نہیں، یزید مؤمن تھا بسبب قتل کے فاسق ہوا۔ کفر کا حال دریافت نہیں۔ کافر کہنا جائز نہیں کہ وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ۔ از:- مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر:- مکتبہ تھانوی، دیوبند۔ صفحہ:- ۵۰)

دشمن اسلام یزید پلید کہ جس نے شہزادہ رسول حضرت سیدنا امام حسین کو شہید کر دیا اور سر کا ردو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو سخت تکلیف پہنچائی وہ یزید علمائے دیوبند کیلئے قابل دفاع ہے۔ یزید کو برا بھلا کہنے سے روکا جا رہا ہے۔ یزید کو مؤمن کہہ کر پھر یہ وضاحت کی جا رہی ہے کہ اس کے کفر کا حال معلوم نہیں۔ تو کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے کفر کا حال مولوی رشید احمد گنگوہی کو معلوم تھا؟ یزید کیلئے یہاں تک لکھا کہ ”کافر کہنا جائز نہیں“ لیکن نبی کے ماں باپ کو بے دھڑک کافر کہہ دیا تو کیا یہ جائز ہے؟ مزید برآں کہ یزید کی حمایت کرتے ہوئے مولوی رشید احمد گنگوہی نے آخری جملہ یہ لکھا کہ ”وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہے“، یعنی کہ دل کے عقیدے کا اعتبار بنایا جا رہا ہے۔ جب یزید کا معاملہ آیا تو یزید کی موافقت و حمایت کیلئے دل کے عقیدے کا پہلو ڈھونڈ نکالا۔ اگر واقعی مولوی رشید احمد گنگوہی اور دیگر علمائے دیوبند اتنے محتاط تھے تو پھر ملت اسلامیہ کے کروڑوں افراد پر شرک کے اتنے سارے فتوے کیوں تھوپ دیئے۔ یا رسول اللہ کہنے والا کافر، درود تاج پڑھنے والا مشرک، غلام محی الدین نام رکھنے والا مشرک، سہرا باندھنے والا مشرک، اولیاء و انبیاء سے استعانت کرنے والا مشرک۔ الغرض ملت اسلامیہ پر بے شمار کفر اور شرک کے فتوے دیتے وقت تو دل کے عقیدے کا لحاظ نہیں کیا۔ حد تو یہ ہوئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں باپ پر کفر کا الزام عائد کرتے وقت بھی دل کے عقیدہ کا قطعاً لحاظ نہ کیا لیکن گنگوہی صاحب کو حضرت یزید کا جب معاملہ تو اب گنگوہی صاحب شان احتیاط دکھا رہے ہیں کہ خبردار! کسی مسلمان کو کافر کہنا جائز نہیں اور یزید صاحب تو ”مؤمن“ ہیں۔ قارئین خود فیصلہ کریں کہ کچھ تو ہے کہ جس کی پردہ داری ہے۔

☆ وہابی تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے کہا کہ:-

”حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں گفتگو کرنے کو بہت خطرناک سمجھتا ہوں اور ظاہر ہے کہ کسی کے والدین کو یہ کہنا کہ یہ بد معاش کافر تھے اس سے اولاد کو طبعی رنج ہوتا ہے۔ اس قاعدہ سے حضور ﷺ کو بھی رنج ہوتا ہوگا۔“

(الکلام الحسن - ضبط کردہ - مولوی محمد حسن امرتسری - ناشر - مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون قسط ۹، ملفوظ ۱۲، ص: ۱۰)

تھانوی صاحب کے جملے کتنے خطرناک ہیں اس کا اندازہ قارئین لگائیں۔ تھانوی صاحب نے کہا کہ اگر کسی کے والدین واقعی بد معاش کافر ہوں پھر بھی اولاد کو برا لگے گا اس لئے ان کو کافر بد معاش نہیں کہیں گے حالانکہ واقعی وہ بد معاش کافر تھے۔ یہ قاعدہ بیان کرنے کے بعد اس قاعدہ کو تھانوی صاحب حضور اقدس ﷺ کے والدین کریمین کیلئے قیاس کرتے ہیں کہ معاذ اللہ وہ بھی کافر تھے لیکن حضور ﷺ کو رنج نہ ہوا س لئے ہم ان کو کافر نہیں کہیں گے۔ جس کا مطلب صاف ہے کہ گنگوہی صاحب کی طرح مولوی اشرف علی تھانوی بھی حضور اقدس ﷺ کے والدین کریمین کو کافر ہی سمجھتے ہیں لیکن حضور کا لحاظ کرتے ہوئے والدین کے بارے میں گفتگو کرنے کو بہت خطرناک جانتے تھے۔ یعنی کہ تھانوی صاحب کہہ لینے کے باوجود بھی اپنے زعم میں کچھ بھی نہیں کہا کا اطمینان رکھتے ہیں ذرا تھانوی صاحب کے الفاظ تو دیکھو تمثیل میں صرف کافر ہی نہیں کہا بلکہ ”بد معاش کافر“ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

والدین کریمین کے ایمان کے تعلق سے ایک استفتاء امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں آیا آپ نے والدین کریمین (علیٰ انھما وعلیہما الصلوٰۃ والسلام) کے موحد اور مؤمن ہونے کے ثبوت میں قرآن، حدیث، تاریخ، وسیر کی معتبرہ و مستند کتب کے حوالوں سے وہ دلائل قاہرہ ارقام فرمائے جس کو پڑھ کر ایک مومن کا ایمان تازہ اور دل باغ باغ ہو جائیگا۔ اور مخالفین و احسرتا کہہ کر اپنے سروں پر خاک ڈالیں گے۔ اس تاریخی تصنیف کا نام ہے:-

(۱) شمول الاسلام فی اصول رسول الکرام ص ۱۳۱ء

(۱۵) تبرکات کی تعظیم کا تنازعہ

انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے آثار مقدسہ و تبرکات مثلاً جبہ شریف، موئے مبارک، ٹوپی، چھڑی، نعلین شریفین، ملبوسات وغیرہ کی ایک خصوصی نسبت ان نفوس قدسیہ سے ہونے کی وجہ سے ان تبرکات کی ملت اسلامیہ نے بڑی ہی قدر و تعظیم کی ہے۔ اور تبرکات سے بے شمار فوائد و برکتیں حاصل کرتے آئے ہیں۔ تبرکات کی زیارت کرنے سے صاحب تبرک کی شان عظمت عیاں ہوتی ہے اور ازرائین کے دلوں میں صاحب تبرک کی بزرگی کی عظمت و محبت پختہ ہوتی ہے۔ بزرگوں کے تبرکات کے اپنے پاس حفاظت سے رکھنا، اس کا ادب کرنا، اس کی زیارت کرنا کرنا، اس کے توسل سے دعا کرنا، فیض و

برکت حاصل کرنا وغیرہ سلف صالحین میں ابتدائے اسلام سے رائج اور معمول تھا لیکن ہر وہ کام کہ جس سے انبیاء و اولیاء کی عظمت کا پرچم لہرائے۔ ان تمام افعال کو دیوبندی مکتبہ فکر کے اکابر علماء نے ممنوع قرار دیا۔ اور لوگوں کو بزرگان دین کے تبرکات کی زیارت کرنے سے روکا۔ مثلاً:

☆ وہابی تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ:-

”کہیں کہیں جبہ شریف یا موئے شریف پیغمبر ﷺ یا کسی بزرگ کا مشہور ہے۔ اس کی زیارت کیلئے یا تو اس جگہ جمع ہوتے ہیں یا ان لوگوں کو گھروں میں بلا کر زیارت کرتے ہیں۔ اور زیارت کرانے والوں میں عورتیں بھی ہوتی ہیں اول تو ہر جگہ ان تبرکات کی سند نہیں اور اگر سند بھی ہو تب بھی جمع ہونے میں بہت خرابیاں ہیں۔“

(بہشتی زیور۔ مصنف: مولوی اشرف علی تھانوی۔ ناشر۔ ربانی ڈپو، دہلی جلد ۶، صفحہ: ۳۸۶)

☆ تبرکات کے تعلق سے مولوی اشرف علی تھانوی کا ایک ملفوظ ملاحظہ ہو:-

”اسی طرح بزرگوں کے تبرکات کے ساتھ مجھ کو شغف نہیں مثلاً کرتہ وغیرہ یہ خیال ہوتا ہے کہ اس میں کیا رکھا ہے۔“
(۱) کمالات اشرفیہ، ملفوظات مولوی اشرف علی تھانوی۔ ناشر، ادارہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، باب ۱، ملفوظ ۱۰۰۴، ص: ۲۵۱)

(۲) حسن العزیز، از: خواجہ عزیز الحسن۔ ناشر مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، جلد ۱، حصہ ۴، قسط ۱۹، ملفوظ ۶۳۴، ص: ۱۷۷)
بزرگان دین کے تبرکات کے ساتھ مولوی اشرف علی تھانوی کو شغف نہیں تھا۔ اس کی وجہ خود تھانوی صاحب نے یہ بیان کی کہ ”اس میں کیا رکھا ہے“ یہ جملہ تبرکات کی اہمیت گھٹانے اور تبرکات کی تحقیر و تذلیل کرنے کی نیت بد کا بین ثبوت ہے۔

☆ امام ابو ہبایہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ”تقویۃ الایمان“ کے باب اول میں ”عبادت کے اعمال اور شعائر اللہ کے ساتھ خاص ہیں“ عنوان کے تحت بزرگان دین کے آستانہ کے کنویں کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا بھی شرک لکھا ہے:-

”اور اس کے کنویں کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا، بدن پر ڈالنا، آپس میں بائٹنا، غائبوں کے واسطے لے جانا۔۔۔۔۔“
اس قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔“

(تقویۃ الایمان مصنف: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دارالسلفیہ، بمبئی۔ صفحہ: ۲۴)

مختصر یہ کہ دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے ملت اسلامیہ کا بزرگان دین کے ساتھ رشتہ عقیدت کاٹنے کی غرض سے بزرگان دین کے تبرکات کا ادب و احترام ختم کرنے کیلئے طرح طرح کے ہتھکنڈے اپنائے۔ تبرکات کی زیارت کرنے اور ان تبرکات کو باعث برکت ماننے کو گناہ بلکہ شرک تک کہہ دیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے تبرکات بزرگان دین کے دشمنوں کا تعاقب فرمایا اور آثار مقدسہ کی تعظیم، اہمیت اور اس سے حصول برکت کے جواز میں قرآن، حدیث اور اقوال و افعال اولیاء و صالحین سے ایسے قوی دلائل مرقوم فرمائے کہ مخالفین مبہوت و ساکت ہو گئے۔

اس عنوان پر امام احمد رضا کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

(۱) بدر الانوار فی آداب الآثار ۱۳۲۶ھ

(۲) البر المقال فی استحسان قبلة الاجلال ۱۳۸۰ھ

(۱۶) فتنہ آریہ (شدھی کرن)

انیسویں صدی عیسوی کا ابتدائی زمانہ ہندوستانی مسلمانوں کیلئے سخت مصیبت و آزمائش کا زمانہ تھا ایک طرف سے اسلام کے نام پر وہابی، غیر مقلد و دیگر فرقتائے باطلہ مسلمانوں کے ایمان چھین رہے تھے تو دوسری طرف سے شدھی والے مسلمانوں کے ایمان کو تباہ و برباد کر رہے تھے اس دور کے نام نہاد سیاسی لیڈر ”ہندو مسلم بھائی بھائی“ کا نعرہ لگا کر اتحاد کی تحریک چلا رہے تھے اور اپنی اس تحریک کو موثر بنانے کیلئے خود تو افعال شرکیہ و کفریہ میں ملوث ہوئے ہی اور ساتھ میں قوم مسلم کو بھی ان افعال شنیعہ، کفریہ، شرکیہ کی ترغیب دی مثلاً قشقہ لگانا، مشرکین کی بے پکارنا، ان کی اترھی کو کندھا دینا اور مرگھٹ تک لے جانا، وید اور قرآن کو ایک ترازو میں رکھ کر دونوں کو یکساں حق کہنا وغیرہ وغیرہ۔ مشرکین کو خوش کرنے کیلئے نام نہاد مسلم لیڈروں نے سب کچھ کر ڈالا ابہاں تک کہ اپنے ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ لیکن مشرکین نے درپردہ مذہب اسلام پر اپنے حملے جاری رکھے، سوامی دیانند سوسنی نے ”ستیا رتھ پرکاش“ نام کی ایک کتاب لکھی اور اس میں قرآن شریف کی آیتوں کو ناقص نقل کر کے توڑ مروڑ کر خود ساختہ تراجم اور مفہوم بیان کئے اور قرآن کے آسمانی کتاب ہونے سے انکار کیا اور مذہب اسلام کی حقانیت کو لاکارا۔ سوامی دیانند سوسنی اور اس کے خاص چیلے یعنی کہ سوامی شرودھانند نے ملک بھر میں تقریری دورے کئے اور قرآن کی آیتوں کے غلط تراجم اور مفہوم بیان کر کے مسلمانوں کے ایمان میں تزلزل پیدا کیا اور لاکھوں کی تعداد میں بھولے بھالے مسلمانوں نے اس کے دام فریب کا شکار ہو کر اسلام سے منحرف ہو کر آریہ مذہب اپنالیا۔ مسلمانوں کو مرتد

بنانے کی اس تحریک کا نام ”شدھی کرن“ رکھا گیا تھا۔ دیانندرسوتی کی کتاب ”ستیا رتھ پرکاش“ کا طرز بیان اتنا خطرناک ہے کہ اگر کوئی کم پڑھا لکھا اور کمزور عقیدے کا کوئی شخص اسے پڑھے تو وہ اپنے اسلامی عقیدے سے پھسل جائے۔ علاوہ ازیں ”شدھی“ کا پرچار کرنے والے پنڈتوں کی جادو بیانی نے زہر قاتل کا کام کیا اور بیچتا کل چھ لاکھ مسلمان مرتد ہو کر آریہ ہو گئے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی ان حالات کو دیکھ کر بھڑک اٹھے اور ایک مرد مجاہد کی شان سے آریوں کے مقابلہ میں میدان عمل میں آئے۔ مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ کیلئے تحریر و تقریر دونوں پہلوؤں سے نمایاں کردار ادا کیا۔ ”ستیا رتھ پرکاش“ کتاب کے رد میں آپ نے ایک بے مثال اور معرکتہ الآراء تاریخی کتاب، ”کیفر کفر آریہ“ تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں آپ نے (۱) یسحور وید (۲) سام وید (۳) اتھرو وید (۴) رک وید (۵) برہم وید پر ان (۶) شری مدبھا گوت گیتا (۷) منو سمرتی وغیرہ کے حوالے سے آریہ مذہب کا بطلان اور اسلام کی حقانیت ثابت کی۔

آپ نے اپنی اس تاریخی کتاب میں ویدوں کے شلوک بزبان سنسکرت مع شلوک نمبر، ادھیائے نمبر و صفحہ نمبر نقل فرما کر بڑے بڑے پنڈتوں کو اور خود دیانندرسوتی کو انگشت بدنداں ہونے پر مجبور کر دیا۔ آپ نے دیانندرسوتی کو کئی مرتبہ مناظرہ کا چیلنج دیا لیکن اس نے ہمیشہ راہ فرار اختیار کی۔

علاوہ ازیں آپ نے اپنے شہزادہ اصغر یعنی تاجدار اہلسنت، آقائے نعت، سیدی و مرشدی حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہمراہ علماء کے ایک وفد کو صوبہ یوپی کے مشرقی علاقہ میں جہاں ”شدھی“ کا فتنہ وسیع پیمانے پر پھیل چکا تھا، بھیجا۔ حضور مفتی اعظم ہند کی زیر قیادت علماء کا وفد جس میں

(۱) شیریشہ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خان

(۲) صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی

(۳) صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی

(۴) ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری

(۵) محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا ساردار احمد صاحب لائل پوری

وغیرہ شامل تھے۔ گیارہ مہینے تک وفد نے دورہ فرمایا اور الحمد للہ! جن چھ لاکھ مسلمانوں نے مرتد ہو کر آریہ مذہب اپنا لیا تھا ان کو دوبارہ اسلام میں شامل کر لینے کے ساتھ ساتھ دیگر پانچ لاکھ راجپوتوں کو کلمہ پڑھایا اور کل ملا کر آپ نے گیارہ لاکھ

افراد کو دولت ایمان سے سرفراز فرمایا، جن کی دینی تعلیم کے انتظام کیلئے امام احمد رضا محدث بریلوی نے گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ ”جماعت رضائے مصطفیٰ“ کے زیر اہتمام دینی مدارس اور معلمین کا انتظام کیا اور اس کا تمام خرچ آپ نے برداشت کیا۔ شہدی کی تحریک کا انسداد کرنے کیلئے امام احمد رضا نے جو قربانیاں پیش کی ہیں اس کی تفصیلی گفتگو کرنے کیلئے ایک مستقل ضخیم کتاب درکار ہے۔ اس زمانہ میں رامپور سے ایک اخبار بنام ”دبدبہء سکندری“ شائع ہوتا تھا، اس اخبار کے ہر شمارے میں امام احمد رضا محدث بریلوی کی اس فتنہ کے سد باب کے تعلق سے انجام دی ہوئی قربانیاں اور جماعت رضائے مصطفیٰ کی خدمات تفصیل سے شائع ہوتی تھیں۔ وہ تمام اخبارات دستاویزی ثبوت کی حیثیت سے اشیاء کی عظیم ”رضالاہیری“ رامپور (یو پی) میں محفوظ ہیں۔

فتنہ آریہ کے رد میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصانیف حسب ذیل ہیں:-

- (۱) کفر کفر آریہ ۱۳۲۶ھ
- (۲) توارع القہار علی الخمسة الفجار ۱۳۱۸ھ
- (۳) پردہ در امر تری ۱۳۲۶ھ

(۱۷) ارواح مؤمنین کا شب جمعہ وغیرہ کو اپنے گھر آنے کے باب میں اختلاف

ارواح مؤمنین شب جمعہ، شب برأت، ودیگر مبارک ایام میں اپنے گھروں کو آتی ہیں اور اپنی اولاد ورشتہ داروں سے ایصال ثواب کی متمنی ہوتی ہیں اور استدعا کرتی ہیں۔ لہذا صدیوں سے ملت اسلامیہ میں یہ امر رائج تھا کہ شب جمعہ، عید، عاشورہ کے دن صدقات و خیرات کر کے اس کا ثواب اپنے مرحومین کو پہنچاتے تھے۔ ایصال ثواب کا یہ طریقہ کتب احادیث اور کتب سلف صالحین و علماء متقدمین سے ثابت ہے۔ مثلاً مسند امام احمد، طبرانی، حاکم، حلیہ، شرح الصدور، تیسیر جامع صغیر، خزائن الروایات، فتاویٰ امام نفی، کنز العباد، الروضہ اور شرح مشکوٰۃ شریف وغیرہ میں اس کے دافردلائل موجود ہیں۔ ایصال ثواب کا یہ طریقہ صدقہ، خیرات، ذکر واذکار اور افعال خیر سے منسلک تھا۔ کوئی غیر شرعی امر اس میں شامل نہ تھا۔ ملت اسلامیہ کے لوگ اس بہانے کا رخیر کرتے تھے اور اپنے مرحومین کی اعانت کی نیت سے ان امور خیر کا ایصال ثواب ان کی روحوں کو کرتے تھے۔ لیکن دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کرم مرحوم مسلمین کیلئے کیا گیا بھلائی کا یہ کام بھی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھکا اور اس کا رخیر سے قوم مسلم کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اور اس کا رخیر کو بدعت کہنے کے ساتھ ساتھ ارواح مؤمنین کا اپنے گھروں پر آنے کا بھی صاف انکار کیا۔

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کے مجموعہ فتاویٰ ”فتاویٰ رشیدیہ“ میں لکھا ہے کہ:-

”سوال: بعض علماء کہتے ہیں کہ مردہ کی روح اپنے مکان پر شب جمعہ کو آتی ہے اور طالب خیرات و ثواب ہوتی ہے اور

نگاہوں سے پوشیدہ ہوتی ہے یہ امر صحیح ہے یا غلط؟

جواب:- یہ روایات صحیح نہیں۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

”سوال: شب جمعہ مردوں کی روحوں اپنے گھر آتی ہیں یا نہیں؟ جیسا کہ بعض کتب میں لکھا ہے۔

جواب:- مردوں کی روحوں شب جمعہ میں اپنے اپنے گھر نہیں آتیں، روایت غلط ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ: از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی: دیوبند (یو پی) ص: ۲۶۹ اور ص: ۲۷۰)

☆ مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ:-

”بعض یہ بھی سمجھتی ہیں کہ ان تارینوں میں اور جمعرات کے دن اور شب برأت کے دنوں میں مردوں کی روحوں

گھروں میں آتی ہیں۔ اس بات کی شرع میں کچھ اصل نہیں۔“

(بہشتی زیور۔ مصنف: مولوی اشرف علی تھانوی۔ ناشر: ربانی بک ڈپو۔ دہلی، جلد ۶۔ ص: ۳۷۹)

امام احمد رضا محدث بریلوی نے علماء دیوبند کا تعاقب کیا اور دلائل قاہرہ سے لبریز تصانیف مرقوم فرمائیں:-

(۱) بوارق ملح من ہقیقۃ الروح ۱۳۱ھ

(۲) اتیان الارواح لدیار ہم بعد الارواح ۱۳۲ھ

(۱۸) تنازع در باب حضرت امیر معاویہ

شیعہ اور روافض کے بہکاوے میں آجانے کی وجہ سے مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ نادانستہ حضرت امیر معاویہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کا مخالف بن گیا اور یہ مخالفت یہاں تک بڑھی کہ معاذ اللہ حضرت امیر معاویہ کی تکفیر تک پہنچ گئی۔ حضرت امیر

معاویہ کی تکذیب، تذلیل، توہین اور تکفیر پر مشتمل تبرعام بات بنا دی گئی اور اس بات کا بھی خیال نہ کیا گیا کہ حضرت امیر

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جلیل القدر صحابی رسول اور کاتب وحی تھے۔ ایک عام مسلمان کی تکفیر بھی جب تک اس کے کفر کی

قطعی دلیل نہ ہو تب تک نہیں کی جاتی۔ اور اگر کسی نے بلا ثبوت کسی مسلمان کو کافر کہہ دیا اور وہ شخص واقعی ویسا نہیں تو حدیث

کے فرمان کے مطابق کافر کہنے والا شخص خود کافر ہو جائے گا۔ جب عام مسلمان کیلئے ایسی سخت احتیاط ہے تو ایک صحابی رسول

کیلئے بدرجہ اتم سخت سے سخت احتیاط لازمی ہے۔ لیکن شیعہ اور روافض کے بہکاوے کو علماء دیوبند نے بھی ہوا دی اور لوگوں کو

صحابہ کرام کی جناب میں گستاخی اور بیباک بنانے کیلئے حیرت انگیز اور بے بنیاد فتوے دیئے۔ مثلاً:

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا ہے کہ:-

”روافض خوارج کو بھی اکثر علماء کافر نہیں کہتے حالانکہ وہ شیخین و صحابہ کو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کافر کہتے ہیں۔“

(فتاویٰ رشیدیہ: از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی: دیوبند ص: ۵۱)

قارئین مندرجہ بالا فتویٰ بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اس فتوے میں مولوی رشید احمد گنگوہی نے صاف صاف اقرار کر لیا کہ جو شخص شیخین یعنی کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت سیدنا فاروق اعظم کو، حضرت علی اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کافر کہے وہ کافر نہیں۔ ان حضرات صحابہ کرام کی تکفیر کرنے والے روافض و خوارج کا دفاع کرنے کیلئے گنگوہی صاحب لکھتے ہیں کہ ”اکثر علماء کافر نہیں کہتے“ یہ جملہ لکھ کر گنگوہی صاحب یہ جتنا چاہتے ہیں کہ اکابر صحابہ کرام کو کافر کہنے والا بھی کافر نہیں۔ لیکن جب اپنے پیشوا اور مقتدا مولوی اسماعیل دہلوی کا معاملہ آیا تو گنگوہی صاحب جلال میں آگئے اور فتویٰ دیا کہ:

”سوال: مولانا اسماعیل صاحب شہید دہلوی جو مستند الوقت شیخ اکمل مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے پوتے تھے۔ ان کو مردود اور کافر کہنا اور لعن طعن کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:- جو ایسا شخص ہو کہ ظاہر میں ہر روز تقویٰ کے ساتھ رہا اور پھر حق تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوا وہ قطعاً جنتی ہے اور مخلص ولی ہے۔ ایسے شخص کو مردود کہنا خود مردود ہونا ہے اور ایسے مقبول کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ: از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی: دیوبند ص: ۷۹)

تجرب کی بات ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کو ان کے عقائد کفریہ اور بارگاہ رسالت میں کی ہوئی توہین کے سبب کوئی شخص مردود اور کافر کہے تو ایسا کہنے والا شخص گنگوہی صاحب کے فتویٰ سے خود مردود اور کافر ہے لیکن رسول اقدس ﷺ کے جاں نثار صحابہ خصوصاً حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سیدنا فاروق اعظم اور حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو صرف بغض و عناد کی بناء پر کافر کہے، تو ایسا کہنے والا شخص گنگوہی صاحب کے فتویٰ سے کافر نہیں۔ کیا گنگوہی صاحب کیلئے مولوی اسماعیل دہلوی کی اہمیت صحابہ کرام سے بھی زیادہ تھی؟

یہ تھا دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کا پھیلا یا ہوا سلو پوائزن slow poison جو آہستہ آہستہ اثر کر کے لوگوں کو بزرگان دین کی جناب میں گستاخ بنا رہا تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان عالی اور خدمات دین کے ثبوت میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے حسب ذیل کتابیں لکھی ہیں:

(۱) البشری العاجلہ من تحف آجلہ ۱۳۰۰ھ

(۲) ذب الہواء الواہیہ فی باب امیر معاویہ ۱۳۱۲ھ

(۳) عرش الاعزاز والاکرام الاول ملک الاسلام ۱۳۱۲ھ

(۴) الاحادیث الروایہ لمدح الامیر معاویہ ۱۳۱۳ھ

(۱۹) فتنہ عدم جواز منی آرڈر

ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں یا ایک شہر سے دوسرے شہر روپیہ بھیجنا ایک عام بات ہے۔ تجارت کیلئے مال کی خریداری اور دیگر روز بروز کی ضروریات کے تحت ایک مقام سے دوسرے مقام روپیہ بھیجنا ضروری ہوتا ہے۔ پہلے زمانے میں یہ طریقہ تھا کہ روپیہ پہنچانے کیلئے یا لینے کیلئے آدمی بذات خود جاتا تھا۔ اس طریقہ میں آمد رفت کا سفر خرچ، وقت کا صرف ہونا، سفر کی تکلیف برداشت کرنے کی دشواری کے ساتھ ساتھ سفر میں روپیہ چوری ہو جانے یا لٹ جانے کا بھی خطرہ رہتا تھا۔ لیکن منی آرڈر سے روپیہ بھیجنے میں سفر کی تکلیف، مال کے ضائع ہونے، وقت کے بیجا صرف ہونے وغیرہ سے آدمی بچ جاتا ہے اور آمد و رفت میں جو خرچ ہوتا ہے اس سے کئی درجہ کم رقم منی آرڈر کی فیس میں دینی پڑتی ہے۔ ڈاک خانہ کی طرف سے جو رقم منی آرڈر کی فیس کے وصول کی جاتی ہے وہ بطور مزدوری یا معاوضہ کے لی جاتی ہے کہ آپ کی رقم آپ کے بتائے ہوئے پتہ پر حفاظت سے پہنچا کر مرسل الیہ سے رقم کی وصولیابی کی رسید حاصل کر کے وہ رسید بھی آپ کو پہنچا دی جاتی ہے۔ اس خدمت کے عوض بطور اجرت ڈاک خانہ کی طرف سے کچھ رقم فیس میں لی جاتی ہے۔

عوام کی سہولت کی یہ ترکیب بھی دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کو گوارا نہ ہوئی اور انہوں نے مضحکہ خیز فتاویٰ لکھ کر عوام کو ایک نئے فتنہ میں گرفتار کر دیا کہ منی آرڈر سے روپیہ بھیجنا جائز نہیں۔

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا کہ:-

”سوال: منی آرڈر کرنا اور محصول منی آرڈر کا دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخل ربوہ ہے اور یہ جو محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے۔

سوال: منی آرڈر اور ہنڈی میں کچھ فرق ہے یا دونوں کا ایک حکم ہے؟

جواب: منی آرڈر اور ہنڈی میں کچھ فرق نہیں۔ دونوں کا ایک حکم ہے۔ منی آرڈر کرنا سود میں داخل ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ: از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی: دیوبند، (یوپی) ص: ۵۰۲ اور ص: ۵۰۳)

☆ مولوی اشرف علی تھانوی نے تو نیا ڈھکوسلا کیا کہ منی آرڈر کرنا حرام ہے لیکن وصول کرنا حرام نہیں۔ ایک اقتباس پیش خدمت ہے:-

مولوی اشرف علی تھانوی سے ایک شخص نے منی آرڈر وصول کرنے کا حکم پوچھا۔

”سوال:- وصول کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:- اس کا اثر بھیجے والے پر ہوگا، نہ کہ وصول کرنے والے پر۔ کیونکہ حرمت عقد کی متعاقبین پر ہے، نہ کہ

وصول کرنے والے پر۔

(حسن العزیز۔ مرتبہ: مولوی محمد یوسف بجنوری۔ ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ۔ تھانہ بھون، جلد ۳، حصہ ۱، قسط ۱۲، ص: ۱۵۰)

مذکورہ عبارت میں تھانوی صاحب کا کہنا کہ ”حرمت عقد متعاقبین پر ہے“، یعنی منی آرڈر کرنا حرام ہے تو یہ حرام کس نے کیا؟ منی آرڈر بھیجنے والے اور ڈاک خانہ والے نے۔ ان دو فریقوں نے منی آرڈر کرنے کا حرام کام کیا، وصول کرنے والے کا کیا قصور؟ اس نے تو صرف یہی کیا کہ منی آرڈر آیا تو وصول کر لیا لہذا حرام کام کرنے کا جواثر یعنی کہ جو گناہ ہوگا وہ منی آرڈر کرنے والے پر ہوگا۔ اس سے پتہ چلا کہ تھانوی صاحب بھی منی آرڈر کرنے کو ناجائز سمجھتے تھے۔ لیکن ناجائز عوام کیلئے تھا۔ تھانوی صاحب کیلئے ناجائز نہیں تھا، کیونکہ:

☆ تھانوی صاحب نے قنوج سے اپنے گھر تھانہ بھون منی آرڈر کیا:-

”حضرت والا نے قنوج سے مبلغ سو روپیہ بذریعہ منی آرڈر تھانہ بھون کو روانہ کئے۔ ایک روپیہ فیس میں خرچ کیا۔ احقر نے عرض کیا کہ ایک روپیہ فضول گیا۔ فرمایا فضول کیوں گیا، اپنی آسائش کیلئے خرچ کیا گیا۔ وہ آسائش یہ ہے کہ بوجھ ہلکا ہو گیا۔“

(حسن العزیز۔ مرتبہ: مولوی محمد یوسف بجنوری۔ ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ۔ تھانہ بھون، جلد ۴، حصہ ۲، قسط ۱۱، ص: ۳۰۳)

یہ تو صرف ایک نمونہ ہے کیونکہ مولوی اشرف علی تھانوی کی سوانح حیات اور ملفوظات کے مجموعہ پر مشتمل کتابوں سے ہم ایسے بہت سے واقعات پیش کر سکتے ہیں کہ تھانوی صاحب نے کئی مرتبہ منی آرڈر کئے اور کروائے۔ یعنی کہ کہنا کچھ اور کرنا کچھ۔

منی آرڈر کے عدم جواز کا فتویٰ دیکر علمائے دیوبند نے ایک نیا فتنہ کھڑا کر دیا۔ منی آرڈر کی فیس کو سود میں شمار کر کے حقیقت میں انہوں نے اپنی کج فہمی اور علمی صلاحیت کے فقدان کا بین ثبوت دیا تھا۔ منی آرڈر کرنے والا فیس دے رہا ہے لے نہیں رہا اگر لیتا اور علمائے دیوبند سود کا بے سود و نارو تے تو الگ بات تھی۔ لیکن یہاں معاملہ الٹا ہے پھر بھی فقہ سے خالی الذہن علمائے دیوبند سود کی رائگی بجا کر ملت کو گمراہ کر رہے ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے منی آرڈر کے متعلق سوال پوچھا گیا، تو آپ نے اس مسئلہ پر مجدد کے شایان علم و عرفان، شواہد اور برہان، اور دلائل و حجت سے مزین ایک کتاب تصنیف فرمادی۔ جو معلومات کا ایک بحر ذخار ہے۔ اس کتاب کا نام مندرجہ ذیل ہے:-

(۱) المنی والدر لمن عمد من آرڈر ۱۳۱۱ھ

(۲۰) جمعہ کی اذان ثانی کا اختلاف

جمعہ کی اذان ثانی یعنی کہ جمعہ کے خطبہ کے وقت جواز ان کہی جاتی ہے وہ اذان کہاں پر دینی چاہیے یعنی مؤذن کہاں کھڑا ہو کر اذان کہے؟ اندرون مسجد منبر کے پاس امام کے سامنے کھڑا ہو کر کہے یا خارج مسجد کہے؟ جمعہ کی اذان ثانی کا سنت طریقہ کیا ہے؟ اس مسئلہ میں علمائے دیوبند نے ہمیشہ کی طرح مخالف روش دکھائی اور یہ کہا کہ وہ اذان داخل مسجد منبر کے پاس امام کے سامنے دینی چاہیے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ زمانہ اقدس ﷺ میں جمعہ کے خطبہ کے وقت اذان خارج مسجد دی جاتی تھی۔ خلفائے راشدین کے دور خلافت میں بھی خارج مسجد دی جاتی تھی۔ دیوبند مکتبہ فکر علماء نے جمعہ کی اذان ثانی کے سلسلے میں سنت کے خلاف رویہ اپنا لیکن ان کے پاس اپنے اس ارتکاب کی صحت کی کوئی قوی دلیل نہ تھی۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کا اس مسئلہ میں موقف یہ تھا کہ جمعہ کے اذان ثانی خارج مسجد دینی چاہئے۔ قارئین کو حیرت ہوگی کہ اس مسئلہ میں علمائے بدایوں نے بھی امام احمد رضا سے اختلاف کیا تھا۔ لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی نے شریعت کے معاملے میں کسی کا بھی لحاظ نہیں کیا جو بات شرعی اعتبار سے ممنوع تھی اس کی مخالفت کی۔ جمعہ کی ثانی کی تعلق سے ۱۳۱۱ھ سے لے کر ۱۳۳۵ھ تک ماحول گرم رہا۔ خاص کر ۱۳۲۲ھ سے ۱۳۲۵ھ تک یہ اختلاف پورے شباب پر تھا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ علمائے بدایوں کے فتویٰ کے جواب میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے ۱۳۲۲ھ میں ”اذان من اللہ“ کتاب لکھی تو علمائے بدایوں نے امام احمد رضا محدث بریلوی پر بدایوں کی کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا۔ لیکن اس مقدمہ میں امام احمد رضا کو فتح ممبین حاصل ہوئی۔

جمعہ کی اذان ثانی کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دلائل کے انبار لگا دیئے اور وہ دلائل ایسے مستحکم تھے کہ آج تک اس کا کسی سے جواب نہیں پایا۔ جمعہ کی اذان ثانی کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے کل کتنی کتابیں لکھیں اس کی صحیح تعداد تو معلوم نہیں ہو سکی لیکن میری معلومات میں جتنی تصانیف ہیں وہ اندراج ذیل ہیں:-

- (۱) اذنی المذبح فی اذان الجمعہ ۱۳۲۰ھ
- (۲) شائم العبر فی ادب النداء امام المنیر ۱۳۲۱ھ
- (۳) اذان من اللہ لقیام سنت نبی اللہ ۱۳۲۲ھ
- (۴) شملتہ العبر فی محل النداء بازاء المنیر ۱۳۲۷ھ
- (۵) سلامة لاهل السنة من سيل العناد والفتنة ۱۳۳۲ھ
- (۲۱) نام اقدس سن کر انگوٹھا چومنے کا تنازعہ

سرکارِ دو عالم، حضور اقدس، محبوب رب العالمین کا اسم پاک ”محمد“ ﷺ سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا ابتدائے اسلام سے ملت اسلامیہ میں رائج ہے۔ یہ فعل صرف جذبہ عشق رسول کے تحت کیا جاتا ہے۔ نام اقدس ﷺ سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے۔ اذان میں، اقامت میں اور دیگر مواقع پر نام پاک کی تعظیم میں ہاتھ کے انگوٹھوں یا انگلیوں کو چوم کر آنکھوں سے لگانے کا یہ مبارک کام علمائے دیوبند کیلئے آفت جان تھا۔ کیونکہ دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کو ہر اس مبارک کام سے نفرت تھی کہ جس کام سے عظمت رسول کا اظہار ہو۔ لہذا انہوں نے اس مستحب فعل کو بدعت کہہ کر لوگوں کو روکا اور ڈرایا، بلکہ تشدد سے کام لیا۔ اس مسئلہ پر دیوبندی مکتبہ فکر کے لوگوں نے کئی مقامات پر مار پیٹ تک نوبت پہنچائی ہے اور موجودہ زمانہ میں بھی اس مسئلہ پر وہ لوگ لڑنے جھگڑنے کیلئے تیار رہتے ہیں۔

اس مسئلے پر امام احمد رضا محدث بریلوی نے مخالفین کے ہفوات باطلہ کا تعاقب کر کے علم کے دریا بہاے اور ”منیر العین“ نام سے جو کتاب لکھی ہے۔ اس کو آج ۱۰۰ سال کا عرصہ گزر گیا ہے لیکن پوری دنیائے دیوبندیت وہاں تک جمع ہو کر بھی نہ اس کا جواب لکھ سکی ہے اور نہ قیامت تک لکھ سکے گی ان میں طاقت و صلاحیت ہے اس عنوان پر امام احمد رضا کی تصانیف حسب ذیل ہیں:-

(۱) منیر العین فی حکم تقبیل الالبھا میں ۱۳۱۳ھ

(۲) نشاط السکین علی حلق البقر السین ۱۳۰۳ھ

(۳) نہج السلامہ فی تحلیل تقبیل الالبھا میں فی الاقامہ ۱۳۳۳ھ

(۲۲) تنازعہ در باب رویت ہلال

اسلام میں سال، ماہ اور ان کا شمار چاند کی رویت پر منحصر ہے۔ اسی لئے کوئی مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کوئی مہینہ ۳۰ دن کا ہوتا ہے۔ رویت ہلال کے معاملہ میں اکثر و بیشتر اختلافات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور خاص کر کے رمضان المبارک اور عید کے چاند میں اختلاف کی زیادہ گنجائش ہوتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک مقام پر چاند نظر آ گیا اور دوسرے مقام پر چاند نظر نہیں آیا۔ ایسی صورت میں جہاں چاند نظر آ گیا ہے وہاں سے شرعی گواہی (شہادت) منگائی جاتی ہے یا شہادت آ جانے پر وہاں بھی چاند ہو جانے کا حکم نافذ ہو جاتا ہے۔

رویت ہلال کے تعلق سے فقہ اسلامی میں وسیع پیمانے پر مسائل ہیں۔ کس مہینے کا چاند دیکھنا اور تلاش کرنا ضروری ہے، کم سے کم کتنے آدمی کا چاند دیکھنا ضروری ہے، ان چاند دیکھنے والوں میں کیا صلاحیتیں لازم ہیں۔ کس کی گواہی معتبر ہے اور کس کی گواہی ناقابل اعتماد ہے۔ علاوہ ازیں ایک مقام سے دوسرے مقام پر چاند کی گواہی بھیجنے کے کیا قواعد ہیں، گواہی کس طرح بھیجی جائے وغیرہ وغیرہ۔ ایک مقام سے دوسرے مقام پر گواہی اکثر ”شہادت علی الشہادت“ کے طریقہ سے بھیجی جاتی ہے۔ یعنی کہ فرض کرو کہ پہلی بھیت میں چاند نظر نہیں آیا اور بریلی شریف میں چاند نظر آ گیا۔ پہلی بھیت کے دو عادل اور متشرع شخص جو شرعی اعتبار سے چاند کی گواہی کیلئے معتمد علیہ ہوں وہ بریلی شریف آئیں گے۔ بریلی شریف میں چاند دیکھنے والوں میں سے دو ایسے شخص کہ جن کی گواہی معتبر ہے وہ پہلی بھیت سے آئے ہوئے گواہوں کے سامنے گواہی دیں گے کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے۔ پہلی بھیت کے وہ گواہ پھر پہلی بھیت جا کر گواہی دیں گے اور اس کے بعد ہی پہلی بھیت میں چاند ہو جانے کا حکم جاری کیا جائے گا۔ اس طریقہ کو ”شہادت علی الشہادت“ کہا جاتا ہے۔ جس کی ایک صورت مثال دیکر عرض کی گئی۔ مختصر یہ کہ گواہی میں گواہ کا موجود رہنا ضروری ہے، چاند کی گواہی میں ریڈیو، اخبار، خط، ٹیلی فون، ٹیلی گرام، فیکس وغیرہ کا قطعاً اعتبار نہیں اور ان ذرائع سے موصول ہونے والی شہادت پر کوئی التفات نہیں کیا جائے گا۔ یہی طریقہ ابتداءً اسلام سے رائج ہے۔

لیکن دین میں جدت پسند اور نئی نئی بدعات کے موجد علمائے دیوبند نے چاند کی گواہی کے معاملے میں اپنے بدعتی

ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے صدیوں سے مشروع طریقہ میں نئی بدعت ایجاد کی کہ برقی تاریعی کہ ٹیلی گرام یا خط کے ذریعہ موصول گواہی معتبر ہے۔ علاوہ ازیں چاند کی گواہی میں کچھ لوگوں نے مسافت کا نیا مسئلہ کھڑا کر یا کہا ایک مقام سے دوسرے مقام کی زیادہ سے زیادہ کی دوری سے موصول ہونے والی چاند کی گواہی شرعاً مسموع نہیں۔ ایسی گواہی پر اعتبار کر کے چاند ہو جانے کا حکم جاری نہیں کیا جائے گا۔ حاصل کلام یہ کہ چاند کی گواہی کے تعلق سے علمائے دیوبند اور جاہل عوام الناس نے ایسے پیچیدہ اور جدید مسائل کھڑے کر دیئے تھے کہ حقیقت طلب لوگ پریشان ہو گئے تھے۔

☆ برقی تار (ٹیلی گرام) سے موصول چاند کی گواہی کے تعلق سے مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو۔

”سوال:- یہاں دو مولویوں میں اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تار کے ذریعہ سے رویت ہلال عید و رمضان کی اطلاع معتبر ہے یا نہیں۔ امید کہ آنحضرت مسئلہ کی تحقیق اور رائے سیاسی سے مطلع فرماوی کہ تار برقی از روئے فقہ کس شے کے حکم میں داخل ہے؟

جواب:- تار برقی کا حال مثل تحریر خط کے ہے کہ یہ نسق و نستعلیق بھی نقوش اصطلاحی ہیں جیسے انگریزی، ناگری وغیرہ اور حروف تار بھی اصطلاحات ہیں۔ پس جیسا خط سے خبر ملتی ہے اگرچہ قلم تحریرات کا کوتاہ اور تار کا قلم طویل ممتد ہے۔ پس جیسا تحریر خط میں وسیلہ معتبر عادل ہونا ضرور ہے تار میں بھی ویسا ہی ہونا چاہئے۔ چونکہ تار کے دینے والے لفافہ راسخ غیر معتمد ہیں امور دینیہ میں لہذا تار کا اعتبار چاہیے کہ نہ ہو مگر جو ہر دو طرف عدول ہوں۔ پس یہ تو اصل قاعدہ ہے کہ دیانت میں قول کا فرفرا معتبر نہیں۔ بناء علیہ تار کی خبر معتبر نہیں اس پر کار بند نہ ہوں، نہ صوم میں نہ افطار میں مگر زمانہ حال کو دیکھ کر تار کی خبر سب صحیح ہوتی ہیں۔ چونکہ غالب فن قلوب میں اس کے صدق کا راسخ ہو گیا ہے۔ تو اگر اپنے غلبہ نفس کی وجہ سے عمل کریوے تو وجہ ہو سکتی ہے۔ صوم میں ایک عدل کی خبر اور افطار میں عدلین کے اخبار پر تو بھی بعید نہیں باعتبار زمانہ کے۔ پس بندہ دونوں فریق کو حق پر جانتا ہے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ تار برقی اخبار ہے بذریعہ کتابت کے۔ فقط۔ واللہ اعلم۔

(تذکرۃ الرشید: از: عاشق الہی میرٹھی۔ ناشر: مکتبہ خلیلیہ۔ سہارنپور (یوپی) جلد ۱، ص: ۱۷۲)

مولوی رشید احمد گنگوہی کے مذکورہ بالا فتوے کو اگر جہالت پر مبنی کہا جائے تو مناسب ہی ہوگا، کیونکہ اہل علم حضرات پر اچھی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ مذکورہ فتویٰ میں فقہ کا کامل طور پر فقدان ہے۔ سائل نے کیا پوچھا اور مسئلہ نے کیا جواب دیا اور جواب بھی ایسا بے ڈھنگا دیا کہ نہ اس کا پیر ہے نہ سر، خیر! مضمون کی طوالت کے پیش نظر اس فتویٰ پر مزید تنقیدی گفتگو کو ترک کر کے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ دیوبندی مکتبہ فکر کے بدعتی علماء اور جہلاء عوام الناس نے رویت ہلال کے مسئلہ میں ہجیان

پیدا کر دیا تھا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی سے جب اس مسئلہ پر استفسار کیا گیا تو آپ نے کوہ ہمالیہ سے بھی زیادہ آہنی اور پلنی علمی دلائل کے دفاتر مرقوم فرما کر دیوبند کے بدعتی ملاؤں اور جاہل عوام کے ہفوات کا ایسا دندان شکن جواب دیا کہ وہ تمام انگشت بدنداں ہو کر مہوت و سکت ہو گئے۔

رویت ہلال کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مندرجہ ذیل تصانیف کے علاوہ بے شمار فتاویٰ بھی ارقام فرمائے ہیں جو آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ”العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ“ میں درج ہیں:-

(۱) ازکی الاہلال بابطال ما احدث الناس فی امر الہلال ۱۳۰۵ھ

(۲) البدور الاجلہ فی امور الاہلہ ۱۳۰۴ھ

(۳) نور الادلہ للبدور الاجلہ ۱۳۰۴ھ

(۴) طرق اثبات ہلال ۱۳۲۰ھ

(۵) رفع العلة عن نور الادلة ۱۳۰۴ھ

(۶) معدل الزلال فی اثبات الہلال ۱۳۰۳ھ

(۷) برأت نامہ انجمن اسلامیہ بانس بریلی ۱۳۰۶ھ

(۲۳) فتنہ انکار شفاعت

فرقہ و بابیہ دیوبندیہ کے ملاؤں نے قوم مسلم کو انبیاء و اولیاء سے رشتہ عقیدت ختم کرنے کی ترغیب دینے کیلئے شفاعت کا بھی انکار کیا اور لوگوں کو یہ مزاج دینے کی کوشش کی کہ تم جن کو اپنا شفیع سمجھ رہے ہو وہ قیامت کے دن تمہارے کچھ کام نہیں آسکیں گے۔ اپنی بیٹی کے بھی کام نہیں آسکیں گے۔ بلکہ یہاں تک لکھ دیا کہ خود ان کا پتہ بھی پانی ہو جائے گا۔ لوگوں کو شفاعت کا عقیدہ ترک کر دینے کیلئے یہاں تک ڈرایا کہ یہ عقیدہ شرک ہے۔ مثلاً

☆ امام ابوہبہ مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ:-

”اور جو کوئی نبی یا ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتہ کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ اصلی مشرک

اور بڑا جاہل ہے۔“

(تقویۃ الایمان۔ از: مولوی اسماعیل دہلوی۔ ناشر: دارالتفلیح، بمبئی، ص: ۵۴)

☆ مذکورہ کتاب کا ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو:-

”آپ نے سب کو بلکہ اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے جو اپنے اختیار میں ہو۔ میرا مال ہے اس میں مجھ کو کھل نہیں اور اللہ کے یہاں کا معیار میرے اختیار سے باہر ہے۔ وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا۔“

(تقویۃ الایمان - از: مولوی اسماعیل دہلوی - ناشر: دارالسنف، بمبئی، ص: ۶۲)

☆ مولوی اشرف علی تھانوی نے انبیائے کرام کی تنقیص اور اولیاء عظام کی تذلیل کرتے ہوئے یہاں تک کہا ہے کہ:-

”فرمایا کہ ارے میاں! قیامت کے دن انبیاء کا پتہ پانی ہو جائے گا پیر بیچارے کی کیا ہستی ہے۔“

(کمالات اشرفیہ - مرتبہ: مولوی محمد عیسیٰ الہ آبادی، ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، باب ۱، ملفوظ ۳۵۶، ص: ۱۰۹)

کتنا بے ہودہ جملہ ہے یہ۔ لگتا ہے علمائے دیوبند کی زبانیں بے لگام تھیں مذکورہ بالا جملہ دیکھو، اس کے تیور دیکھو، انبیاء و اولیاء کیلئے تھانوی صاحب نے کیسا مضحکہ خیز جملہ کس دیا۔ تھانوی صاحب یہ مزاج دینا چاہتے ہیں کہ قیامت میں جب انبیاء کرام کی کچھ نہیں چلے گی تو بیچارے پیروں کی کیا چلے گی۔ حالانکہ قرآن وحدیث میں شفاعت کے تعلق سے وسیع پیمانے پر دلائل موجود ہیں۔ انہیں دلائل کی روشنی میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے علماء دیوبند کو لاکار اور علماء دیوبند کے عقائد فاسدہ در باب شفاعت کا ردِ بلیغ فرمایا۔ آیات قرآنی اور چالیس احادیث سے شفاعت مصطفیٰ کا ثبوت دیتے ہوئے نادر زمن کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام ہے:-

(۱) اسماء الاربعین فی شفاعت سیدالمحبوبین ۱۳۵۵ھ

(۲۴) کو اکھانے کا اختلاف

کوا جس کا شمار شرعی اعتبار سے فاسق پرندوں میں ہوتا ہے اس کی صورت اور ہیئت ہی ایسی ہے کہ آدمی کو کوے سے طبعی نفرت ہوتی ہے۔ ملت اسلامیہ میں ہمیشہ کو اکھانا ناجائز اور معیوب ہی سمجھا گیا ہے بلکہ غیر مسلم تک کو اکھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ ہوٹلوں اور ریسٹورنٹ میں تندوری چکن، چکن قورمہ وغیرہ ہر جگہ ملتا ہے لیکن آپ نے آج تک کسی بھی ہوٹل کے مینو (کھانوں کی فہرست) میں کہیں بھی تندوری کوا، زاغ مصالحہ یا کوا قورمہ نہیں دیکھا ہوگا۔ کوے سے آدمی کو طبعی نفرت اور ساتھ ہی شرعی ممانعت کی وجہ سے ہمیشہ پرہیز کیا گیا ہے۔

دیگر ایک وضاحت بھی قارئین کے گوش گزار کر دوں کہ ہم اپنے اپنے گھروں میں روزانہ جو کھانا کھاتے ہیں وہ ہمارے لئے مباح ہے یعنی کہ شریعت میں جن چیزوں کا کھانا حلال فرمایا ہے وہ تمام کھانے ہمارے لئے مباح ہیں۔ مباح

یعنی جس کے ارتکاب سے ثواب یا گناہ کچھ نہیں۔ لیکن وہابی دیوبندی مکتبہ فکر کے امام ربانی مولوی رشید گنگوہی کو کوئے سے نہ جانے ایسا کونسا لگاؤ تھا کہ انہوں نے کوا کھانے کو صرف جائز ہی نہیں بلکہ کارثواب قرار دیا۔ یعنی دیگر کھانوں کے مقابل کوا اہمیت حاصل کر گیا کیونکہ دیگر کھانے تو صرف مباح تھے لیکن گنگوہی صاحب کی کوانوازی نے وہ شرف بخشا کہ کوا مباح ہونے کے عام درجے سے بلند رتبہ ہو کر اب ثواب کی منزل و درجہ میں آ گیا۔

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کا مذکورہ فتویٰ پیش خدمت ہے:-

”سوال: جس جگہ زاغ معروف کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کو کھانے

والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا عذاب؟

جواب:- ثواب ہوگا۔“

(فتاویٰ رشیدیہ: از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند۔ ص: ۵۹۷)

گنگوہی صاحب کے مذکورہ فتویٰ نے ملک بھر میں ہل چل مچادی۔ جس کوئے کو آج تک ملت اسلامیہ نے حرام سمجھ کر اجتناب کیا تھا وہ کوا نہ صرف جائز بلکہ کارثواب ہو گیا خود مکتبہ فکر دیوبند کا بڑا حصہ گنگوہی صاحب کے فتویٰ سے حیرت زدہ تھا۔ لیکن کیا کریں؟ ان کے امام ربانی کا فتویٰ تھا۔ حالانکہ ان کو بھی شکایت تو تھی ہی کہ گنگوہی صاحب نے ایسا فتویٰ کیوں دیا؟ یہ بھی ایک معصہ تھا کہ ایسا فتویٰ کیوں دیا؟ یہ سوال کہ کیوں دیا؟ کا جواب بھی ہم قارئین کی خدمت میں دیوبندی مکتبہ فکر کی کتاب کے حوالے سے دیتے ہیں۔

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کی سوانح حیات ”تذکرۃ الرشید“ میں ہے کہ:-

”جب حاضر آستانہ ہوا تو اتفاق سے مجلس شریف میں کوئی شخص کہنے لگے کہ کوئے غلہ کو بہت نقصان پہنچاتے ہیں۔ میں نے کہا فقہ کی کتابوں میں تو اس کوئے کو حلال لکھا ہے۔ حضرت امام ربانی میری اس تقریر کو سن رہے تھے۔ مسکرائے اور فرمایا ”ہاں کھانا شروع کر دو، کسی طرح تو کم ہوں۔“

(تذکرۃ الرشید۔ از: مولوی عاشق الہی میرٹھی، ناشر: مکتبہ خلیلیہ، سہارنپور (یو پی) جلد ۲، ص: ۱۷۷)

مرے بیچارے کوئے! کسی کا غلہ کھانے کی گستاخی نہنگی ثابت ہوئی۔ گنگوہی صاحب نے فتویٰ کی کمان سے تیر چھوڑ

دیا کہ کوئے تمہارا غلہ کھا گئے، اب تم کوئے کو کھا جاؤ۔“

گنگوہی صاحب کے حلت زاغ کے فتویٰ نے ملک بھر میں لوگوں کے درمیان موضوع خن کی حیثیت حاصل کر لی۔

عوام دیوبندی علماء سے طنزیہ طور پر کوئے کا مسئلہ پوچھتے تھے۔ دیوبندی مولویوں کی حالت خراب تھی۔ کوئے کا فتویٰ ان کے پیشوا کا تھا جہلاً نہیں سکتے تھے۔ لہذا انہوں نے اپنی جان چھڑانے کی ایک ترکیب ڈھونڈ نکالی اور وہ یہ کہ گنگوہی صاحب نے اپنے فتویٰ میں کوئے کا کھانا ثواب لکھا ہے اس سے مراد یہ کہ انہیں جو عام طور سے بستیوں میں پایا جاتا ہے بلکہ اس سے مراد عقیق کوئے ہے۔ جو افغانستان میں ہوتا ہے۔ آج بھی کسی دیوبندی مولوی کو گنگوہی صاحب کا مذکورہ مسئلہ ”فتاویٰ رشیدیہ“ سے دکھاتے ہیں تو وہ یہی تاویل کرتا ہے کہ اس کوئے سے مراد افغانستان کا ”عقیق“ کوئے ہے۔ حالانکہ مذکورہ فتویٰ میں اشارۃً کنایہ بھی افغانستان کا یا عقیق کا ذکر تک نہیں لیکن گنگوہی صاحب کا دفاع کرنے کیلئے شروع سے آج تک یہی تاویل کی جا رہی ہے۔ گنگوہی صاحب کے اس فتویٰ میں وق کر رکھا تھا اور اب یہ عقیق کی بک بک کرتے ہیں۔ حالانکہ فتاویٰ میں ”زاغ معروف“ یعنی کہ جانا پہچانا کوئے لکھا ہے، علاوہ ازیں تذکرہ رشیدیہ کی عبارت میں جو مذکورہ کوئے غلہ کو نقصان پہنچا رہے تھے وہ کیا خاص طور سے غلہ کو نقصان پہنچانے کیلئے افغانستان سے ہندوستان تشریف لاتے تھے۔ نہیں بلکہ یہی کوئے تھے جو عام طور سے بستیوں میں پائے جاتے ہیں اور انہی کو کوئے مار کر کھانے کیلئے گنگوہی صاحب نے کہا تھا۔ لیکن وائے ہٹ دھرمی! گنگوہی صاحب کا دامن کوئے کے خون کے دھبوں سے بچانے کیلئے ان کے متبعین ہمیشہ، عقیق، کائیت گا کر دق کرتے ہیں۔ جب ان سے یہ پوچھتے ہیں کہ اگر وہ کوئے عقیق نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ فوراً جواب دیں گے کہ حرام ہے۔ اور یہی ہمارے گنگوہی صاحب کی مراد ہے۔ آپ خواہ مخواہ جلد بازی میں آکر ہمارے حضرت گنگوہی کو بدنام کرتے ہیں گنگوہی صاحب کا فتویٰ ہر کوئی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ گنگوہی صاحب کے فتوے میں جو کوئے لکھا ہے اس سے افغانستان کا کوئے عقیق مراد ہے۔

اب قارئین کی خدمت میں ایک حوالہ ایسا پیش کر رہا ہوں کہ جس کو پڑھ کر دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء عقیق کا ذوق دریائے حزن میں غرق ہو جائے گا:

”سوال: شرع کا کیا حکم ہے کہ کوئی ایسی جو عموماً بستیوں میں پایا جاتا ہے حلال ہے یا حرام، فقہاء نے بعض اقسام کوئے کو حلال لکھا ہے اور بعض کو حرام۔ اب یہ دریافت کرنا منظور ہے کہ یہ کوئے اقسام حرام میں ہے یا حلال میں؟

بیوا تو جروا

جواب:- کتب فقہ میں تعین اقسام غراب میں الفاظ مختلف ہیں مگر جب فیصلہ خود کتب فقہ میں مذکور ہے کہ مدار اس کی خوراک پر ہے۔ پس یہ کوئے جو ان بستیوں میں پایا جاتا ہے اگر یہ عقیق نہ ہو، تو بھی اس کی حلت میں شبہ نہیں ہے۔“

(تذکرۃ الرشیدیہ: از:- مولوی عاشق الہی میرٹھی۔ ناشر: مکتبہ خلیلیہ سہارنپور: (یو پی) جلد ۸: ص ۱۷۸)

مولوی رشید احمد گنگوہی کے متعلقین کو گنگوہی صاحب کا دفاع کرنے کیلئے فتویٰ کی کیا کیا تاویلیں کرتے پھرتے تھے لیکن ان تمام تاویلات پر خود گنگوہی صاحب نے پانی پھیر دیا اور اقرار کر لیا کہ میرا فتویٰ ہے وہ دیکھی کوئے کے تعلق سے ہے اگر یہ دیکھی کوئے حقیقت نہ ہو تب بھی کھانا حلال ہے اس میں کوئی شبہ نہیں۔ اب تو تاویل کی بھی گنجائش نہ رہی۔ کوئے کا مسئلہ اس دور میں اتنا زیادہ زیر بحث تھا کہ ہر شخص اس مسئلے کا صحیح شرعی حکم معلوم کرنا چاہتا تھا ہر مکتبہ فکر کے لوگ اپنے اپنے علماء سے کوئے کے مسئلے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے، دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کی ذہنی حالت یہ ہو گئی تھی کہ جب ان سے کوئی شخص کوئے کے تعلق سے کوئی مسئلہ پوچھتا تھا تو وہ یہ بدگمانی کرتے تھے کہ یہ شخص ہمارا مذاق اڑانا چاہتا ہے اور اس بدگمانی نے ان کو احساس کمتری میں اس حد تک مبتلا کر دیا کہ ان کا مزاج چڑچڑا ہوا گیا تھا۔ مسئلہ دریافت کرنے والے سے چڑنے لگے تھے اور سائل کو مسئلہ کا جواب دینے کے بجائے اس کو آڑے ہاتھوں لینا شروع کر دیتے اور تلخ کلامی، بد اخلاقی، ترش روئی اور بد تہذیبی کا مظاہرہ کرتے اور مسئلہ کا جواب دینے سے اپنی جان چھڑاتے۔ جس کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباسات کے مطالعہ سے ہو جائیگا۔

☆ وہابی دیوبندی مکتبہ فکر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی ذہنی حالت کوئے کے مسئلے میں اتنی چڑچڑی ہو گئی تھی کہ وہ سائل کو جواب دینے کے بجائے ذلیل کر دیتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو:

”سفر بمبئی میں ایک شخص نے حضرت والا سے یہ دریافت کیا کہ کوئے کی کئی قسمیں ہیں۔ حضرت والا نے یہ فرمایا کہ کوئے کی قسمیں تو مجھ کو معلوم نہیں اگر آپ فرمائیں تو آدمی کی قسمیں بیان کر دوں اور یہ بھی عرض کر دوں کہ آپ کو کونسی قسم میں داخل ہیں، بس یہ شخص تو ایسے خاموش ہوئے کہ بول کر نہیں دیا۔“

(”مزید الحجید“ تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ۔ ضبط کردہ: مولوی عبدالحجید پٹھانوی، ناشر: مکتبہ تالیفات

اشرفیہ تھانہ بیہون ملفوظ ۱۰ ص ۶)

☆ ایک اور اقتباس پیش خدمت ہے مولوی اشرف علی تھانوی کوئے کے مسئلے میں سائل کو کیا جواب دیتے تھے تھانوی صاحب کے اپنے الفاظ میں:-

”جس زمانے میں کوئے کے مسئلے میں شورغل ہوا، بہت لوگ میرے پاس مجھ سے پوچھنے آئے، میں ان سے پوچھتا کہ کیا کھاؤ گے؟ کہتے نہیں، میں کہتا کہ تو نہ بتاؤں گا۔ نہ تم پر پوچھنا، نہ مجھ پر بتانا فرض اور عقیدہ کا مسئلہ نہیں، میں کہتا ہوں جب ارادہ کھانے کا نہیں تو پوچھتے کیوں ہو کیونکہ یہ فروعی مسئلہ میں سے ہے، اصول میں سے نہیں۔“

(حوالہ ۱۔ آداب افتاء واستفتاء۔ مرتبہ: مولوی محمد زید مظاہری ندوی، باہتمام: اقبال احمد قاسمی۔ ناشر: ادارہ افادات

اشرفیہ، ہتھورا، باندہ۔ یو پی۔ ص: ۵۲۰)

(حوالہ ۲۔ الافاضات الیومیہ من الافاضات القومیہ۔ ناشر: مکتبہ دانش دیوبند یو پی، جلد ۱، قسط ۳، ملفوظ ۶۷۳،

ص: ۳۳۷)

علمائے دیوبند کا یہ دعویٰ کہ ہم حق بات بتانے سے گریز نہیں کرتے، وہ دعویٰ مذکورہ بالا اقتباسات سے ڈھول کی پول ثابت ہوا ہے کیونکہ ایک فروعی مسئلہ میں بھی ان سے نہ ہاں کہتے بنتی تھی اور نہ ہی ناکہتے بنتی تھی۔ لہذا اکسٹمان حق کا ارتکاب کرتے ہوئے بات کو ٹالنے کی ہی کوشش کی جاتی ہے۔

کوے کے تعلق سے جب امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے استفتاء کیا گیا تو آپ نے مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوے کا ردِ بلیغ کرتے ہوئے کوے کی کتنی قسمیں ہیں، ان تمام کی تفصیل بتانے کیساتھ ہر قسم کے کوے پر بحث کی اور فقہ کی کتابوں میں جو ”غراب“ کا تذکرہ ہے اسکی ایسی وضاحت کی کہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ کوا کھانا جائز نہیں ہے۔ آپ نے کوے کے تعلق سے ایک کتاب ہی تصنیف فرمادی اور اس میں آپ نے اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ علم حیوانات میں اپنی وسیع معلومات کا لوہا منوایا ہے۔ مذکورہ کتاب کا مطالعہ ہم کو امام احمد رضا محدث بریلوی کی وسعت علمی پر آفرین کہنے پر مجبور کر دے گا۔ اس تاریخی کتاب کا نام حسب ذیل ہے:-

(۱) رامی زاغیان ملقب دفع زلیغ زاغ ۱۳۲۰ھ

(۲۵) سجدہ تعظیمی کا تنازعہ

سجدہ تعظیمی کی بعض جہلاء نے رائج کیا اور اس کو جاہل صوفیوں اور پیروں نے فروغ دیا، خاص کر خواجہ حسن نظامی وغیرہ نے اس حرکت قبیحہ کو حسب استطاعت تقویت پہنچائی، جاہل صوفیوں نے پیروں کو سجدہ کرنے اور ان کے انتقال کے بعد ان کی قبر کو سجدہ کرنے کی بدعت کو پھیلایا اور کچھ خائفانہوں میں یہ خلاف شریعت حرکت ہونے لگی، ایسی غیر شرعی خائفانہوں کا حوالہ دے کر مکتبہ فکر دیوبند کے علماء نے ہماری تمام خائفانہوں کو پوری طرح بدنام کر دیا، خائفانہوں پر اکتساب فیوض و برکات کیلئے جانے والے مسلمانوں کو بدعتی، قبر پرست اور مشرک وغیرہ کے خطابات دیئے گئے حالانکہ بوسہ وطواف قبر سے لیکر سجدہ تعظیمی تک ہر مسئلے میں تمام علماء اہل سنت بالخصوص امام احمد رضا محدث بریلوی کا مسلک قرآن و حدیث پر مبنی اور سلف صالحین کے طرز عمل کے مطابق ہے۔

خافقا ہوں میں اور دیگر مقامات پر سجدہ تعظیمی کی خلاف شریعت حرکت کے ساتھ امام احمد رضا بڑی سختی سے پیش آئے اور آپ نے قرآن مجید کی متعدد آیات، چالیس مستند احادیث، ایک سو دس فقہی نصوص اور بزرگان دین کے اقوال کثیرہ سے سجدہ تعظیمی کے حرام ہونے پر ایک معرکہ الآراء کتاب بنام ”الزبدۃ الزکیہ“ تصنیف فرمائی ہے، جس کو پڑھ کر اس سچے عاشق رسول اور پابند شریعت دیدہ ور عالم کی فکر سلیم اور نظر عمیق کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کے سامنے علمی جنگ میں کلک رضا کے زخمی علمائے دیوبند نے راہ فرار اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ دروغ بیانی اور افتراء پروری سے کام لے کر امام احمد رضا پر سجدہ تعظیمی بدعت آفرینی کا الزام تھوپ دیا۔

سجدہ تعظیمی کی تردید میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے ترمذی شریف، سفین بیہقی، مسند احمد، حاکم، مستدرک، طبرانی، جامع کبیر، ابونعیم، ابوداؤد، ابن ماجہ، شرح معانی الآثار، نسائی، بخاری، تبیین الحقائق، غنیۃ، مبسوط، جامع صغیر، کتاب الاستحسان، عالمگیری، جامع الفصولین، مجمع النوازل، جامع الرموز، محیط، مجمع الانہر، فتاویٰ تاتارخانیہ، شرح ہدایہ، کافی شرح وافی، شرح کنز، تنویر الابصار، در مختار، ملتقی الابہر، فتاویٰ غرائب، شرح ملا علی قاری، طحطاوی علی الدر، رد المحتار، وغیرہ جیسی سینکڑوں مستند کتابوں اور بے شمار افکار و آراء کا خلاصہ اور نچوڑ پیش کرتے ہوئے صاف صاف لکھا ہے کہ:-

☆ سجدہ حضرت جل جلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین اور کفر مہین اور سجدہ تحیہ حرام و گناہ بالیقین۔“

☆ سجدہ کے جہاں اپنے سرکش پیروں کو کرتے ہیں اور اسے پایگاہ کہتے ہیں۔ بعض مشائخ کے نزدیک کفر ہے اور گناہ کبیرہ تو بالاجماع ہے۔ پس اگر اسے اپنے پیر کیلئے جائز جانے تو کافر ہے اور اگر اس کے پیر نے اسے سجدے کا حکم کیا اور اسے پسند کر کے اس پر راضی ہوا تو وہ شیخ نجدی خود بھی کافر ہوا، اگر کبھی مسلمان سمجھی۔

☆ عالموں اور بزرگوں کے سامنے زمین چومنا حرام ہے۔

☆ زمین بوسی ہتھیکتا سجدہ نہیں کہ سجدہ میں پیشانی رکھنی ضرور ہے جب یہ اس وجہ سے حرام اور مشابہ بت پرستی ہوئی کہ صورت قریب سجدہ ہے، تو خود سجدہ کس درجہ حرام اور بت پرستی کا مشابہ تام ہوگا۔

☆ مزارات کو سجدہ یا اس کے سامنے زمین چومنا حرام ہے۔

☆ مزار کو سجدہ درکنار، کسی قبر کے سامنے اللہ عز و جل کو سجدہ جائز نہیں، اگرچہ قبلہ کی طرف ہو۔

☆ مقبرہ میں نماز مکروہ ہے کہ اس میں غالباً کسی قبر کو منہ ہوگا اور قبر کی طرف نماز مکروہ ہے۔

☆ قبرستان میں جب کوئی جگہ نماز کیلئے تیار کی گئی ہو اور وہاں قبر نہ ہو اور نہ نجاست مگر اس کا قبلہ قبر کی طرف ہو جب بھی نماز مکروہ ہے۔

☆ مولیٰ علی، یا کسی صحابی، یا کسی امام تابعی، یا امام اعظم، امام شافعی، امام مالک، امام احمد و امام ابو یوسف، امام محمد، امام بخاری، امام مسلم یا ان کے کسی ایک شاگرد سے ثبوت دکھائے کہ انہوں نے کسی غیر خدا کو سجدہ کیا یا اسے جائز بتایا۔ ورنہ قرآن مجید میں جو کچھ کافین پر ہے، اس سے ڈرے اور جلد سے جلد توبہ کرے۔

قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ مندرجہ بالا اقتباسات کے بعد بھی امام احمد رضا محدث بریلوی پر ”قبر پرستی“ کا الزام لگانا کہاں تک درست ہے۔ خدا اگر توفیق دے تو سجدہ تعظیمی کی حرمت پر امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مندرجہ ذیل تصانیف کا کم از کم ایک مرتبہ قیود و مطالعہ فرمائیں۔

(۱) الزبدۃ النذیریہ فی تحریم سجود التحیہ ۱۳۳۵ھ

(۲) مفاد الحبر فی الصلوۃ بمقبرۃ او جنب قبر ۱۳۲۶ھ

(۲۶) ہندوستان دار الحرب ہے یا دار الاسلام

علمائے دیوبند نے ہمیشہ یہی طرز عمل اختیار کیا کہ دین میں کوئی نہ کوئی نئی بات کھڑی کر کے مذہب کے نام پر مسلمانوں میں شورش پیدا کی، چاہے اصولی مسئلہ ہو یا پھر فروعی مسئلہ ہو، اپنے ترنگی دماغ سے اس میں نئی بات نکال کر پیچیدگی کھڑی کرنا لیکن حیرت کی بات تو یہ ہے کہ وہ اپنے فیصلے اور رائے میں خود ہی تذبذب کا شکار رہتے تھے۔ یعنی کبھی کچھ فتویٰ دیا اور کبھی کچھ۔ ہندوستان دار الحرب ہے یا دار الاسلام؟ حالانکہ یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں تھا بلکہ طے شدہ مسئلہ تھا کہ ہندوستان دار الاسلام ہے اور ہرگز دار الحرب نہیں کیونکہ دار الحرب اس کو کہتے ہیں کہ جہاں اسلام کا ایک بھی رکن یا شعائر اسلام کا کوئی بھی کام کرنے کی ممانعت ہو۔ ہندوستان میں پنج وقتہ نماز باجماعت، علی الاعلان اذان دینا، مساجد و مدارس، عید و قربانی جیسے اہم اور دیگر اسلام شعائر کے کام بلا کسی روک ٹوک کے ادا کئے جاتے ہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ ادا کئے جائیں گے۔ لہذا ہندوستان کو دار الحرب کہنا غلط ہے لیکن جدت پسند علمائے دیوبند نے سیاسی نظریہ کے تحت ہندوستان کے لئے دار الحرب کا فتویٰ دے دیا۔

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی نے ہندوستان کے دار الحرب ہونے کے تعلق سے تین فتوے دیئے ہیں لیکن ان میں تطبیق ہی نہیں۔

”سوال:- ملک ہندوستان مملوکہ نصاریٰ اور ممالک محروسہ نو اہان ہند اور راجگان دار حرب ہے یا دار اسلام اور کافران ملکوں کے حاکم ہوں یا محکوم حربی ہیں یا ذمی، خواہ ہندو ہوں وہ کافر یا غیر ہندو اور کافرات حربیات ہیں یا ذمیات۔
جواب:- سب ہندوستان بندہ کے نزدیک دار حرب ہے اور یہاں کی کافرات حربیہ ہیں۔“

(فتاویٰ رشیدیہ۔ از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، ص: ۵۹۳)

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:-

”سوال:- ہند بقول امام یا صاحبین کیا دار الحرب ہے۔

جواب:- ہند کے دار الحرب ہونے میں اختلاف علماء کا ہے۔ بظاہر تحقیق حال بندہ کی خوب نہیں ہوئی۔ حسب اپنی تحقیق کے سب فرمایا ہے اور اصل مسئلہ میں کسی کو خلاف نہیں اور بندہ کو بھی خوب تحقیق نہیں کہ کیا کیفیت ہند کی ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رشیدیہ۔ از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، ص: ۵۰۵)

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک اور فتویٰ پیش خدمت ہے:-

”دار الحرب ہونا ہندوستان کا مختلف علماء حال میں ہے۔ اکثر دار الاسلام کہتے ہیں اور بعض دار الحرب کہتے ہیں۔ بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا۔

(فتاویٰ رشیدیہ۔ از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: کتب خانہ رحیمیہ۔ دہلی، جلد ۱۔ ص: ۷۱)

حوالے کے تعلق سے ضروری نوٹ:-

فتاویٰ رشیدیہ پہلے تین جلدوں میں تھی لیکن بعد میں تین جلدوں کی ایک جلد کامل بنائی گئی اور بہت سے مسائل کا اس میں اندراج نہیں کیا گیا۔ مذکورہ حوالہ فتاویٰ رشیدیہ کے پرانے نسخے میں موجود ہے لیکن نئے ایڈیشن میں اسے شامل اشاعت نہیں کیا گیا۔

گنگوہی صاحب کے فتویوں کو بغور دیکھنے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان کے یہاں تطبیق نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ پہلے فتوے میں یقین کے ساتھ ہندوستان کو دار الحرب کہہ رہے ہیں، دوسرے فتوے میں یہ کہہ رہے ہیں کہ ہندوستان دار الحرب ہے یا دار الاسلام اس کی تحقیق نہیں اور تیسرے فتوے میں اکثر علماء دار الاسلام کہہ رہے ہیں کا جملہ لکھ کر ہندوستان کے دار الاسلام ہونے کا دہے لفظوں میں اشارہ کیا ہے۔ یہ ہے علماء دیوبند کا تفقہ فی الدین۔ لگے ہاتھوں دیگر اکابر علمائے

دیوبند کے نظریات کا بھی جائزہ لیں:-

☆ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی نے فتویٰ دیا کہ:-

”ہندوستان دارالحرب است۔ (یعنی: ہندوستان دارالحرب ہے)

(قاسم العلوم۔ جلد ۳، ص: ۳۵)

☆ بقول مولوی خلیل احمد انٹھوی:-

”ہندوستان دارالحرب ہے۔ یہاں رہنا مسلمانوں کو حرام اور ہجرت کرنا واجب ہے۔

(تذکرۃ الخلیل۔ از: مولوی عاشق الہی میرٹھی۔ ناشر: مکتبہ خلیلیہ۔ سہارنپور۔ ص: ۳۴۹)

☆ ہندوستان کے دارالحرب ہونے یا نہ ہونے کے ضمن میں دیوبندی مکتبہ فکر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کے تاثرات کا جائزہ لیں:-

”کسی نے دریافت کیا کہ ہندوستان دارالحرب ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ عموماً دارالحرب کے معنی غلطی سے یہ سمجھا جاتا ہے

کہ جہاں حرب واجب ہو۔ سواس معنی میں تو ہندوستان دارالحرب نہیں کیونکہ یہاں بوجہ معاہدہ کے حرب درست نہیں۔

(کمالات اشرفیہ۔ از: مولوی محمد عیسیٰ الہ آبادی۔ ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون۔ باب ۱، ملفوظ ۶۱۴، ص: ۱۴۷)

☆ ایک اور موقع پر مولوی اشرف علی تھانوی نے کہا کہ:-

”ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دارالحرب کے معنی دارالکفر ہیں۔ لیکن پھر اس دارالحرب کی

دو قسمیں ہیں۔ ایک دارالامن اور ایک دارالخوف۔ دارالامن میں بہت احکام مثل دارالاسلام کے ہوتے ہیں سو ہندوستان

دارالحرب ہے لیکن دارالامن۔“

(الافادات الیومیہ من الافادات القومیہ۔ از: مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش، دیوبند (یو پی) جلد ۴، قسط ۱۹،

ملفوظ ۷۷۸، ص: ۴۲۶)

جب امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے اس مسئلہ میں رجوع کیا گیا تو آپ نے فتاویٰ

عالمگیری، سراج وھاج، در، غرر، شرح نقایہ، تنویر الابصار، درمختار، مجمع الانہر وغیرہ فقہ

اسلامی کی معتبر کتابوں کے حوالوں سے ثابت کر کے لکھا کہ ”الحاصل ہندوستان کے دارالاسلام ہونے میں شک نہیں“ اس

عنوان پر آپ نے علم و عرفان کا دریا بہاتے ہوئے ایک تاریخی کتاب تصنیف فرمائی جو واقعی قابل مطالعہ ہے اس کتاب کا نام

ہے:-

(۱) اعلام الاعلام بان هندوستان دارالاسلام ۱۳۰۶ھ

(۲۷) روافض زمانہ کا فتنہ

کفر اور شرک کا فتویٰ دینے کیلئے علمائے دیوبند نے ہمیشہ اہلسنت و جماعت کے لوگوں کو تختہ مشق بنایا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کا بہانہ ڈھونڈ کر شرک کے بڑے بڑے فتوے دیئے لیکن اہلسنت کے علاوہ گمراہ اور باطل گروہ کا معاملہ ہو تو فتویٰ بازی بھول جائینگے اور ان کا چاہے جیسا بھی فساد عقیدہ ہو فتویٰ نہیں لگائیں گے بلکہ تاویل میں کریں گے۔ پچھلے صفحات میں آپ پڑھ ہی چکے ہو کہ صحابہ کرام کو کافر کہنے والے پر بھی علمائے دیوبند کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے لیکن اگر کسی سنی مسلمان نے سہرا باندھ لیا، یا رسول اللہ کہہ دیا بلکہ صرف اتنا ہی کہا کہ اگر خدا اور رسول نے چاہا تو فلاں کام ہو جائے گا، تو علمائے دیوبند اس پر شرک کا فتویٰ لے کر چڑھائی کر دینگے مثلاً:

☆ مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ”بہشتی زیوی“ میں ”کفر اور شرک کی باتوں کا بیان“ عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:-

”کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی۔۔۔۔۔ سہرا باندھنا۔۔۔۔۔ یوں کہنا کہ خدا اور رسول ﷺ اگر چاہے گا تو فلاں کام ہو جائے گا۔۔۔۔۔“

(بہشتی زیور۔ مصنف: مولوی اشرف علی تھانوی۔ ناشر: ربانی بک ڈپو۔ دہلی جلد ۱، ص: ۳۴، اور ص: ۳۵)

لیکن بڑے بڑے کفری عقائد رکھنے والوں کا دفاع کرنے کیلئے عجیب و غریب فتوے دیتے تھے اور عوام اور علماء کا امتیاز پیدا کرتے تھے، مثلاً:-

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو:-

ایک مرتبہ مولوی محمد حسن صاحب نے دریافت کیا کہ روافض کے بارے میں کیا رائے ہے؟ فرمایا ہمارے اساتذہ تو شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے برابر تکفیر ہی کے قائل ہیں۔ بعضوں نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے اور بعضوں نے مرتد کا۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی کیا رائے ہے؟ ارشاد فرمایا میرے نزدیک ان کے علماء کافر ہیں اور جہلاء فاسق۔“

(تذکرۃ الرشید۔ از: مولوی عاشق الہی میرٹھی۔ ناشر: مکتبہ خلیلیہ، سہارنپور (یوپی) جلد ۲، ص: ۲۸۶)

قارئین سوچیں کہ بہشتی زیور کے مذکورہ بالا فتوے میں مطلقاً کہا گیا ہے علماء اور جہلاء کا امتیاز نہیں برتا گیا کیونکہ وہ فتویٰ اہلسنت کے لوگوں پر تھوپا گیا تھا لیکن جب رافضیوں کا معاملہ آیا تو علماء اور جہلاء کا امتیاز بتایا یعنی کہ کوئی جاہل رافضی کیسا ہی کفری عقیدہ رکھے اسکو کافر نہیں کہیں گے۔ اس کو جہالت کی رعایت کا فائدہ دیا جا رہا ہے لیکن اگر کسی جاہل سنی نے سہرا باندھ لیا یا صرف یا رسول اللہ کہہ دیا تو یہاں جہالت کی رعایت نہیں دی جاتی فوراً کفر اور شرک کے فتوؤں کی مشین گن شروع کر دی جاتی ہے۔

الحاصل! روافض، شیعہ، خارجی، غیر مقلد یا دیگر کوئی باطل عقیدہ رکھنے والا ہو، چاہے اس کے اقوال و افعال کفر کی حد تک پہنچتے ہوں، لیکن ان کو کافر کہنے میں علمائے دیوبند بہانے نکالیں گے کہ اہل قبلہ کو کیسے کافر کہیں؟ لیکن اہلسنت و جماعت کے لوگوں نے محبت رسول میں اگر کوئی مستحب کام بھی کیا تو یہاں اہل قبلہ کی اصطلاح بھول جائیں گے اور بڑی دلیری اور بیباکی سے کفر اور شرک کا فتویٰ عنایت کریں گے۔

روافض زمانہ کہ پھر چاہے ان کے علماء ہوں یا جہلاء ان کے کفری عقائد یقیناً حد ارتداد کو پہنچے ہوئے تھے۔ لیکن علماء دیوبند نے روافض زمانہ کے ساتھ نرمی برتی اور ان کو مرتد کے بجائے اہل کتاب میں شمار کیا۔

مولوی رشید احمد گنگوہی نے روافض سے نکاح کرنے تک میں رعایت برتی اور روافض کو اہل کتاب کہا گنگوہی صاحب کا فتویٰ پیش خدمت ہے:-

سوال: روافض و اہل سنن میں مناکحت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جن لوگوں کے نزدیک روافض کا حکم مرتدین کا ہے ان کے نزدیک ہرگز نکاح جائز نہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ کا فتویٰ اسی پر ہے اور جن لوگوں کے نزدیک رافضیوں کا حکم اہل کتاب کا ہے تو ان کے نزدیک رافضیہ عورت کا مرتد سنی سے نکاح جائز ہے اور عورت سنیہ کا مرتد رافضی سے جائز نہیں۔ اور بعض علماء نے جو ان کو فاسق کہا ہے تو ایسی صورت میں نکاح ہو جاتا ہے مگر یہ اچھا نہیں کہ اس میں فساد دین کا ہے اور بندہ کے نزدیک روافض کا حکم اہل کتاب کا ہے۔“
(تذکرۃ الرشید۔ از: مولوی عاشق الہی میرٹھی۔ ناشر: مکتبہ خلیفہ، سہارنپور، جلد ۱، ص: ۱۶۶)

مذکورہ فتویٰ میں تو گنگوہی صاحب نے رافضیہ عورت کے ساتھ نکاح کے جواز کا راستہ بھی نکال لیا۔ لگتا ہے تمام باطل فرقہ والوں نے کوئی سینڈ کیٹ بنائی ہوگی کہ سنیوں کے مقابلے میں ہم ایک ہیں لہذا آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر و مذمت نہیں کریں گے۔

علمائے دیوبند کے رویے نے مسلمان اہل سنت کے دلوں میں روافض زمانہ کیلئے ایک نرم گوشہ پیدا کر دیا۔ آج تک جن رافضیوں کو ان کے کفریات کی بناء پر مرتد جانتے تھے اب ان کو صرف فاسق یا اہل کتاب کے مثل ماننے لگے۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ رافضی مسلم معاشرے میں گھل مل گئے، یہاں تک کہ آپس میں شادی بیاہ بھی ہونے لگے۔ رافضیوں کیلئے مسلمانوں کے دلوں میں نفرت تھی اس نفرت کو علمائے دیوبند نے اتنا کم کر دیا کہ لوگ روافض کے ساتھ تمام اسلامی معاملات کرنے لگے اور معاذ اللہ بہت سے لوگ آہستہ آہستہ رافضی عقائد کو اچھا کہنے لگے اور اپنانے بھی لگے۔

ایسے پراگندہ ماحول میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ملت اسلامیہ کی سچی رہنمائی فرمائی اور روافض زمانہ کے رد میں ”رد الرافضہ“ نام کی کتاب تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں آپ نے روافض زمانہ کے عقائد کفریہ باطلہ ثابت کئے کچھ عقائد حسب ذیل ہیں:-

☆ حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت سیدنا فاروق اعظم کی خلافت کا انکار کیا۔

☆ حضور اقدس ﷺ کے علاوہ جتنے انبیاء کرام ہیں ان تمام سے حضرت علی مرتضیٰ اور اہل بیت کا مرتبہ زیادہ مانتے ہیں۔

☆ اس وقت جو قرآن شریف موجود ہے وہ ناقص ہے۔ موجودہ قرآن سے قرآن زائد نازل ہوا تھا لیکن حضرات صحابہ کرام نے جو قرآن جمع کیا، وہ ادھورا جمع کیا ہے۔

☆ رافضیوں کا کہنا ہے کہ قرآن شریف میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرات اہل بیت کی فضیلت میں جو آیتیں تھیں، وہ حضرت عثمان غنی نے نکال ڈالی ہیں۔

☆ حضرت شیخین اور دیگر صحابہ کرام کی شان میں تبرا کرنا ضروری جانتے ہیں۔

☆ حضرت امیر معاویہ و دیگر صحابہ کرام کو کافر جانتے ہیں۔ وغیرہ

مذکورہ عقائد باطلہ کی بناء پر امام احمد رضا نے روافض کی تکفیر فقہ کی معتبر کتابوں سے کی۔ مثلاً سراجیہ، در مختار، طحطاوی، فتح القدیر، فتاویٰ خلاصہ قلمی، خزائنہ المفتین، ہدایہ، تبیین الحقائق، شرح کنز الدقائق مطبوعہ مصر، فتاویٰ عالمگیری، بدائع، بزازیہ، اشباہ، اتحاف الابصار والبصائر مطبوعہ مصر، شرح نقایہ، فتاویٰ ظہیریہ، بحر الرائق مطبوعہ قسطنطنیہ، غنیہ شرح منیہ مطبوعہ قسطنطنیہ، مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق، شرح کنز مطبوعہ مصر، مراقی الفلاح مطبوعہ مصر، نظم الفرائد مطبوعہ مصر، فتویٰ علامہ نوح آفندی، مجموعہ شیخ الاسلام، مغنی

المستفتی، عقود الدریہ مطبع مصر، تنویر الابصار، فتاویٰ خیریہ، غرر متن درر مطبع مصر، فتاویٰ ہندیہ، طریقہ محمودیہ، حدیقہ ندیہ مطبع مصر، برجندی، شرح نقیہ وغیرہ پچاس سے بھی زیادہ کتابوں کی ڈیڑھ سو سے زیادہ عبارات کے عربی متن مع جلد اور صفحہ نمبر مرقوم فرمائے اور روافض کیلئے جو شرعی احکام ہیں وہ بیان فرمائے مثلاً۔

☆ رافضی علی العموم کافر اور مرتد ہیں۔

☆ رافضی کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔

☆ رافضی کے ساتھ نکاح صرف حرام ہی نہیں بلکہ خالص زنا ہے۔

☆ رافضیوں سے میل جول سلام کلام گناہ کبیرہ اور اشد حرام ہے۔

☆ جو شخص رافضیوں کے ملعون عقائد پر مطلع ہو کر پھر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام ائمہ دین خود کافر و بے دین ہے۔

روافض زمانہ کے رد میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حسب ذیل تصانیف ہیں:-

(۱) رد الرافضہ ۱۳۲۰ھ

(۲) الادلة الطاعنه فی اذان الملاعنہ ۱۳۰۶ھ

(۳) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب ۱۳۱۶ھ

(۴) جمع القرآن و بم عزوہ لعثمان ۱۳۲۲ھ

(۵) غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق ۱۳۳۱ھ

(۶) اعتقاد الاجناب فی الجمیل والمصطفی والآل والاصحاب ۱۲۹۸ھ

(۷) یعبر الطالب فی شیون ابی طالب ۱۲۹۴ھ

(۸) مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ القمرین ۱۲۹۷ھ

(۹) الکلام الہبی فی تشبہ الصدیق بالنبی ۱۲۹۷ھ

(۱۰) الزلالا لانقی من بحر سبقۃ الاتقی ۱۳۰۰ھ

(۱۱) لمعة الشمعہ لہدی شیعة الشنعہ ۱۳۱۲ھ

(۲۸) قبر پر اذان دینے کا اختلاف

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینے کا مستحب طریقہ ملت اسلامیہ میں صدیوں سے رائج ہے۔ دفن کے بعد فوراً ہی قبر میں مردہ سے سوال ہوتا ہے، منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دینے سے بہکانے کیلئے شیطان قبر میں بھی دخل اندازی کرتا ہے جب مردہ سے فرشتے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے تو اس وقت شیطان مردہ کو بہکانے کیلئے اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ شیطان کے فریب سے مردہ کے بچانے کیلئے دفن کے فوراً بعد اذان دی جاتی ہے۔ کیونکہ حدیث شریف کے ارشاد کے مطابق جب مؤذن اذان کہتا ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر ہوا چھوڑتا ہوا بھاگتا۔ قبر پر اذان دینے سے میت کو کل سات (۷) فائدے ہیں جس کی تفصیل امام احمد رضا محدث بریلوی کی کتاب ”ایذان الابرار“ میں مرقوم ہے۔ ملت اسلامیہ کو دینی، دنیوی اور اخروی فوائد سے محروم کر دینے کی اپنی پالیسی کے تحت دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء نے دفن کے بعد قبر پر اذان دینے کو ممنوع اور بدعت قرار دے کر اموات مسلمین کے ساتھ بھی نا انصافی کی اور کر رہے ہیں۔ موجودہ دور میں تو اس مسئلہ میں دیوبندی گروہ کی جانب سے اتنی سختی برتی جاتی ہے کہ قبرستان میں بھی جھگڑے اور مار پیٹ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یعنی کہ شہر خموشاں میں لیٹے ہوئے اموات کو بھی یہ لوگ خلل پہنچاتے ہیں۔

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ کے مجموعہ ”فتاویٰ رشیدیہ“ میں ہے کہ:-

”اذان بعد دفن کے قبر پر بدعت ہے کہ کہیں قرون ثلاثہ میں اس کا ثبوت نہیں اور جو امر ایسا ہو، وہ مکروہ ہے تحریماً“

(فتاویٰ رشیدیہ۔ از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی۔ دیوبند۔ ص: ۱۳۵)

☆ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ:-

”اذان دفن کے بعد مشروع نہیں بلکہ بدعت ہے۔“

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۔ از: مفتی عزیز الرحمن عثمانی۔ ناشر: دارالعلوم دیوبند (یو پی) جلد ۵، کتاب الصلوٰۃ (ربع

چہارم) ص: ۴۱۳)

علاوہ ازیں دیگر علمائے دیوبند و تبلیغی جماعت کے مبلغین قبر پر اذان دینے کے خلاف مہم چلا کر اسے ترک کر دینے کیلئے مسلمانوں پر زبردستی کرتے ہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنی کتاب میں کل پندرہ اراد لیلیں دے کر قبر پر اذان دینا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ثابت کیا ہے۔ ۱۳۰۷ھ میں لکھی ہوئی اس کتاب کا جواب لکھنے کی کوئی دیوبندی

مولوی ہمت نہیں کرتا اس کتاب کا تاریخی نام حسب ذیل ہے جو نمبر اپردرچ ہے علاوہ ازیں دفع بلا کیلئے جواذان دی جاتی ہے اس کی بھی دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء نے ممانعت کی ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس عنوان پر بھی مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔

(۱) ایذان الاجر فی اذان القبر ع ۱۳۰ھ

(۲) نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء ۱۳۰۲ھ

(۲۹) عید کے مصافحہ و معافہ کا اختلاف

عید کا دن یعنی کے خوشی کا دن بلکہ لفظ عید کا اطلاق اصطلاح سماج میں خوشی کیلئے ہوتا ہے۔ مثلاً کسی کو کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ یہی کہتا ہے کہ آج تو میری عید ہوگئی۔ علاوہ ازیں عید کے دن ہر مسلمان اپنی خوشی میں اپنے مسلمان بھائی کو شریک کر کے اپنی خوشی میں اضافہ کرتا ہے اور اپنے مسلم بھائی سے ہاتھ ملا کر یا سینے سے سینہ ملا کر عید کی مبارکباد دیتا ہے۔ دو بھائیوں میں یا دو دوستوں میں معمولی رنجش ہوگئی دونوں کے دل میں ایک دوسرے کی محبت دہی ہوئی ہے لیکن صلح کا کوئی موقع نہ ملا اور اتفاق سے عید کی نماز کے بعد دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں دل میں دبا ہوا محبت کا جذبہ ابھرا اور عید کے بہانے دونوں ایسی گرم جوشی سے گلے ملے کہ ماضی کے سارے گلے شکوے کا فور ہو گئے۔ اسلام نے اپنے دینی بھائیوں سے اخوت رکھنا، تعلقات قائم کرنا، اپنے دینی بھائیوں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کرنا وغیرہ اخلاق حسنہ کی تعلیم و ترغیب دی ہے۔

عید کے دن اپنے مسلمان بھائی سے ہاتھ ملانا یعنی کہ مصافحہ کرنا اور گلے ملنا یعنی کہ معافہ کرنا ہمیشہ سے ملت اسلامیہ میں رائج تھا، اور ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی خرابی نہیں بلکہ بھلائی ہی بھلائی ہے۔ لیکن علمائے دیوبند کو بھلائی کے اس کام میں بھی بدعت اور برائی نظر آئی اور عید کے دن مصافحہ کرنا یا معافہ کرنے کو بدعت اور مکروہ تحریمی یعنی کے حرام کے قریب کا فتویٰ ٹھونک دیا۔

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کے دو فتوے پیش خدمت ہیں:-

”سوال: عیدین میں معافہ کرنا اور بغلیگر ہونا کیسا ہے؟

جواب: عیدین میں معافہ کرنا بدعت ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم“

(فتاویٰ رشیدیہ۔ از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی۔ دیوبند۔ ص: ۱۴۸)

نہ کسی کتاب کا حوالہ نہ کوئی دلیل بس جو بھی جی میں آئے لکھ دو۔ علماء دیوبند کے اکثر فتاویٰ آپ کو دلائل سے بالکل

خالی بی ملیں گے۔ عید کا معانقہ بدعت کہہ دیا لیکن اس کے بدعت ہونے کی وجہ کیا ہے؟ یہ جان کر تو آپ حیرت کریں گے۔
☆ گنگوہی صاحب کا فتویٰ کہ معانقہ کیوں بدعت ہے:-

”سوال: معانقہ کرنا بالخصوص عیدین کے روز کس درجہ کا گناہ ہے۔ مکروہ ہے یا حرام؟“

جواب: معانقہ و مصافحہ بوجہ تخصیص کے کہ اس روز میں اس کو موجب سرور اور باعث مودت اور ایام سے زیادہ مثل ضروری کے جانتے ہیں بدعت ہے اور مکروہ تحریمی۔

(فتاویٰ رشیدیہ۔ از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی۔ دیوبند۔ ص: ۱۴۸)

مذکورہ فتوے میں گنگوہی صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ عید کے دن کو مصافحہ اور معانقہ کرنا دیگر ایام کے مقابلے میں موجب سرور یعنی خوشی کے سبب اور باعث مودت یعنی کہ بھائی چارگی کی وجہ سمجھ کر کرتے ہیں اس لئے بدعت اور مکروہ تحریمی یعنی کہ حرام کے قریب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عید کے دن خوشی اور بھائی چارگی کی وجہ سے مصافحہ اور معانقہ منع ہے۔ تو کیا عید کے دن خوشی اور بھائی چارگی کے بجائے غم اور غصہ کا اظہار کرنا چاہئے، تب ہی مصافحہ اور معانقہ جائز ہوگا؟ ایک اہم بات کی طرف ہم قارئین کی توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ سائل نے تو صرف معانقہ کے متعلق گنگوہی صاحب سے سوال کیا ہے لیکن گنگوہی صاحب معانقہ کے ساتھ ساتھ مصافحہ کو بھی اپنے غم و غصہ کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ گنگوہی صاحب نے ”تذکرۃ الرشید“ جلد اول صفحہ: ۱۸۱ پر عید کا مصافحہ اور معانقہ کو صاف حرام لکھ دیا ہے۔ جو کام قوم مسلم کے مابین اتحاد کا باعث تھا۔ اس کو علمائے دیوبند تفریق بین المسلمین کا اپنا مقصد حل کرنے کیلئے ناجائز میں شمار کر رہے ہیں۔

☆ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب عید کے مصافحہ کے تعلق سے کہتے ہیں کہ:-

”فرمایا۔ عید کا مصافحہ میں ابتداء تو نہیں کرتا، لیکن دوسرے کی درخواست پر کر بھی لیتا ہوں۔ مگر مولانا گنگوہی رحمۃ

اللہ علیہ نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ بدعت ہے، میں مغلوب ہو جاتا ہوں۔“

(کلمۃ الحق، ضبط کردہ: مولوی عبدالحق سکندر کوٹی۔ ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ۔ تھانہ بھون۔ قسط ہشتم، ملفوظ ۱۷۵، ص: ۸۴)

تھانوی صاحب نے خود اپنی زبانی اپنے ”بدعتی“ ہونے کا اقرار کر لیا۔ عید کے مصافحہ کو بدعت کہا اور مصافحہ کیا بھی اور مصافحہ کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ میں مغلوب ہو جاتا ہوں، واہ! کیا بہانہ ڈھونڈ نکالا! کیا مغلوب ہوجانے کی وجہ سے بدعت کا کام بلکہ گنگوہی صاحب کے قول کے مطابق حرام کام کر لینا روا ہو گیا؟ اور مغلوب بھی کیا ایسے تھے کہ مصافحہ کرنے کیلئے آنے والا ساتھ میں بندوق لیکر آیا تھا کہ اگر تھانوی صاحب اس کی درخواست پر مصافحہ سے انکار کرتے تو تھانوی صاحب کو گولی مار

دیتا؟ کیا ایسی مجبوری کے عالم میں مغلوب ہو کر تھانوی صاحب نے مصافحہ کیا تھا؟ یا پھر مروت میں مغلوب ہوئے تھے؟ اور اس طرح مروت میں آ کر فعل بدعت کرنا جائز ہے؟ یہ ہے دیوبندی مکتبہ فکر کے مجدد اور حکیم الامت کا کردار۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے مذکورہ مسئلہ کے تعلق سے استفسار کیا گیا تو آپ نے عید کے معافیت کے جواز پر کتب معتمدہ و معتبرہ کے حوالوں سے ایک تاریخی کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ اس کی اشاعت کو ۵۰ سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن اس کا جواب لکھنے سے علماء دیوبند آج تک عاجز و سکت ہیں۔ اس کتاب کا نام ذیل میں مرقوم ہے:-

(۱) و شاح الجید فی تحلیل معافۃ العید ۱۳۱۲ھ

(۳۰) ایصال ثواب کے فاتحہ کا کھانا

قوسلم میں یہ امر صدیوں سے رائج ہے کہ اپنے مرحومین کے انتقال کے دن اور تاریخ کو ہر ماہ یا ہر سال فاتحہ دیتے ہیں اور اس کا ثواب مرحوم رشتہ داروں کو پہنچاتے ہیں۔ فاتحہ کا طریقہ سلف صالحین نے بھی محمود رکھا۔ فاتحہ میں کوئی بھی غیر شرعی ارتکاب نہیں کیا جاتا بلکہ کچھ کھانا پکا کر غرباء و مساکین کو کھلاتے ہیں اور کھانا کھانے سے قبل یا بعد میں کچھ آیات قرآنی پڑھی جاتی ہیں اور اس پڑھنے کا اور کھانا کھانے کا ثواب اپنے مرحومین کو بخشا جاتا ہے۔ ایصال ثواب کے اس طریقے پر بھی دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء نے گمراہیت سے بھری ہوئی بدعت کا فتویٰ دے دیا:-

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کے دفتروے پیش خدمت ہیں:-

”سوال:- فاتحہ کا پڑھنا کھانے پر یا شیرینی پر بروز جمعرات درست ہے یا نہیں؟

جواب:- فاتحہ کھانے یا شیرینی پر پڑھنا بدعت ضلالت ہے ہرگز نہ کرنا چاہئے۔“

”سوال:- تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں امور مذکورہ امام ابوحنیفہ کے مذہب اور فقہ کی کس معتبر کتب میں ہیں

اور ان کا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- تیجہ، دسواں وغیرہ سب بدعت ضلالہ ہیں۔ اس کی اصل نہیں۔ نفس ایصال ثواب چاہئے۔ ان تینوں کے

ساتھ بدعت ہی ہے جیسا کہ اوپر کے جواب میں مرقوم ہو چکا ہے۔ اور برادری کو ان ایام میں کھانا یہ رسم ہے اور منع ہے۔

فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رشیدیہ۔ از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی۔ دیوبند۔ ص: ۱۵۴)

امام احمد رضا محدث بریلوی نے دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کے مندرجہ بالا نظریات کا ایسا خوش اسلوبی سے تعاقب

فرمایا کہ وہ بھی تعجب میں پڑ گئے۔ آپ نے مذکورہ مسئلہ کے تعلق سے ایک معرکہ الآراء کتاب تصنیف فرمائی اور کتاب میں آپ نے مروجہ فاتحہ کے ثبوت میں حدیث اور علماء متقدمین کی معتبر کتابوں کے حوالوں کے ساتھ ساتھ دیوبندی مکتبہ فکر کے اکابر کی کتابوں کے بھی حوالے درج فرمادیئے۔ مثلاً امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی کی کتابیں (۱) صراط مستقیم (۲) زبدۃ النصارح اور فرقہ وہابیہ کے معلم ثالث مولوی خرم علی بلھوری کی کتاب ”نصیحة المسلمین“ سے مروجہ فاتحہ کا ثبوت دے دیا۔ اس کتاب کا نام مندرجہ ذیل ہے۔ علاوہ ازیں اس مسئلہ کے تعلق سے امام احمد رضا نے اپنے فتاویٰ میں بہت تفصیلی بحث فرمائی ہے اور چند اور کتابیں بھی لکھی ہیں۔

(۱) الحجۃ الفائحة بطیب النعین والفتاحہ ۱۳۰۵ھ

(۲) البارقة المشارقة علی المارقة المشارقة ۱۳۲۶ھ

نشاط السکین علی حلق البقر الشمین ۱۳۰۲ھ

(۳) اولیاء اللہ کے مزارات پر چراغ جلا نا

اللہ تبارک و تعالیٰ نے بے شمار انسان پیدا فرمائے۔ لیکن وہ تمام انسان مراتب میں مساوی نہیں۔ یہود، نصاریٰ، کفار، مشرکین وغیرہ سے ”مؤمنین“ کو شان امتیاز حاصل ہے پھر مؤمنین میں بھی کئی قسم کے لوگ ہیں۔ انبیاء کرام کے علاوہ ولی، قطب، غوث، ابدال، سالک، صالح، نیک، بد، فاسق، فاجر، وغیرہ وغیرہ۔ اولیاء اللہ کو اپنی ظاہری حیات میں عامۃ المسلمین سے ایک امتیازی شان حاصل ہے۔ ان کی زندگی عامۃ المسلمین کیلئے نمونہ عمل و مشعل راہ ہے۔ ان کی وہی شان امتیازی ان کے انتقال کے بعد بھی لوگوں پر ظاہر ہوتی رہے اس نیت سے بزرگان دین کے مزارات پر قبہ، گنبد وغیرہ تعمیر کرنا، مزارات پر چراغاں و روشنی کرنا وغیرہ امور مندوبہ ملت اسلامیہ میں رائج ہیں تاکہ کوئی انجان شخص بھی ان کی قبر کی امتیازی شان سے متاثر ہو کر ان کے متعلق کچھ جاننے کی کوشش کرے اور ان کے حالات زندگی سے واقفیت حاصل کر کے ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر کے دین، دنیا اور آخرت کی بھلائی سے بہرہ مند ہو جائے گا۔

لیکن دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء ہماری مثل ہیں۔ جب اولیاء کرام کی شان امتیازی ان دیوبندی حضرات کو قبول نہیں تو ان اولیاء کے انتقال کے بعد ان کی قبور کو شان امتیاز حاصل ہو یہ عمل دیوبندی مکتبہ فکر کو کیسے منظور ہو سکتا ہے۔ لہذا وہ تمام افعال مستحسنہ جو صرف اولیاء کرام کی عظمت شان کے اظہار کے لئے کئے جاتے ہیں، ان تمام افعال پر دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء نے ناجائز و بدعت، حرام بلکہ شرک تک کے فتوے دے دیئے۔

☆ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب میں بزرگان دین کے آستانوں کے متعلق لکھا ہے کہ:-

”وہاں منتیں مانتا، اس پر غلاف ڈالتا، اس کے گرد روشنی کرنی، فرش بچھانا، پانی پلانا،۔۔ اس قسم کی باتیں کرے تو اس

پر شرک ثابت ہوتا ہے۔“

(تقویۃ الایمان - از: مولوی اسماعیل دہلوی - ناشر: دارالسلفیہ، بمبئی - ص: ۲۴ و ص: ۲۵)

کسی مسلمان کو کافر یا مشرک کہہ دینا دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کیلئے اتنی آسان بات ہے کہ بزرگان دین کے آستانے پہ پانی پلانے والے کو بھی مشرک کہہ دیا، علاوہ ازیں غلاف ڈالنا یا روشنی کرنا کو بھی شرک کہہ دیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے علمائے دیوبند کے اس فاسد نظریہ کا تعاقب فرمایا اور قرآن، احادیث اور کتب سلف صالحین کے حوالوں سے ان کے تمام اعتراضات کا ایسا جواب دیا کہ جواب الجواب لکھنے کا تصور بھی نہیں کرتے۔ آپ نے علمائے دیوبند کے تمام شبہات کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ بزرگان دین کے مزارات کی عظمت اور شان رفعت میں جو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ان کتب کا مطالعہ کرتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم علم کے بحرِ خار میں غوطہ زن ہیں۔ میری ناقص معلومات صرف حسب ذیل کتب تک ہی محدود ہیں:-

(۱) بريق المنار مشموع المزار ۱۳۳ھ

(۲) طوابع النور فی حکم السراج علی القبور ۱۳۰۴ھ

(۳) الامر باحترام المقابر ۱۲۹۸ھ

(۳۲) معراج جسمانی کے انکار کا فتنہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم ﷺ کو بحالت بیداری، ہوش و حواس اور جسم کے ساتھ معراج کرائی جس کے ثبوت میں آیات قرآنی و احادیث متواتر بکثرت موجود ہیں علاوہ ازیں تمام امت کا اجماع ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کو بحالت بیداری اپنے جسم اطہر کے ساتھ معراج ہوئی۔ لیکن اپنی ناقص عقل پر اور کچھ پڑھ لکھ لینے پر جن کو غرور اور تکبر تھا ایسے کچھ نیچری خیال کے لوگوں نے معراج نبی کے ایمانی واقعے کو ماننے سے انکار کیا اور واقعہ معراج کو نظر ایمان سے دیکھنے کے بجائے اپنی ناقص عقل کے پیمانے سے ناپا اور کہا کہ حضور ﷺ کو جسمانی معراج نہیں بلکہ معراج منامی یعنی نیند میں معراج کا خواب دیکھا تھا (معاذ اللہ) مولوی شبلی نعمانی کی کتاب ”سیرت النبی“ میں معراج منامی کا اعتراف ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس مسئلہ پر علم و عرفان کے دریا بہا دیئے اور ثابت فرما دیا کہ حضور اقدس ﷺ نے

اپنے جسم اقدس کے ساتھ سفر معراج فرمایا۔ اس عنوان پر آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں:-

(۱) منبه المنية لوصول الحبيب الى العرش والرويه ۱۳۲۰ھ

(۲) جمان التاج في بيان الصلوة قبل المعراج ۱۳۱۶ھ

(۳۳) فتنه دار الندوة العلماء

مولوی شبلی نعمانی نے علوم قدیمہ کی تعلیم و تعلم کو فروغ دینے کے نام پر لکھنؤ میں ”ندوة العلماء“ کے نام سے ایک درس گاہ قائم کی۔ تاریخ ادب اور سیر کے علوم کی اعلیٰ معیار کی تعلیم حاصل کرنے کی بے مثال اور عظیم درس گاہ کی حیثیت سے ندوة العلماء کو شہرت دی گئی۔ ۱۸۹۴ء میں بمقام لکھنؤ ایک عظیم اجلاس منعقد کر کے پورے ملک میں ندوة العلماء کا تعارف کرایا گیا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے ابتداء ندوة العلماء کی مخالفت نہیں کی بلکہ ۱۸۹۲ء کے اجلاس میں شرکت فرمائی اور تعلیمی نصاب کمیٹی کے ممبر بھی بنے۔ لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی کی دور رس نگاہ نے فوراً دیکھ لیا کہ یہ تحریک تو انگریزوں کی پروردہ اور انگریزوں کی نمک خوار ہے۔ علاوہ ازیں فرقہ باطلہ ضالہ کے علماء کا بھی ندوة العلماء پر کافی اثر تھا۔ فرقہ وہابیہ کے علماء نے ندوة العلماء کو عقائد وہابیہ کی اشاعت کا ذریعہ بنالیا حالانکہ فرقہ وہابیہ کے علاوہ دیگر مکتبہ فکر کے علماء بھی کافی تعداد میں اس میں شریک ہوئے تھے۔ لیکن فکری اختلافات سے استحکام کے مفید نتائج کی کوئی امید نہ تھی۔ لہذا امام احمد رضا محدث بریلوی نے ندوہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور ندوة العلماء کے طرز عمل سے اختلاف کر کے آپ نے حسب ذیل کتب تصنیف فرمائیں:-

(۱) فتاویٰ الحرمین برہنہ ندوة المین ۱۳۱۷ھ

(۲) فتاویٰ القدوہ لکشف و فیمن الندوہ ۱۳۱۲ھ

(۳) سوالات حقائق نما بر دوس ندوة العلماء ۱۳۱۳ھ

(۴) مراسلات سنت و ندوہ ۱۳۱۳ھ

(۵) ترجمہ الفتویٰ وجہ بدم البلوئی ۱۳۱۷ھ

(۶) خالص فوائد فتویٰ ۱۳۱۷ھ

(۷) آل الابراوہ لام الاشرار ۱۳۱۸ھ

(۸) اشتہارات خمسہ ۱۳۱۳ھ

- (۹) غزوہ لہام ساک دارالندوہ ۱۳۱۳ھ
- (۱۰) ندوہ کا تیجہ و دوسوم کا نتیجہ ۱۳۱۳ھ
- (۱۱) بارش بھاری برصدف بھاری ۱۳۱۵ھ
- (۱۲) سیوف العوہ علی ذمائم الندوہ ۱۳۱۵ھ
- (۱۳) صمصام القیوم علی تاج الندوہ عبدالقیوم ۱۳۲۱ھ
- (۱۴) سوالات علماء و جوابات ندوۃ العلماء ۱۳۱۹ھ
- (۱۵) سرگزشت و ماجرائے ندوہ ۱۳۱۳ھ
- (۱۶) سکین و نورہ برکاکل پریشان ندوہ ۱۳۱۸ھ
- (۱۷) فتویٰ مکمل لعل الندوۃ النذکہ ۱۳۱۷ھ
- (۳۴) کفن پر کلمہ شریف لکھنے کا تنازعہ

مسلمان کا انتقال ہونے پر اسے نہلا کر کفن پہنا کر بہت ہی ادب و احترام کے ساتھ دفن کیا جاتا ہے۔ میت کو جو کفن پہنایا جاتا ہے اس پر مٹی یا روشنائی سے کلمہ شریف، عہد نامہ شریف وغیرہ لکھنے کا ابتدائے اسلام سے ملت اسلامیہ میں رائج ہے اور احادیث میں بھی اس کا ثبوت تفصیل سے موجود ہے۔ جیسا کہ حضور اقدس ﷺ کے چچا حضرت عباس کے صاحبزادے حضرت کثیر بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو حضور کے صحابی بھی ہیں انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے انتقال کے پہلے اپنے کفن پر کلمہء شہادت لکھا۔ کفن پر کلمہء شہادت یا عہد نامہ لکھنے کا مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ میت کیلئے امید مغفرت ہو۔ اس فعل کی تائید امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد امام اجل طاؤس تابعی نے تو اپنے کفن پر عہد نامہ لکھے جانے کی وصیت فرمائی اور حسب وصیت ان کے کفن پر عہد نامہ لکھا گیا۔

لیکن جیسا کہ اگلے صفحات میں قارئین سے عرض کیا گیا کہ ہر وہ کام جو مسلمان کی دینی اور اخروی فائدہ کیلئے ملت اسلامیہ میں ایک ہزار برس سے بھی زیادہ عرصہ سے رائج ہیں۔ ان تمام امور مندوبہ مستحسنہ کو وہابی دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء نے خلاف اسلام، ممنوع، بدعت وغیرہ قرار دیکر بند کروائے اور اپنی کتابوں میں ان کاموں کو ترک کرنے کی تاکیدیں لکھیں۔ مثلاً:-

☆ مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ:-

”مسئلہ نمبر ۹:- کفن میں یا قبر میں عہد نامہ یا اپنے پیر کا شجرہ یا اور کوئی دعا رکھنا درست نہیں۔ اسی طرح کفن پر یا سینہ پر کافور سے یا روشنائی سے کلمہ وغیرہ یا کوئی اور دعا لکھنا بھی درست نہیں۔

(بہشتی زیور۔ از: مولوی اشرف علی تھانوی۔ ناشر: ربانی بک ڈپو۔ دہلی۔ حصہ ۲۔ مسئلہ ۹۔ ص: ۱۲۶)

نہ کسی کتاب کا حوالہ نہ فقہ کی کسی کتاب کی کوئی عبارت کہ جو ممانعت پر دلالت کرتی ہو کچھ بھی ثبوت نہیں اور بے دھڑک ممانعت لکھ دی۔ صرف تھانوی صاحب ہی نہیں بلکہ دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کی اکثریت کا یہی طرز عمل رہا ہے کہ جی میں جو آئے لکھ مارو جس کا اندازہ ”فتاویٰ دارالعلوم دیوبند“ کے مندرجہ ذیل فتوے کا مطالعہ کرنے سے ہو جائیگا۔

”سوال: میت کی کفنی پر کلمہ شریف مٹی سے لکھا کرتے ہیں اور میت کو قبر میں رکھنے کے بعد ایک خادم اینٹ پر کلمہ شریف لکڑی سے لکھ کر میت کے سر کے پاس مغرب کی جانب رکھتے ہیں۔ نیز مٹی کے چند چھوٹے چھوٹے ڈھیلوں پر ایک شخص موجودین میں سے قل شریف پڑھ کر کل ڈھیلوں کو میت کے ساتھ لحد میں ڈالتے ہیں۔ یہ امور جائز ہیں یا کیا؟

جواب:- یہ سب امور خلاف شریعت ہیں اور ان کی کچھ اصل نہیں ہے۔ ایسی رسوم کو چھوڑنا چاہئے۔“

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۔ از: مفتی عزیز الرحمن عثمانی۔ ناشر: دارالعلوم دیوبند۔ یو۔ پی۔ جلد ۵، مسئلہ ۳۰۱، ص: ۳۸۱)

مذکورہ فتویٰ بھی دلیل و حوالہ سے بالکل خالی ہے۔ اپنے ذہن کی فہرست خود ساختہ میں کفن پر کلمہ لکھنا اہلسنت و جماعت کا کام ہے اسلئے خلاف شریعت کام کا فتویٰ عنایت فرمادیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی سے کفن پر کلمہ شریف، عہد نامہ یا اور کوئی دعا لکھنا، قبر میں عہد نامہ، شجرہ یا اور کوئی تبرک رکھنا وغیرہ کے تعلق سے سوال پوچھا گیا۔ آپ نے امام ابوالقاسم صفار، امام نصیر بن یحییٰ، امام محمد بزاز، علامہ مدق علانی، امام فقیہ بن عقیل، امام ترمذی وغیرہ کے اقوال معتبر کتابوں مثلاً معجم طبرانی، درمختار، فتاویٰ کبریٰ للملکی، وجیز، مصنف عبدالرزاق، نوادر الاصول سے نقل فرمائے اور کفن پر کلمہ لکھنا جائز ثابت کیا۔

پھر امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے صحیح بخاری، طبرانی، ابن حبان، حاکم، مسند الفردوس، بیہقی وغیرہ جیسی مستند کتب احادیث سے وافر دلائل مع عربی عبارت نقل فرما کر کفن پر کلمہ شریف لکھنے کے جوار میں ایک تاریخی کتاب تصنیف فرمائی جس کا مطالعہ ہر ذی علم سے یقیناً داد تحسین حاصل کرے گا۔ ۱۰۹ ارسال ہوئے لیکن علمائے دیوبند کو اس کتاب کا جواب لکھنے کی ابھی تک فرصت نہیں ملی۔ اس کتاب کا نام ہے:-

(۳۵) بزرگوں کے نام کا پالا ہوا جانور

جتنے بھی حلال جانور ہیں ان کو ”بسم اللہ، اللہ اکبر“ کہہ کر ذبح کرنا ضروری ہے۔ بس صرف اتنی سی بات ہے پھر جو جانور ذبح کیا گیا وہ چاہے زید کا ہو، عمرو کا ہو، یا کسی کا بھی ہو اس جانور کو ذبح کرنے والے نے ذبح کرتے وقت تکبیر کہہ کر ذبح کیا تو اب اس کے حرام ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ زید یا عمرو کا جانور ہونا حلت کے لئے مانع نہیں اضافت کی وجہ سے حرمت نہیں ہوتی۔

ملت اسلامیہ میں صدیوں سے ایک امر رائج تھا کہ بزرگان دین کی عقیدت میں لوگ کھانا پکا کر کھلاتے اور اس کا ثواب بزرگان دین کی بارگاہ میں بطور نذرانہ پیش کرتے۔ کھانا پکانے کے لئے گوشت کی جو ضرورت ہوتی تھی وہ گوشت اچھی کو اٹنی کا ہو اس غرض سے لوگ گھر کے پالے ہوئے جانور استعمال میں لاتے یا اپنے گھروں میں جانور کو پالتے۔ مثال کے طور پر ماہ ربیع الآخر میں پیران پیر، پیر و سنگیر، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کا پلاؤ یا بریانی بنانے کیلئے اگر کسی نے مہینہ دو مہینہ یا کم زیادہ عرصہ پہلے کوئی بکرا یا اور کوئی جانور خرید لیا اور اپنے گھر میں پالا اور نیت یہ تھی کہ گیارہویں شریف میں اس کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر کے اس کے گوشت سے سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کا کھانا بناؤں گا۔ یہ رسم مسلم قوم میں صدیوں سے رائج اور مشروع تھی۔ علماء، صلحاء، فقہاء، سلف وغیرہ نے اس طریقہ پر پالے ہوئے جانور کو حرام بلکہ شرک تک کہہ دیا اور وجہ یہ بتائی کہ یہ بزرگ کے نام سے منسوب ہو گیا۔ لہذا حرام اور شرک کا یہ فتویٰ بھی بزرگان دین کی عداوت کی عکاسی کرتا ہے۔ کیونکہ مذکورہ طریقہ سے جو جانور پالا جاتا تھا، وہ جانور بزرگان دین کے نام سے منسوب ہو جاتا تھا کہ یہ بکرا گیارہویں شریف میں کٹے گا۔ بس یہی اضافت اور نسبت تھی جو علمائے دیوبند کو کھلکی۔

☆ مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں شرک کی مختلف شکلیں لکھی ہیں۔

”کوئی کسی کے نام کا جانور کرتا ہے“

(تقویۃ الایمان - مصنف: مولوی اسماعیل دہلوی - ناشر: دارالسلفیہ، بمبئی - ص: ۷۷)

مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے کتاب ”ہشتی زیور“ میں ”شرک اور کفر کی باتوں کا بیان“ عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:

”کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا۔۔۔ کسی جانور پر کسی بزرگ کا نام لے کر اس کا ادب کرنا۔“

(ہشتی زیور - از: مولوی اشرف علی تھانوی - ناشر: ربانی بک ڈپو - دہلی، حصہ - ص: ۳۵)

شواہد سے یہ بات ثابت ہے کہ غوث پاک کی نیاز کے بکرے کو غوث پاک کا نام لے کر ہرگز ذبح نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا جاتا ہے۔ ذبح کرنے والا دوسرا ہوتا ہے اور مالک دوسرا ہوتا ہے۔ لیکن علماء دیوبند بس ایک ہی بات پڑا رہے ہیں کہ بزرگان دین سے اس جانور کو کیوں منسوب کیا؟ حرام ہو گیا، شرک ہو گیا۔ (معاذ اللہ)

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے گوا لیا (ایم۔ پی) سے اس مسئلہ کے تعلق سے استفتاء آیا۔ آپ نے اس مسئلہ پر پوری ایک کتاب تصنیف فرمائی اور بزرگان دین کے نام پر پالے گئے اور اللہ کے نام پر ذبح کئے گئے جانور کے حلال ہونے کا ثبوت فقہ کی معتبر کتابوں سے دیا ہے اور اس میں چند اہم باتیں لکھی ہیں، مثلاً:

☆ حلت و حرمت ذبیحہ میں ذبح کرنے والے کے حال، قول اور نیت کا اعتبار ہے۔

☆ مسلمان کا جانور کوئی مجوسی بھی اگر اللہ کا نام کے کر ذبح کرے گا تو بھی حرام ہے۔

☆ مجوسی کا جانور مسلمان نے تکبیر کہہ کر ذبح کیا، تو حلال ہے۔

☆ زید کا جانور عمر و ذبح کرے لیکن ذبح کرتے وقت عمر و قصد تکبیر نہ کہے اور جانور کا مالک چاہے سو یا تکبیر کہتا رہے، پھر بھی جانور حرام ہے

☆ زید کا جانور عمر و ذبح کرے اور ذبح کے وقت جانور کا مالک زید ایک مرتبہ بھی تکبیر نہ کہے اور ذبح کرنے والا عمر و تکبیر کہہ کر ذبح کرے تو حلال ہے۔

☆ تمام صورتوں میں ذبح کرنے والے کے حال نیت کا اعتبار مانا جائے گا۔ اور اس شکل خاص میں انکار کرنا محض تحکم باطل ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس کتاب کا تاریخی نام حسب ذیل ہے۔

(۱) سبل الاصفیاء فی حکم الذبیح للاولیاء ۱۳۱۲ھ

(۳۶) تنازعہ خلافت غیر قریش

۱۸۵۷ء کے عذر کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی سے حکومت کا اقتدار چھین کر انگلستان کی حکومت نے اٹھنڈ بھارت (غیر منقسم ہندوستان) کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لیا اور تب سے مسلمانان ہند کے زوال اور انگریزوں کے عروج کی ابتداء ہوئی۔ اس موقعہ کو غنیمت جان کر مشرکین ہند نے اپنا اقتدار قوی بنانے کی تدابیر شروع کر دیں۔ انگریزوں کیلئے مسلمان وجہ خوف تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں سے اقتدار چھینا گیا ہے۔ لہذا ہمارے سامنے علم بغاوت یہی قوم بلند کرے گی۔ قوم مسلم کی

بہادری اور جوانمردی کی تاریخ سے بھی وہ اچھی طرح واقف تھے لہذا وہ بہت ہی محتاط بن کر ہر قدم اٹھاتے تھے۔ بظاہر مسلمانوں سے ہمدردی کا اظہار کرتے تھے لیکن در پردہ قوم مسلم کی جڑیں کھوکھلی کرنے کیلئے آڑے وقتوں میں مسلمانوں کو آگے کر کے ان کو قربانی کا بکرا بناتے رہے۔ مخلص قوم مسلم انگریزوں کی اس پالیسی سے غافل تھی۔ ہندوستان کی دو بڑی قوموں کو یعنی کہ ہندو اور مسلم قوم میں تنازعہ کی خلیج کو وسیع کرنے کیلئے انگریزوں نے خفیہ طور پر ہندوؤں کو سہلایا اور بڑھا دیا، اسی نظریہ کے تحت ۱۸۸۵ء میں انگریزوں نے ہی انڈین نیشنل کانگریس قائم کی۔ ہندو لیڈر ”بال گنگا دھر تلک“ اور ان کے ہم نواؤں نے کانگریس کی آڑ میں ہندو تہذیب و تمدن کو مسلمانوں پر مسلط کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ان کا یہ ارادہ عیاں ہو جانے سے مسلمان متنبہ ہو گئے۔ پھر ۱۹۰۴ء میں انگریز وائسرائے ”لارڈ کرزن“ نے ہندو مسلم اختلافات میں اضافہ کرنے کی نیت سے صوبہ بنگال کو ایسٹ اور ویسٹ دو حصوں میں تقسیم کیا۔ اور اس کو وجہ بنا کر ہندو مشتعل ہو گئے۔ بالآخر ۱۹۱۱ء میں لارڈ ہارڈنگ نے بنگال کی تقسیم کو منسوخ کر کے ہندو قوم کی حوصلہ افزائی کی۔

کچھ عرصہ کے بعد ۱۹۱۴ء میں پہلی عالمی جنگ (First World War) یورپ میں شروع ہوئی، اس جنگ میں جرمنی، ترکی اور آسٹریلیا نے باہمی تعاون کا معاہدہ کیا اور وہ متفق ہو کر ایک فریق کی حیثیت سے تھے۔ ان کے مقابل جو فریق تھا اس میں انگلستان، امریکہ، اٹلی، فرانس اور روس نے سنڈیکیٹ قائم کی۔ اس عالمی جنگ میں انگلستان کا اصلی مقصد ترکی کے خلاف امریکہ، فرانس، اٹلی اور روس اک جو گروپ تھا اس میں شامل ہوا تھا۔ کیوں کہ ترکی کی حکومت بڑی قوی اور عظیم حکومت تھی۔ ایران، عراق، اردن، جزیرۃ العرب، ممالک خلیج وغیرہ ترکی کے زیر اقتدار تھے اور اس وجہ سے ترکی کسی بھی محاذ پر انگلستان کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ بلکہ اس کے مقابل میں ہمیشہ آمادہ جنگ رہتا تھا۔ لہذا حکومت انگلستان کسی بھی قیمت پر ترکی کی سلطنت عثمانیہ کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

حکومت انگلستان درحقیقت بین الاقوامی سطح پر اسلام کو ضرب شدید پہنچانا چاہتی تھی۔ اسی نظریہ کے تحت ابن عبد الوہاب نجدی کو خیرید کر ”وہابی مذہب“ کی بناء رکھی تھی، جس کی گفتگو یہاں نہیں کرنی۔ عالمی جنگ میں ترکی کے محاذ پر انگلستان شدید حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے پاس آدمیوں کی قلت تھی۔ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے اس نے ہندوستان کی اقوام کا استعمال کرنا چاہا۔ ہندو قوم تو ترکی کے خلاف لڑنے کیلئے خوشی خوشی رضامند ہو گئی لیکن سوال تھا ہندوستان کے مسلمانوں کو رضامند کرنے کا کیوں کہ بغیر مسلمانوں کی شمولیت کے ہندو کا آمد نہ تھے، لہذا حکومت برطانیہ نے اس وقت کے نام نہاد مسلم لیڈروں اور باطل فرقہ کے ملاؤں کو اعتماد میں لیا۔ وسیع پیمانے پر ان کو دولت دی اور ان کو اس کام پر لگایا کہ وہ ہندوستان کے

مسلمانوں کو حکومت برطانیہ کی حمایت میں ترکی کے خلاف لڑنے کیلئے تیار کریں۔ ایمان فروش اور ضمیر فروش لیڈروں کو حکومت برطانیہ نے یہ لالچ دیا تھا کہ اگر اس جنگ میں ترکی کو شکست ہوئی تو ترکی کی سلطنت عثمانیہ کا اقتدار ہم ہندوستان کے مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے۔ لہذا سلطنت عثمانیہ کے اقتدار کے حصول کے لالچ میں ان لیڈروں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیڈروں نے عوام مسلمین کو روشن مستقبل کے سنہرے خواب دکھائے، ملاؤں نے مذہب کا سہارا لیکر حکومت سے وفاداری کی راگنی بجائی اور حکومت برطانیہ کی حمایت میں فضا ہموار کر لی۔

نام نہاد مسلم لیڈر کرسی کے لالچ میں ایک عظیم اسلامی حکومت کو ختم کرنے کیلئے مستعد ہو گئے تھے۔ لیڈروں نے اقتدار کے حصول کے ماقبل ہی خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے مولوی ابوالکلام کو نامزد کر لیا تھا اور رات دن اسی امید و آرزو میں تھے کہ کب ترکی کی حکومت کا زوال ہوتا کہ ہمارے اقتدار کا آفتاب طلوع ہو۔ ہندوستان سے گروہ درگروہ افراد حکومت برطانیہ کی حمایت میں ترکی سے لڑنے کیلئے روانہ ہوئے۔ ان میں مسلمان بھی تھے اور ہندو بھی تھے۔ مسلمانوں کو نام نہاد مسلم لیڈروں نے اکسایا تھا اور ہندو قوم کو مسٹر ایم، کے، گاندھی نے ترغیب دی تھی۔ پورا ملک ہندوستان حکومت برطانیہ کی نصرت و حمایت میں لگا ہوا تھا لیکن ہندوستان کے باشندوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ حکومت برطانیہ ان کے ساتھ خطرناک کھیل کھیل رہی ہے۔ ہندوستان کی بھولی عوام اپنے لیڈروں کے بہکاوے میں آکر ناواقفیت میں اپنے ملک کا عظیم نقصان کر رہے تھے۔ لیڈروں نے قوم پر ایسا رعب اور تسلط قائم کر رکھا تھا کہ ان کے خلاف ہونا، تمام آفات و کدوخت دینا تھا۔ سیاسی لیڈروں نے مذہب کا استعمال سیاسی مفاد کیلئے کرنے سے بھی اجتناب نہیں کیا۔ ماحول ایسا پراگندہ تھا کہ صدائے حق بلند کرنے کیلئے دل، گردے کی ضرورت تھی اور اگر کوئی ہمت کر کے صدائے حق بلند کرنے کی کوشش کرتا تو اس کی آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز کی مانند با دی جاتی تھی۔

امام احمد رضا محدث بریلوی پر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب اعظم (جل جلالہ و علیہ السلام) کا وہ کرم تھا کہ آپ بیشمار صلاحیتوں کے حامل تھے۔ امام احمد رضا سیاست سے الگ رہتے ہوئے بھی سیاست کی گھنٹیوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ بین الاقوامی امور (International Affairs) میں بھی آپ دور رس نگاہ رکھتے تھے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ نام نہاد مسلم لیڈر انگریزوں کے ایما و اشارے پر پوری قوم کو ناواقفیت کی راہ پر چلا کر ملک اور مذہب دونوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ آپ کے جذبہ ایمانی نے آپ کو کفن بردوش مجاہد کی حیثیت سے میدان میں لا کھڑا کر دیا۔

آپ نے انگریزوں کی حمایت میں ترکوں سے لڑنے کیلئے جانے والوں کو روکا کہ، قوم مسلم کو سمجھایا کہ یہ سب

انگریزوں کی چال ہے اور موجودہ حالات سے متاثر نہ ہونے کی تلقین کی۔ آپ نے صدائے حق بلند کرتے ہوئے لوگوں کو متنبہ کیا کہ:-

☆ ترکی کی سلطنت عثمانیہ ہماری اسلامی حکومت ہے انگریزوں کی حمایت میں اس سے جنگ کرنا شرعاً جائز نہیں۔

☆ انگریز نصاریٰ ہیں اسلام کے قدیم دشمن ہیں اور وعدہ خلائی کرنا ان کے لئے معمولی بات ہے۔ انہوں نے مسلمانوں سے خصوصی طور پر جو وعدہ کیا ہے کہ اس جنگ میں فتح حاصل ہونے پر ترکی کی سلطنت عثمانیہ کا اقتدار مسلمانان ہند کے حوالے کیا جائے گا اس وعدے سے وہ انحراف کریں گے اور وعدہ خلائی کر کے تم کو دھوکہ دیں گے۔

☆ عوام ہند کو مطلقاً یہ امید دلانی گئی تھی کہ اس جنگ میں اگر فتح حاصل ہوگئی تو غیر منقسم بھارت کو ”سوراج“ دیکر آزاد کر دیں گے۔ لیکن یہ بھی صرف ایک فریب ہے۔

ایک اہم نکتہ کہ جو بین الاقوامی امور میں مہارت پر مبنی اور اپنے مادر وطن کی وفاداری پر دلالت کرتا ہے۔ وہ نکتہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے بار بار فرمایا تھا کہ:-

☆ جس ”سوراج“ کی امید میں تم انگریزوں کی حمایت کر رہے ہو اس سوراج کو تم اپنے ہی ہاتھوں مؤخر کر رہے ہو۔ کیونکہ اگر اس عالمی جنگ میں حکومت انگلستان کو فتح ہوئی تو وہ فتح کی وجہ سے طاقتور ہوگی اس کا اثر یہ ہوگا کہ ہندوستان کی آزادی کا خواب جلدی پورا نہیں ہوگا۔ لہذا اگر ہم ہندوستان کی آزادی کے صحیح معنی میں حامی ہو تو اس جنگ عظیم میں حکومت برطانیہ کی حمایت ہرگز نہیں کرنی چاہیے بلکہ عدم تعاون اور مخالفت کر کے شکست دلانی چاہیے تاکہ وہ کمزور ہو جائے اور ہم ان کے کمزور ہاتھوں سے اپنی آزادی آسانی سے چھین لیں۔

☆ نام نہاد مسلم لیڈروں نے سلطنت عثمانیہ کے اقتدار کے حصول کے جو خواب دیکھے تھے اور پہلے سے بحیثیت خلیفہ المسلمین مولوی ابوالکلام آزاد کو نامزد کر لیا تھا۔ اس کے رد میں آپ نے یہ بتایا کہ امیر المؤمنین یا خلیفۃ المسلمین کیلئے شرعاً سات شرطیں ہیں (۱) اسلام (۲) عقل (۳) بلوغ (۴) حریت (۵) ذکوریت (۶) قدرت (۷) قرشیت۔ اس وضاحت کے بعد امام احمد رضا محدث بریلوی نے مؤرخانہ اور محققانہ انداز میں اسلامی تاریخ پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے اور اجمالی جائزہ لیتے ہوئے حقائق و شواہد کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ ہر دور میں خلیفہ کیلئے قرشیت کی شرعاً شرط سمجھا گیا ہے۔ بعدہ خلیفہ کا درجہ سلطان سے بہت بڑا ہے یہ ثابت کیا اور خلیفہ و سلطان میں کیا فرق ہے تفصیل سے بتایا اور دونوں کے اختیارات مراتب، لوازم اور شرائط پر فاضلانہ بحث فرمائی۔

☆ ۱۹۱۹ء میں عظیم ختم ہوئی امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو پیش گوئیاں کی تھیں وہ تمام کی تمام حرف بحرف صحیح ثابت ہوئیں۔ انگریز اپنے وعدہ سے پھر گئے اور ہندوستان کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔ خدا توفیق دے تو امام احمد رضا کی خلافت کے عنوان پر لکھی گئی اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں۔ اس کتاب کا نام ہے۔

(۱) دوام العیش فی الانمۃ من قریش ۱۳۳۹ھ

(۳۷) فتنہ خلافت کمیٹی

سلطنت عثمانیہ کے اقتدار کے حصول کے لالچ میں مسلمانان ہند نے اپنے گمراہ کرنے والے لیڈروں کے دام فریب میں آکر حکومت برطانیہ کی حمایت کی۔ ۱۹۱۹ء میں پہلی عالمی جنگ کا اختتام ہوا۔ اس جنگ میں جرمنی اور اس کے ساتھی ملک آسٹریلیا اور ترکی کو شکست ہوئی۔ انگریز اپنے وعدے سے پھر گئے، نہ مسلمانوں کو سلطنت عثمانیہ کا اقتدار حوالے کیا اور نہ ہی ہندوستان کو آزاد کیا۔ انگریزوں کی وعدہ خلافی نے ہندوستان کے عوام کو مشتعل کر دیا۔ لوگ جنگ عظیم کے دوران انگریزوں کے حامی اور ناصر تھے وہ اب مخالف بن گئے۔ سیاسی حضرات کے خواب ادھورے رہ گئے تھے لہذا وہ یہ چاہتے تھے کہ انگریزوں کو وعدہ خلافی کی سخت سے سخت سزا دی جائے اس لئے انہوں نے پھر دوبارہ مسلمانوں کے جذبات کو بھارا۔ لیکن اب ان کا داؤ الگ تھا، جس سلطنت عثمانیہ کو ختم کرنے کیلئے انگریزوں کی حمایت کی تھی اسی سلطنت عثمانیہ کی ہمدردی کا رونا شروع کیا۔ لوگوں کو باور کرایا کہ ترکی کی سلطنت اسلامی سلطنت ہے اور ہماری اس سلطنت پر انگریزوں نے ظلم کیا ہے اور ہمیں اس سلطنت عثمانیہ کی حفاظت کے لئے جان دینا فرض ہے۔ لوگوں کے سامنے انگریزوں کے ظلم و ستم کی داستان یہ سیاسی لیڈر سنار ہے تھے بہت سے نیک طبیعت و مخلص علماء سیاست کے داؤ بیچ سے ناواقفیت اور سادہ لوحی کی وجہ سے سیاسی لیڈروں کے ساتھ شریک ہو گئے پھر کیا تھا؟ لوگوں میں جذبات کا ایسا طوفان برپا ہوا کہ لوگوں نے مذہبی شعور اور سماجی دانش کا دامن بھی چھوڑ دیا اور ”خلافت کمیٹی“ کے پرچم تلے تحریک خلافت بڑے ہی شد و مد کے ساتھ چلائی گئی۔

اس تحریک میں گاندھی نے بھی شرکت کی اور چند مہینوں کے بعد ایک نیا قدم اٹھایا گیا، ۱۹۲۰ء میں مسٹر ایم، کے، گاندھی کے ایماء و اشارے پر ترک موالات کا آغاز کیا گیا اور اس میں اتنی شدت برتی گئی کہ ترک موالات کی تحریک کی مخالفت کرنے والے کو کافر اور عداکار فتویٰ دیا جاتا تھا۔ لیکن تحریک ترک موالات ۱۹۲۲ء میں ختم ہو گئی۔ کیونکہ ۱۹۲۲ء میں ترکی کے سلطان عبدالحمید خاں کو غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے معزول کر دیا۔ سلطان ترکی کے معزول ہوتے ہی مسٹر گاندھی نے

کچھ اور بہانے بنا کر تحریک ترک موالات کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔

کچھ اور تحریکیں بھی تحریک ترک موالات کے ساتھ ساتھ عمل میں آئی ہوئی تھیں۔ مثلاً (۱) تحریک ہجرت (۲) تحریک ترک گاؤ کشی (۳) تحریک کھدر (۴) تحریک ترک حیوانات وغیرہ۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے ان تمام تحریکات اور سیاسی حالات و حادثات کا گہری اور دور رس نگاہ سے مطالعہ کیا تو یہی بات سامنے آتی تھی کہ ”تحریک کے نام پر لوگوں کے ایمان تباہ و برباد کئے جا رہے ہیں۔ سیاست کے نشے میں اندھے ہو کر مسلمان اپنے اسلامی شعائر چھوڑ کر شعائر کفر اپنا رہے ہیں۔ مسلمانوں نے خلافت عثمانیہ پر کئے ظلم و ستم کا انتقام لینے کی آگ میں ہندوؤں کی ہمنوائی اس حد تک منظور کر لی کہ اس آگ میں اپنے ایمان بھی جلا بیٹھے۔ چنانچہ اس دور میں شعائر کفر مسلم لیڈروں نے اور ان کے ہمنواؤں نے علی الاعلان اپنائے۔ اپنی پیشانی پر قشقہ لگوا یا، اترھیوں کو کندھا دیا، مرگھٹ تک گئے، قرآن کو مندر میں لے جا کر وید اور گیتا کے ساتھ ترازو کے ایک پہلے میں رکھا گیا اور ان کو مساوی قرار دیا، مسٹر گاندھی کو مبعوث من اللہ کہا، گائے کی قربانی ترک کرنے کیلئے اصرار کیا، بے کے نعرے لگائے، کافروں کو مساجد میں لے جا کر انہیں اپنا رہبر قرار دے کر منبر رسول پر بٹھایا، وغیرہ وغیرہ۔ اس وقت مسلمان ہندوؤں سے اتحاد کے ایسے دلدادہ ہو گئے تھے کہ انہوں نے اپنے مذہب کے اصولی قواعد اور اسلامی روایات کو بھی نظر انداز کر دیا اور جو کام شرعاً شرک اور کفر تھے ان کاموں کو بھی بے دھڑک کیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایسے پراگندہ ماحول میں ملت اسلامیہ کی رہبری فرمائی اور مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ اور ان کے مذہبی اصول و حقوق کی اہمیت اور اس کا جو حق ہے، اس کی نشاندہی فرمائی اور یہ تنبیہ فرمائی کہ تم جن کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر ان کو خوش کرنے کیلئے اپنے ایمان بھی برباد کر رہے ہو، وہ موقعہ پاتے ہی تمہیں ہلاک کرنے کی کوئی بھی تدبیر باقی نہیں چھوڑیں گے۔ اور یہی ہوا ابھی کیونکہ آریہ سماج نے تحریک شدھی سنگٹھن کے ذریعہ مسلمانوں کو مرتد بنا کر ان کو ہندو تہذیب و تمدن اپنانے کیلئے مجبور کرنے کی ایک زبردست تحریک چلائی گئی تھی۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے بلا خوف و ہمت اپنی تحریروں، تقریروں اور فتاویٰ میں اپنے خیالات کا شریعت کی روشنی میں اظہار فرمایا کہ ”ساری اقوام مسلمانوں کی دشمن ہیں، خواہ وہ انگریز ہوں، خواہ یہودی، خواہ کفار و مشرکین، خواہ ستارہ پرست و آتش پرست۔“

امام احمد رضا محدث بریلوی کا کہنا تھا کہ ان تمام تحریکوں نے مسلمانوں کو ہر اعتبار سے ضعیف اور کمزور کر دیا ہے اور

کفار مشرکین کو مضبوط اور طاقتور بنادیا ہے۔ لہذا مسلمان اپنے مذہب کے دائرے کے باہر ہرگز نہ جائیں اور اپنا ہر کام چاہے وہ دینی ہو یا دنیوی ہو، تجارتی ہو، سماجی ہو، سیاسی ہو، کچھ بھی ہو پہلے اس کو شریعت اسلامی کے قوانین سے پرکھو، اگر وہ کام شریعت کے مطابق ہو تو اپناؤ ورنہ اس سے باز رہو۔ امام احمد رضا نے شریعت کے قوانین کی روشنی میں ایک معرکہ الآراء تاریخی کتاب تصنیف فرمائی اور صاف صاف لکھ دیا کہ:

☆ مسلمانوں کے لئے ہندو مسلم اتحاد مضر اور غیر مفید ہے۔

☆ اس اتحاد سے نجات پانے کیلئے اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کرو۔

☆ موالاات ہر کافر سے حرام ہے۔

☆ البتہ معاملات اور لین دین اصل کافر سے جائز ہے۔

امام احمد رضا کی اس عنوان پر جو کتاب ہے اس کا نام مندرجہ ذیل ہے:-

(۱) المحجة المؤتمنه فی آیة الممتحنة ۱۳۳۹ھ

(۳۸) فتنہ تحریک ترک قربانی کاؤ

تحریک خلافت کمیٹی، تحریک ترک موالاات کے ساتھ ساتھ گائے کی قربانی ترک کرنے کی تحریک نام نہاد مسلم لیڈروں نے چلائی۔ اس تحریک کا واحد مقصد ہندوؤں کو خوش کرنا تھا کیونکہ ہندو مذہبی نقطہ نظر سے گائے کو معظم بلکہ ماں کے برابر مانتے ہیں اور گائے کو قتل کرنے سے ہندوؤں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچتی تھی۔ حالانکہ گائے کی قربانی کے ضمن میں ہندوؤں نے کئی مقامات پر غریب مسلمانوں پر تشدد اور ظلم کئے تھے اور گائے کی قربانی کرنے سے جبراً روکتے تھے۔ لیکن لیڈروں کو اپنی روٹیاں پکانے سے مطلب تھا۔ اگر گائے کی قربانی ترک کرنے سے ہندو عوام اور ہندو لیڈر خوش ہو جاتے ہیں اور اس وجہ سے ہماری سیاسی ترقی ہو جاتی ہے تو ہم مسلمانوں کو گائے کی قربانی ترک کرنے کیلئے سمجھائیں گے۔ لہذا ان نام نہاد مسلم لیڈروں نے عوام المسلمین میں تحریک چلائی کہ ہم اپنے ہندو بھائیوں کا دل خوش کرنے کیلئے گائے کی قربانی ترک کر دیں۔ سیاسی لوگوں نے اس مسئلہ کو اتنا فروغ دیا کہ گائے کی قربانی کرنا معیوب سمجھا جانے لگا اور گائے کی قربانی کرنے والے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ اسی ڈر کی وجہ سے بہت سے مسلمانوں نے گائے کی قربانی ترک کر دی حالانکہ وہ دل سے گائے کی قربانی کرنا چاہتے تھے لیکن ماحول کی سنگینی کی وجہ سے گائے کی قربانی کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔

ایسے ماحول میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے ملت اسلامیہ کی رہنمائی فرمائی اور یہ بتایا کہ گائے کی قربانی کرنا

مسلمانوں کا مذہبی شعائر ہے اور وہ اپنے مذہبی شعائر کو دوسرے لوگوں کی خوشنودی کیلئے کبھی نہیں چھوڑ سکتے اور غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کو اپنے مذہبی شعائر بجالانے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ اس عنوان پر امام احمد رضا نے دلائل و شواہد سے لبریز ایک اہم تاریخی دستاویز کی شکل میں ایک بے مثال کتاب تصنیف فرمائی اور گائے کی قربانی کرنے سے مسلمانوں کو روکنے والے نام نہاد مسلم لیڈروں کے ہفوات کا اچھا خاصا تعاقب فرمایا۔ اس کتاب کا نام مندرجہ ذیل مرقوم ہے:-

(۱) انفس الفکر فی قربان البقر ۱۲۹۸ھ

(۳۹) حرکت زمین کا اختلاف

تھوڑا بہت پڑھا لکھا شخص بھی زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے وغیرہ کا جغرافیہ اور اس کی ہیئت سے کچھ نہ کچھ واقفیت ضرور رکھتا ہے۔ جدید تعلیم اور سائنسی تکنالوجی کے دور میں یہ بات عام کر دی گئی ہے کہ زمین حرکت کرتی ہے، یعنی گھومتی ہے۔ زمین کا یہ گھومنا آفتاب کے ارد گرد ہے اور زمین کی دو قسم کی حرکتیں (۱) حرکت مستقیمہ (Revolving motion) اور (۲) حرکت مستدیرہ (Rotatory motion) بتائی جاتی ہیں۔ ان دونوں حرکتوں کو ہندی زبان میں (۱) بھرمں اور (۲) پری بھرمں کہا جاتا ہے۔ عام طور سے لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ زمین حرکت کرتی ہے لیکن اسلامی نقطہ نظر سے یہ نظریہ غلط ہے۔ حق یہ ہے کہ زمین حرکت نہیں کرتی بلکہ ساکن ہے۔

زمین ساکن ہے اس کا ثبوت قرآن سے ہے لیکن کچھ لوگوں کو مستثنیٰ کر کے مسلمانوں کی بھاری اکثریت اس عقیدہ سے ناواقف ہے بلکہ اس کے برعکس حرکت زمین کی قائل ہے۔

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ کو موتی بازار، لاہور (پاکستان) سے مولوی حاکم علی صاحب مجاہد کبیر نے امام احمد رضا محدث بریلوی کی خدمت میں ایک استفتاء بھیجا جس میں زمین حرکت کرتی ہے ایسے کچھ دلائل لکھے اور اختتام میں امام احمد رضا کو اپنے نظریات سے متفق ہو جانے کی گزارش کرتے ہوئے لکھا کہ:

”غریب نواز کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ سائنس کو اور سائنس دانوں کو مسلمان کیا ہوا

پائیں گے۔“

(نزل آیات فرقان بسکون زمین و آسمان۔ مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ۔ ناشر: حسنی پریس، بریلی، ص ۴) جب یہ خط امام رضا کی خدمت میں آیا تب آپ سخت بیمار و علیل تھے چار آدمی کرسی پر بٹھا کر نماز باجماعت ادا کرانے مسجد میں لے جاتے تھے۔ ایسی علالت کی حالت میں آپ نے مولانا حاکم علی صاحب کو قرآن وحدیث سے مدلل اور مزین

جواب کی شکل میں ایک مستقل کتاب میں جواب دیا۔ علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری کی تفسیر رغائب الفرقان، علامہ جلال الدین سیوطی کی درنثر، صراح، تفسیر عنایۃ القاضی، معالم التنزیل، تفسیر ارشاد لعقل السلیم، تفسیر ابن ابی حاتم، قاموس، صحیح بخاری، مسلم شریف، ترمذی، نہایہ، مجمع البحار، تفسیر ابن عباس، تفسیر کبیر، حازن، وغیرہ کتب معتبرہ کے حوالوں سے قرآن مجید کی کل دس آیتوں سے استدلال کر کے ثابت کیا کہ:

☆ اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں، کوکب چل رہے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنے مقروض سے ہٹ نہ جائیں اور جنبش نہ کریں۔

یہ تمام دلائل لکھنے کے بعد امام احمد رضا نے مولانا حاکم علی صاحب مجاہد کبیر کا جملہ کہ سائنس کو مسلمان کیا ہوا پائیں گے کا جواب دیتے ہوئے ارقام فرمایا کہ:

”محبت فقیر سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات و دورازکار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے۔ دلائل سائنس کو مردود یا مال کر دیا جائے۔ جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو۔ سائنس کا ابطال و اسکا تہو، یوں قابو میں آئے گی۔“

(نزول آیات فرقان، بسکون زمین و آسمان۔ مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ۔ ناشر: حسنی پریس،

بریلی، ص ۲۵)

☆ ۱۵۳۰ء تک پوری دنیا کے سائنسدان یہاں تک کہ نصاریٰ بھی زمین کے ساکن ہونے کے قائل تھے، لیکن ۱۵۴۳ء میں پولینڈ میں کوپرنیکس نامی سائنسدان پیدا ہوا۔ جس کی موت ۱۵۴۲ء میں ہوئی ہے۔ اس نے نیا نظریہ پیش کیا کہ زمین آفتاب کے گرد حرکت کرتی ہے۔

☆ ۱۵۷۱ء میں بمقام (Wiel) کپلر نامی سائنسدان پیدا ہوا اور اس نے سیاروں کی حرکت (Planetary motion) کا اصول بنایا۔ علاوہ ازیں اس نے کوپرنیکس کے حرکت زمین کے نظریات کی تائید کی۔ کپلر ۱۶۳۰ء میں موت کی آغوش میں پہنچا۔

☆ ۱۵۶۴ء میں اٹلی (Italy) میں گیلے لیو (Galileo) نام کا سائنسدان پیدا ہوا، جس نے دوربین (Telescope) ایجاد کیا ہے۔ اس نے بھی کوپرنیکس کے حرکت زمین کے نظریہ تائید کی اور اس میں اضافہ کرتے ہوئے زمین کی حرکت

مستقیمہ (Revolving motion) اور حرکت متدیرہ (Rotatory motion) کا نظریہ قائم کیا گیلیلو کی موت ۱۶۴۲ء میں واقع ہوئی ہے۔

مذکورہ سائنسدانوں نے حرکت زمین کا جدید نظریہ دنیا کو باور کرایا اور دنیا نے ان کے ساتھ اتفاق کیا۔ تب سے پوری دنیا میں متفقہ طور پر حرکت زمین کے نظریہ کو تسلیم کیا جا رہا ہے۔

☆ ۱۶۴۲ء میں انگلینڈ میں آئزک نیوٹن نام کے سائنسدان نے کشش ثقل اور حرکت کا نظریہ پیش کیا۔ نیوٹن کی موت ۱۷۲۷ء میں واقع ہوئی۔

علاوہ ازیں دنیا کے دیگر مشہور سائنسدانوں نے بھی حرکت زمین کے نظریہ کی تائید کی۔ حرکت زمین کے رد میں آیات قرآنی و احادیث کی روشنی میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب ”نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان“ کا مختصر جائزہ اس عنوان کی ابتداء میں ہم کر چکے لیکن وہ کتاب صرف قرآن وحدیث کے دلائل پر مبنی ہے۔ غیر مسلم سائنسدان اس کو تسلیم نہیں کریں گے۔ لہذا امام احمد رضا نے اس عنوان پر ”فوز مبین در رد حرکت زمین“ نام کی ایک اور کتاب بھی تصنیف فرمائی ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کو علوم جدیدہ میں مہارت تامہ حاصل تھی لیکن آپ نے ان تمام علوم کو اسلامی علوم کا تابع بنا کر ان علوم جدیدہ کا استعمال دین کی خدمت کیلئے کیا۔ جس کا صحیح اندازہ فوز مبین کے مطالعہ سے بخوبی ہو جائیگا۔ فوز مبین کتاب میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے:

☆ کل ۱۰۵/۱ (ایک سو پانچ) دلیلوں سے زمین کا حرکت کرنا باطل ثابت کیا ہے۔

☆ مذکورہ کتاب میں آپ نے

(۱) علم طبعیات (Temperament Physics)

(۲) علم کیمیا (Chemistry)

(۳) علم جغرافیہ (Geography)

(۴) علم ہیئت (Astrophysics)

(۵) علم توقیت (Ephemerics)

(۶) علم نجوم (Astrology)

(۷) علم ریاضی (Mathematics)

(۸) لوگارٹم (Logarithm)

(۹) علم مثلثات کروی (Spherical Trigonometry)

(۱۰) علم مثلثات سطح (Linear or Surface Trigonometry)

(۱۱) علم زیجات (Astronomy)

(۱۲) علم ہندسہ (Geometry)

وغیرہ کا استعمال فرمایا ہے۔

☆ مذکورہ کتاب میں آپ نے (۱) فلسفہ قدیمہ (Old Philosophy) (۲) رفتار (Speed) (۳) حرکت (Velocity) (۴) وزن (Weight) (۵) کیت (Mass) (۶) حجم (Volume) (۷) ثقل (Density) (۸) ٹریگونیٹری (Trigonometry) (۹) دخان (۱۰) بخارات (۱۱) حرارت (۱۲) مدوجزر (Tides) (۱۳) محرک (Projective) (۱۴) جمود (۱۵) اسراع (۱۶) دباؤ (۱۷) اچھال تیراؤ (Floatation) (۱۸) مساوات (۱۹) اضافیت (۲۰) بعد کوکب (۲۱) بیت ارض (۲۲) رفتار سیارہ جیسے اہم موضوعات پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ تعجب اور حیرت کی بات یہ ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے کالج تو درکنار کسی اسکول کا دروازہ بھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کے باوجود بھی آپ کے تبحر علمی کا یہ عالم ہے کہ ارضیات، فلکیات اور سائنس کے بڑے بڑے ماہرین آپ کے سامنے طفل کتب کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔

☆ مذکورہ کتاب ”فوزمیں“ میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے (۱) علم طبعی (۲) ڈاکٹر کرنیلوس کی کتاب علم الہیات (۳) سوالنامہ بنیاد جدیدہ (۴) لکشمی شکر کی کتاب جغرافیہ طبعی (۵) محمد عبدالرحمن کلانی کی کتاب نظارہ عالم (۶) رفاعہ بن علی کی کتاب التہریبات الشافیہ لمرید الجغرافیہ (۷) راجہ رتن سنگھ زہبی کی کتاب حدائق النجوم (فارسی) (۸) شرح تذکرہ (۹) شرح طوسی (۱۰) شرح حضری (۱۱) میرک بخاری کی کتاب شرح حکمت العین (۱۲) کاہنہ قرادینی تلمیذ طوسی کی کتاب حکمت العین (۱۳) علامہ فاضل خیر آبادی کی کتاب ہدیہ سعیدیہ (۱۴) علامہ برجندی کی کتاب تحریر طوسی (۱۵) بطلمیوس کی کتاب مجہلی (۱۶) شرح برجندی (۱۷) علامہ عبدالعلی کی عربی کتاب شرح مجہلی (۱۸) ملا محمود جوہوری کی شمس بازغہ (۱۹) مفتاح الرصد (۲۰) ابوبلی محمود بن محمد بن عمر کی کتاب شرح چھینی (۲۱) ناصر الدین کی عربی کتاب در

المکتون فی غرائب الفنون (۲۲) محمد بن احمد الیاس الحنفی کی عربی کتاب در المکتون فی سبعة الفنون جیسی نایاب اور محرکہ الآثار کتب سے مواد فراہم کر کے زمین ساکن ہونے کا اپنا دعویٰ ثابت کر دکھایا ہے۔

☆ حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ امام احمد رضا نے گیلی لیو اور آئن اسٹائن کے نظریات کا رد انہیں کے دلائل کی روشنی میں منطقیانہ اور سائنسی طرز پر کر کے ایک عجوبہ کر دکھایا ہے۔

☆ حرکت زمین کے قائلین سائنسداں (۱) نیوٹن (۲) کوپرنیکس (۳) ابن سینا (۴) کپلر (۵) ہرشل (۶) طوسی (۷) ملا محمد جوہنوری (۸) بطلموس اور (۹) ابوریحان البیرونی کے نظریات کا تقاب بھی ان ہی کی کتابوں اور ان ہی کے قائم کردہ نظریات سے کیا ہے۔

☆ مذکورہ بالا ماہرین سائنس میں ایک نام ”آئن اسٹائن“ کا بھی ہے اس کا پورا نام البرٹ آئن اسٹائن ہے۔ جو ۱۴ مارچ ۱۸۷۹ء جرمنی میں پیدا ہوا تھا اور ۱۹۵۶ء میں امریکہ میں اس کی موت ہوئی تھی آئن اسٹائن امام احمد رضا کا معاصر تھا۔ اس نے حرکت زمین کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی کے ایک نظریہ کا تجربہ کیا تو امام احمد رضا کا نظریہ حق اور اس کا اپنا نظریہ باطل ثابت ہوتا محسوس ہوا، لیکن اس نے اس کی توجیہ کر کے بات آگے بڑھنے سے روک دی، امام احمد رضا محدث بریلوی وہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے آئین اسٹائن کے نظریہ پہ سب سے پہلے گرفت کی۔ اور آپ کے نقش قدم پر چل کر آج ایک سو سے زیادہ ناقدین سطح زمین پر پیدا ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ مستقبل قریب میں دنیا کو مجبور ہو کر امام احمد رضا کے نظریہ سکون زمین سے اتفاق کرنا ہی پڑے گا۔

ایک اہم واقعہ:-

☆ باگی پور (پٹنہ بہار) سے شائع ہونے والے انگریزی اخبار ”یکسپریس“ کے ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے شمارہ میں امریکی ہیئت داں (Metrologist) پروفیسر البرٹ ایف۔ پورٹانے ”ایک پیشگوئی کی کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کے دن آفتاب کے سامنے بیک وقت کئی سیاروں کے جمع ہونے سے جذب اور کشش کے سبب آفتاب میں اتنا بڑا داغ پڑے گا کہ بغیر آلات آنکھ سے دیکھا جائے گا۔ ایسا داغ آج تک ظاہر نہیں ہوا، لہذا ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کے دن طوفان، بجلیاں، سخت بارش اور بڑے زلزلے ہوں گے۔ زمین ہفتوں میں اعتدال میں آئے گی۔“ اس پیشگوئی سے پوری دنیا میں اور بالخصوص امریکہ میں ایک ہلچل مچ گئی۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے خلیفہ ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین صاحب بہاری علیہ الرحمہ نے سہرام (بہار) سے امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان سے اس بارے میں استفتاء

کیا۔

امام احمد رضا نے پروفیسر البرٹ پورٹا کی ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء والی پیش گوئی کے رد میں ۱۷ اردو لائل پیش کئے۔ اپنے ان ۱۷ اردو لائل میں امام احمد رضا نے عیسائی راہب شیئز، علامہ قطب الدین شیرازی، ابن ماجہ اندلی، ہرشل اول، ہرشل دوم، نسٹ، کوکسی راجرا لائک وغیرہ کے مشاہدات و تجربات کا ذکر کیا۔ پھر ماضی و حال کے تجربات و مشاہدات کا ذکر کیا پھر اپنے نتائج کی روشنی میں پروفیسر البرٹ کی پیش گوئی کا ردِ مبلغ فرمایا۔ پروفیسر البرٹ نے آفتاب کے سامنے بیک وقت کئی سیاروں کے جمع ہونے کا جو دعویٰ کیا تھا اس کا ابطال کر کے امام احمد رضا نے (۱) نیپون (۲) مشتری (۳) زحل (۴) مریخ (۵) زہرہ (۶) عطارد (۷) شمس اور (۸) یورینس وغیرہ کا ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کے دن حقیقی مقام، برج، درجہ اور دقیقہ کی فہرست مرتب کر کے بتا دیا۔ اور ایک رسالہ قلم بند فرمایا جس کا نام ”معین بین“ ہے امام احمد رضا محدث بریلوی کی پیش گوئی حق ثابت ہوئی اور امام احمد رضا نے جو کہا تھا کہ انشاء اللہ اس دن تیز ہوا بھی نہیں چلے گی، وہی ہوا دنیا کے ماہرین ہیئت اس دن صبح سے شام تک دور بینیں لے کر دیکھتے رہے مگر کچھ نہ ہوا۔ پروفیسر البرٹ پورٹا کی پیش گوئی باطل ثابت ہوئی اور مغربی دنیا کے بڑے بڑے ماہرین نے بھی امام احمد رضا کے علم کا لوہا تسلیم کیا۔

روحِ حرکت زمین کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی کی کتابیں حسب ذیل ہیں:

(۱) فوزِ مبین در ردِ حرکت زمین ۱۳۳۸ھ

(۲) معین مین بھر دور شمس و سکون زمین ۱۳۳۸ھ

(۳) نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان ۱۳۳۹ھ

(۴۰) نماز عید کے بعد دعا مانگنے کا اختلاف

عید کے دن عید گاہ پر اجماع کی مسجد میں بعد نماز عید دعا مانگنے کا طریقہ ملت اسلامیہ میں صدیوں سے رائج ہے۔ لیکن ملت اسلامیہ میں جو افعال مندوبہ و مستحبہ عام طور سے رائج ہیں ان سے روکنے کیلئے یہی طریقہ ڈھونڈھ نکالا کہ اس کی اصل نہیں لہذا بدعت اور منوع ہے۔ لہذا یہ کام مت کر دے ۱۳۰ھ میں امام احمد رضا محدث بریلوی کو یہ استفتاء پوچھا گیا کہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاویٰ کے ثانی میں یہ امر تحریر فرمایا ہے بعد دو گانہ عیدین یا بعد خطبہ عیدین دعا مانگنا حضور سرور عالم ﷺ یا صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کسی طرح ثابت نہیں۔ اب وہابیہ نے اس پر بڑا غل شور کیا۔ دعائے مذکور کو ناجائز کہتے اور مسلمانوں کو اس سے منع کرتے اور

تحریر مذکور سے سند لاتے ہیں کہ مولوی عبدالحی صاحب فتویٰ دے گئے ہیں۔ ان کی ممانعتوں نے یہاں تک اثر ڈالا کہ لوگوں نے بعد فرض پنج گانہ بھی دعا چھوڑ دی۔ اس بارے میں حق کیا ہے؟

(”سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاة العید“۔ مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ۔ ناشر: طلب الجامعة الاشرفیہ۔ مبارکپور۔ ص: ۵)

دیکھئے! لوگوں کو روکا بھی تو ”دعا“ سے روکا۔ نماز عید کے بعد دعا کرنے سے روکا اور بات یہاں تک پہنچی کہ لوگوں نے فرض نمازوں کے بعد بھی دعا مانگنی چھوڑ دی کیونکہ وہ بایوں نے دعائے مذکور کو ناجائز کہا۔

☆ عید کی نماز کے بعد دعا کے تعلق سے مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

”مسئلہ:- بعد نماز عیدین کے (یا بعد خطبہ کے) دعا مانگنا گونبی ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین سے منقول نہیں مگر چونکہ عموماً ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لئے بعد نماز عیدین بھی دعا مانگنا مسنون ہوگا۔“

(بہشتی زیور۔ از: مولوی اشرف علی تھانوی۔ ناشر: ربانی بک ڈپو۔ دہلی حصہ ۱۱، ص: ۷۸)

قارئین حضرات غور فرمائیے! حضور اقدس ﷺ صحابہ و تابعین سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے نماز عید کے بعد دعا مانگنا مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے فتوے سے ناجائز ہے لیکن تھانوی صاحب کا یہ کہنا کہ وہ دعا مسنون ہے۔ حالانکہ خود تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ قرونِ ثلاثہ میں دعا کا ثبوت نہ ہونے کے باوجود مسنون ہے۔ تھانوی صاحب کی علمی صلاحیت کا جائزہ لو اور تھانوی صاحب کی شانِ تفقہ کی داد دو کہ ”مسنون ہوگا“ کہہ کر استدلال کر رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر وہ کام کہ جو قرونِ ثلاثہ میں نہ کیا جاتا ہو اور بعد میں اس کی ابتداء ہوئی ہو وہ بھی بقول تھانوی صاحب مسنون ہوگا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے عید کی نماز کے بعد دعا مانگنے کے مسئلہ پر جب قلم چلایا ہے تو نوک قلم سے علم کے دریا بہنے لگے۔ ۵۰ پچاس احادیث اور پانچ آیات قرآنی سے دعائے مذکور کا جواز ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ دعا کی ممانعت کرنے والے مولوی عبدالحی کی اخذ کردہ دلیلوں سے جو ان کے فتاویٰ میں درج ہیں ایسی ۱۵ عبارتیں نقل کر کے آپ نے ان کے استدلال سے مسئلہ واضح کر کے ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ اس کتاب کا نام مندرجہ ذیل مرقوم ہے۔

(۱) سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاة العید ۱۳۰ھ

(۴۱) ذبیحہ سے حرام اشیاء کھانے کا اختلاف

ہر وہ حلال جانور کہ جو تکبیر کہہ کر ذبح کیا گیا ہو اس حلال جانور کے جسم کی کچھ چیزیں کھانا منع ہے۔ اسلام ایک ایسا کامل مذہب ہے کہ جس میں باریک سے باریک باتوں پر بھی التفات کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی جانور کو حلال میں شمار کیا پھر بھی اس جانور کی کچھ چیزیں ایسی ہیں جو انسانی جسم کیلئے فائدہ بخش نہیں یا نقصان دہ ہیں تو ایسی چیزوں کے کھانے سے اجتناب کرنے کیلئے شریعت نے ان چیزوں کا کھانا ممنوع قرار دیا ہے۔ حلال جانور کی کون کون سے چیزیں کھانا منع ہے، اس کی مکمل معلومات ہر عام آدمی کو نہیں ہوتی بلکہ خاص لوگ بھی مکمل معلومات نہیں رکھتے۔ کچھ چیزیں ہی عوام میں مشہور ہیں کہ یہ چیزیں کھانا منع ہیں البتہ چیزوں کی ممانعت سے اکثریت ناواقف ہے۔

وہابی دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کے متبعین کو اپنے علماء کے تفقہ فی الدین کا بہت غرور ہے لیکن دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کو جب فتاویٰ کے ترازو میں تول کر پرکھا جاتا ہے تو ان کی علمی کمزوریاں سامنے آتی ہیں۔ وہابی دیوبندی جماعت کے امام ربانی مولوی رشید احمد کو تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کا ندھلوی نے ”مجدد“ میں شمار کیا ہے لیکن دیوبندی مکتبہ فکر کے مجدد کو حلال جانور کی کوئی چیز کھانا منع ہے اس کی پوری معلومات نہ تھی بلکہ جو چیزیں کھانا شرعاً ممنوع ہیں ان کے جواز کا فتویٰ دے دیا ہے۔

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا ہے کہ:-

”سوال:- (۲۵) جانور حلال مثل بکری و گاؤ و طیور وغیرہ میں کون کون چیز حلال ہے، کون کون حرام؟“

جواب:- سات چیزیں حلال جانور کی کھانا منع ہیں، ذکر۔ فرج۔ مادہ و مشانہ۔ غدد۔ حرام مغز جو پشت کے مہرہ میں ہوتا ہے۔ خضیبہ۔ پیہ یعنی مرارہ جو کبچہ میں تلخ پانی کا طرف ہے اور خون ساکل قطعی حرام ہے۔ باقی سب اشیاء کو حلال رکھا ہے مگر بعض روایات میں گردہ کی کراہت لکھتے ہیں اور کراہت تنزیہ پر حمل کرتے ہیں۔ فقط“

(تذکرۃ الرشید۔ مولف: مولوی عاشق الہی میرٹھی۔ ناشر: مکتبہ خلیبیہ، سہارنپور (یو پی) جلد ۱، ص: ۴۱)

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک دوسرا فتویٰ ملاحظہ ہو:-

”سوال:- اوچھری یعنی آنت اور اس کو جگر بھی کہتے ہیں کہ پیٹ میں ہوتی ہے اور اس پیشاب و گوبر ہوتا ہے، اس

کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

اوچھری کھانی درست ہے۔ فقط“

(فتاویٰ رشیدیہ از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند (یو پی) ص: ۵۵۲)

گنگوہی صاحب کی معلومات صرف سات اشیاء تک ہی محدود ہیں حالانکہ ذبیحہ سے کل بائیس اشیاء کھانا ممنوع ہیں۔
امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ”العتایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ“ جلد ہشتم، مطبوعہ سنی دار
الاشاعت، مبارکپور (اعظم گڑھ) ص: ۳۲۴ تا ص: ۳۲۷ میں ذبیحہ سے کل بائیس اشیاء کھانی ممنوع بتائی ہیں۔ وہ حسب ذیل
ہیں:-

☆ سات چیزیں تو حدیثوں میں شمار فرمائی گئیں (۱) مرارہ یعنی پتہ (۲) مثانہ یعنی پھلنا (۳) حیا یعنی فرج مادہ (۴) ذکر
(۵) آئین (۶) غدہ یعنی غدود (۷) دم مسفوح

☆ علامہ قاضی بدیع خوارزمی صاحب عینۃ الفقہاء و علامہ شمس الدین محمد قسستانی شارح نقایہ و علامہ سیدی احمد مصری محشی، درمختار
وغیر ہم علماء نے دو چیزیں اور زیادہ فرمائیں (۸) نخاع الصلب یعنی حرام مغز اس کی کراہت نصاب الاحساب میں بھی ہے
(۹) گردن کے دو پٹھے جو شانوں تک ممد ہوتے ہیں۔

☆ اور فاضلین اخیرین وغیرہ مانے تین اور بڑھائیں (۱۰) خون جگر (۱۱) کون طحال یعنی تلی کا خون (۱۲) خون گوشت یعنی
دم مسفوح (بہتا خون) نکل جانے کے بعد جو خون گوشت میں وہ جاتا ہے۔ (۱۳) خون قلب یعنی کہ دل میں جو خون بعد کو
نکلے (۱۴) مرہ یعنی وہ زرد پانی کہ پتہ میں ہوتا ہے، جسے صفا کہتے ہیں۔ (۱۵) مخاط اور فارسی میں اسے آب بینی کہتے ہیں
یعنی ناک کی رطوبت جس کو ریٹھ کہتے ہیں۔ (۱۶) وہ خون جو رحم میں نطفہ سے بنتا ہے، مُخمد ہو کر علاقہ نام رکھا جاتا ہے، وہ بھی
قطعاً حرام ہے۔ (۱۷) دبر یعنی پاخانے کا مقام (۱۸) کرش یعنی ”اوجھری“ (۱۹) امعا یعنی آنتیں بھی اس حکم کراہت میں
داخل ہیں۔ (۲۰) گوشت کا وہ ٹکڑا جو رحم میں نطفہ سے بنتا ہے، جسے مضغ کہتے ہیں۔ (۲۱) ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ
عنه کے نزدیک بچہ تمام الحلقہ حرام ہے یعنی کہ بکری کے پیٹ میں سے ذبح کرنے کے بعد مردہ بچہ نکلے وہ بچہ حرام ہے۔
(۲۲) نطفہ بھی حرام ہے۔ خواہ نہ کی منی مادہ کے رحم میں پائی جائے یا خود اسی جانور کی منی ہو۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کی مذکورہ بالا تحقیق کو ملاحظہ فرمائیں اور گنگوہی صاحب کی ایک عام مولوی کی طرح
معلومات دیکھیں اور تقابل کریں تو پتہ چلے گا امام احمد رضا ایک بلند رتبہ فقیہ اور متنوع علوم و فنون میں حیرت انگیز مہارت
رکھنے والے مفتی ہیں۔ آپ کی فقہی بصارت کو اپنے پرائے سب ہی نے تسلیم کرتے ہوئے اتفاق کیا ہے کہ اس آخری دور میں
علم کی جو تحقیق و تدقیق و گہرائی امام احمد رضا کے ہاں نظر آتی ہے اس کی نظیر دور دور تک نظر نہیں آتی، بلکہ یہ کہنا بھی غلو سے خالی

ہے کہ آپ ائمہ مجتہدین کا پرتو اور عکس ہیں۔ ایک فقیہ کبھی فقیہ کہلانے کا کبھی مستحق نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے قرآن، حدیث، مختلف مذاہب و مسالک کے قوانین، تارنخ، مختلف فنون اور اپنے زمانے کے مسائل و احوال کا پورے طور پر ادراک نہ ہو۔

قرآن مجید اور سنت رسول اقدس ﷺ نے بنیادیں قائم کر دی ہیں اور ان کی روشنی میں مجتہدانہ و مستنبطانہ، غور و فکر اور بصیرت کے ذریعے مسائل کا قابل عمل حل پیش کرنا معمولی ذمہ داری نہیں اور اس ذمہ داری کو امام احمد رضا محدث بریلی نے اچھی طرح ادا کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی اور علوم دینیہ کی صحیح خدمت انجام دی ہے اور اچھے ہوئے مسائل سلجھائے۔ علمائے دیوبند نے امام احمد رضا کے برعکس کام کیا یعنی کے سلجھے ہوئے مسائل کو الجھایا اس عنوان میں فتاویٰ رشیدیہ ص: ۵۵۲ پر آنت یعنی جگری کیلئے گنگوہی صاحب نے فتویٰ دیا کہ اس کا کھانا درست ہے لیکن اسی فتاویٰ رشیدیہ کے ص: ۵۵۱ پر لکھا ہے کہ ”جگری کو بندہ نہیں جانتا کہ یہ کیا شے ہے“۔ اب آپ گنگوہی صاحب کے علم اور تفقہ کا اندازہ لگائیے کہ جب جگری کیا چیز ہے وہ گنگوہی صاحب کو معلوم ہی نہیں تو پھر دوسرے فتوے میں جگری کھانا درست ہے کا فتویٰ کیوں کر دیا؟ ایسی ہی غلطی گنگوہی صاحب بکرے کے کپورے (نھیسے) میں کر گئے، بکرے کے کپورے کھانا جائز ہے ایسا فتویٰ دیا ہے جو فتاویٰ رشیدیہ کے پرانے ایڈیشن میں موجود ہے لیکن بعد کے ایڈیشنوں نے وہ فتویٰ حذف کر دیا کپورے نے اس زمانے میں گنگوہی صاحب کو بہت بدنام کیا اور ان کی حالت بھی کپورے جیسی ہو گئی تھی۔

خیر! ذخیرہ سے بایں اشیاء کھانے کی ممانعت کی تفصیل امام احمد رضا محدث بریلوی نے دلائل سے بھرپور ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام حسب ذیل ہے:-

(۱) المحیط فیما فی من اجزاء الذبیحہ ۱۳۰ھ

(۲۲) فتنہ فلسفہ قدیمہ

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ”حرکت زمین“ کا بطلان ثابت کرتے ہوئے ۱۰۵/۱ ایک سو پانچ دلائل پر مشتمل بے مثال کتاب ”فوز مبین“ تصنیف فرمائی۔ آپ نے اس کتاب میں فلسفہ قدیمہ اور فلسفہ جدیدہ پر بھی ضربیں لگائی ہیں۔ فلسفہ قدیمہ کے اذہاق و ابطال میں آپ نے تیس مقام ان کے رد میں لکھے اور فرمایا کہ:-

☆ ”بعون اللہ تعالیٰ تمام فلسفہ قدیمہ کی نسبت روشن ہو گیا کہ فلسفہ جدیدہ کی طرح باذیچہ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔“

امام احمد رضا محدث بریلوی نے فلسفہ قدیمہ اور جدیدہ دونوں کا ایک ساتھ رد بلیغ فرمایا تھا اور تزکیل بہت طویل ہو گئی

تھی اور اس وجہ سے ”فسوز مبیین“ کتاب کی فصل چہارم کا مضمون زیادہ مؤخر ہو جاتا تھا۔ اس ضمن میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے شہزادہ اصغر یعنی آقائے نعمت تاجدار اہلسنت ’سیدی و مرشدی، مادی و لطائف، حضور مفتی، اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنے والد محترم کو یہ رائے دی کہ دونوں کا رد الگ الگ ہونا چاہئے اس کا ذکر کرتے ہوئے امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ

”ولد اعز، ابوالبرکات، محی الدین جیلانی آل الرحمن معروف بہ مولوی مصطفیٰ رضا خان سلمہ الملک المنان واتباء والی معالی کمالات الدین والدنیارقاہ کی رائے ہوئی کہ ان مقامات کو رد فلسفہ قدیمہ میں مستقل کتاب کیا جائے اگرچہ دم الاخوین یکجا نہ ہوں۔ ایک کتاب رد فلسفہ جدیدہ میں رہے اور دوسری رد فلسفہ قدیمہ میں۔ مقاصد فوز مبیین میں انجلی سے فصل طویل نہ ہو۔ یہ رائے فقیر کو پسند آئی۔“

(الکلمۃ الملمصۃ فی الحکمۃ الحکمۃ لہوہاء فلسفۃ المشتمۃ“ مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی۔ ناشر: کتب خانہ سمنائی، میرٹھ یو پی ص: ۶)

☆ مذکورہ کتاب ”الکلمۃ الملمصہ“ میں امام احمد رضا محدث بریلی نے فلسفہ قدیمہ کے ابطال میں فلسفہ قدیمہ ہی کے اصول و ضوابط کا استعمال فرما کر جس کا جو تاہی کا سر والی کہاوت کو ضرب المثل بنایا ہے۔

☆ مذکورہ کتاب میں امام احمد رضا نے فلسفہ قدیمہ لے ۱۳۱ھ مسائل پر بحث فرمائی ہے ۳۱۰ واں مسئلہ یہ ہے کہ ۹ ویں صدی تک یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ”ایٹم (Atom) ایسا چھوٹا ذرہ ہوتا ہے کہ وہ تقسیم نہیں ہو سکتا (غیر منقسم) جس کو عربی زبان میں ”جزو لا یتجزی“ اور انگریزی زبان میں indivisible کہتے ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے عملی طور پر ثابت کر دیا کہ قرآن مجید کی آیت ”تبیان لکل شیء“ کے ارشاد کے مطابق قرآن شریف میں ہر چیز کا بیان موجود ہے اور ہر معمہ کا حل قرآن سے حاصل ہو سکتا ہے۔ غیر منقسم جزو (Undivisible Atom) کا جو اصول قدیم فلسفہ میں ۱۹۰۰ء میں رائج تھا اس کو امام احمد رضا نے قرآن مجید سے باطل کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

”فاقول، قال المولی سبحانہ و تعالیٰ: ”و من قنھم کل ممزق“ تمزیق پارہ پارہ کرنا۔ ہم نے ان کی کوئی تمزیق باقی نہ رکھی سب بالفعل کر دیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں تمزیق موجود مراد نہیں ہو سکتی ہے کہ تحصیل حاصل کرنا نہ ممکن۔ لاجرم تمزیق ممکن مراد یعنی جہاں تک تجزیے کا امکان تھا سب بالفعل کر دیا۔ تو ضرور یہ تجزیہ ان اجزاء پر منتہی ہوا جن کے آگے تجزیہ ممکن نہیں، ورنہ ”کل ممزق“ نہ ہوتا کہ ابھی بعض تمزیقیں باقی تھیں۔“

(حوالہ: ”الکلمۃ الملہمہ“ از:- امام احمد رضا محدث بریلوی۔ ناشر: کتب خانہ سنائی میرٹھ یو پی۔ ص: ۱۰۹)

قرآن شریف پارہ ۲۲/ سورہ سبأ کی آیت نمبر ۱۹ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”مفہم کل مزق“ اس آیت کو مشعل راہ بنا کر آیت کی صوفیانہ اور فلسفیانہ جتنی بھی تفاسیر تھیں اس کے تعاون سے آپ نے ایٹم پر مقالہ لکھا اور اس کی اکتیسویں منزل میں چار مؤقف لکھے اور ہر مؤقف میں آپ نے فلسفہ قدیمہ کے اصول، اسکے تعلق سے شبہات اور پھر اس کا رد فلسفیانہ انداز میں ایسا زبردست فرمایا اور اس کے بعد اپنے دعوے کے ثبوت میں شواہد و دلائل پیش کر کے حیرت میں ڈال دیا ہے۔

☆ ایٹم کا منقسم ہونا ممکن ہی نہیں بلکہ یقینی ہے یہ ثابت کرتے ہوئے آپ نے لکھا کہ:-

”فلکی و وہی کا فرق انسانی علم قاسر و قدرت ناقصہ کے اعتبار سے ہے۔ شے جب غایت صغر کو پہنچ جائے گی، انسان کسی آلے سے بھی اس کا تجربہ نہیں کر سکتا بلکہ وہ اسے محسوس ہی نہ ہوگی۔ تجزیہ تو دوسرا درجہ ہے لیکن مولیٰ عز و جل کا علم محیط اور قدرت غیر متناہی جب تک حصوں میں شے دون شے کا تمایز باقی ہے۔ قطعاً مولیٰ عز و جل ان کے جدا کرنے پر قادر ہے تو وہ جو تمزین فرمائے اس میں کل مزق وہیں منتہی ہوگا، جہاں واقع میں شے دون شے باقی نہ رہے اور وہ نہیں مگر جز و لا تجزئی۔“

(حوالہ: ”الکلمۃ الملہمہ“ از:- امام احمد رضا محدث بریلوی۔ ناشر: کتب خانہ سنائی میرٹھ یو پی۔ ص: ۱۰۹)

☆ فلسفہ قدیمہ کے رد میں حجت الاسلام حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ”تہافتہ الفلاسفہ“ لکھ کر دنیائے فلسفہ کے قلعے منہدم کر دیئے لیکن ۵۰۵ھ میں حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان کے انتقال کے سو سال بعد ”ابن رشد“ نے ایک کتاب بنام ”تہافتہ التہافتہ“ لکھی اور فلسفہ قدیمہ کو پھر زندہ کیا۔

☆ حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”تہافتہ الفلاسفہ“ میں صرف بیس مسائل پر بحث کی ہے جبکہ امام احمد رضا نے اپنی کتاب ”الکلمۃ الملہمہ“ میں اکتیس مسائل پر بحث کی ہے۔

☆ ایٹم منقسم ہو سکتا ہے اس نظریہ کو غالباً سب سے پہلے امام احمد رضا نے ہی قائم کیا ہے۔ اسی لئے تو اپنا نظریہ ثابت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:-

”ہم اگرچہ اس رائے میں منفرد ہیں مگر الحمد للہ آیت کریمہ و دلائل قدیمہ ہمارے ساتھ ہیں۔“

(حوالہ: ”الکلمۃ الملہمہ“ از:- امام احمد رضا محدث بریلوی۔ ناشر: کتب خانہ سنائی میرٹھ یو پی۔ ص: ۱۳۸)

☆ ایٹم کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی کے نظریہ سے حسب ذیل فلسفیوں اور سائنس دانوں نے اتفاق کیا ہے۔

☆ ۱۸۹۸ء میں جے جے تھامسن (J.J. Thomson)

☆ ۱۹۱۱ء میں روتھر فورڈ (Rotherford)

☆ ۱۹۱۳ء میں نیل بوہر (Nilboarh)

امام احمد رضا کی رد فلسفہ قدیمہ میں لکھی کتاب کا نام ہے:-

☆ الکلمۃ المہمہ فی الحکمۃ المحکومۃ لوہاء فلسفۃ المشتمۃ ۱۳۳۸ھ

(۴۳) فتنہ فلسفہ جدیدہ

یکم رجب ۱۳۰۴ھ کو نواب مولانا سلطان احمد خاں بریلوی نے امام احمد رضا محدث بریلوی کی خدمت میں ایک استفتاء بھیجا اور منطق جدید کے تعلق سے کچھ سوالات دریافت کئے۔ اس استفتاء کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک معقولی عالم مولوی محمد حسن سنہلی نے ایک کتاب بنام ”المنطق الجدید لناطق النالہ الحدید“ لکھی تھی اور اس کتاب میں اس نے غیر اسلامی اور خالص فلسفیانہ نظریات کی تائید کی تھی اور ماضی کے فلاسفہ سے دو قدم آگے بڑھ کر لب کشائی کی جرأت کی تھی اور اپنے منہ میاں مٹھو بنے اور کتاب کی تعریف میں لکھا کہ:-

”یہ کتاب فرشتہ اثر بلکہ فرشتہ گر ہے۔ اور صیقل ذہن کیلئے عجب اکسیر اعظم و نافع کبیر ہے۔“

اس کی کتاب سے مولانا سلطان احمد خاں صاحب نے آٹھ قول نقل کر کے امام احمد رضا کی خدمت میں بھیجے اور اس کے متعلق شرعی حکم دریافت کیا۔ ۷/ رجب ۱۳۰۵ھ کو امام احمد رضا نے صرف چھ دن میں اس کے جواب میں ”مقام الحدید“ کی شکل میں فلسفہ جدیدہ کے رد میں کتاب مکمل فرمائی اور اسی کتاب کی تصنیف کے دوران ایک اور کتاب تصنیف فرما کر فلسفہ جدیدہ کے کفریات حجت قاطعہ کے ساتھ ثابت کئے۔

دونوں کتابوں کے نام حسب ذیل مرقوم ہیں:-

(۱) مقام الحدید علی خدامنطق الجدید ۱۳۰۴ھ

(۲) البارقۃ المعادہ فی سوء من منطق کفر طوعا ۱۳۰۴ھ

(۴۴) ماں کے پیٹ کے حال کا اختلاف

قرآن مجید ایسا جامع اور مانع کلام ہے کہ اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کیلئے وسیع علم درکار ہے۔ قرآن مجید کا یہ معجزہ ہے کہ اس

کے ہر حرف کی مفصل تفسیر کی جاسکتی ہے لیکن کچھ لوگ ”ہلدی کا ٹکڑا ہاتھ میں رکھنے سے پنساری“ کی طرح دو چار کتا بچے پڑھ لینے سے اپنے آپ کو کیا سے کیا سمجھ لیتے ہیں اور تکبر و غرور کے نشے میں قرآن کی آیتوں کی تفسیر لکھنے بیٹھ جاتے ہیں۔ انجام یہ ہوتا ہے کہ خود تو گمراہ ہوتے ہیں ساتھ میں لاکھوں کی تعداد میں بھولے بھالے مسلمانوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن کی آیت ”ويعلم ما في الارحام“ جو مادہ کے پیٹ کے حال کے تعلق سے نازل ہوئی ہے اس کا صحیح مطلب و مفہوم سمجھے بغیر کچھ لوگوں نے انبیاء و اولیاء کے علوم ما فی الارحام کی مطلق نفی کر دی، مثلاً:

☆ امام ابو بایہ مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ:-

”اسی طرح جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اس کو بھی کوئی نہیں جان سکتا کہ ایک ہے یا دو، نر ہے یا مادہ، کامل ہے یا ناقص، خوبصورت ہے یا بدصورت۔ حالانکہ حکیم ان سب چیزوں کے اسباب لکھتے ہیں لیکن کسی کا حال خاص طور پر نہیں جانتے۔

(تقویۃ الایمان - از مولوی اسماعیل دہلوی - ناشر: دارالسنفیعہ - بمبئی - ص: ۴۲، ۴۳)

☆ انبیاء و اولیاء کے لئے جو بات ناممکن اور شرک کہتے تھے وہی بات اپنے اکابر کیلئے ممکن اور کرامت مانتے تھے۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ایک حوالہ پیش ہے:-

”حکایت (۱۴۷) خاں صاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی فرماتے تھے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی کے ایک مرید تھے، جن کا نام عبداللہ خان تھا اور قوم کے راجپوت تھے اور یہ حضرت کے خاص مریدوں میں تھے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور وہ تعویذ لینے آتا، تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ تیرے گھر میں لڑکی ہوگی یا لڑکا۔ اور جو آپ بتلا دیتے تھے، وہی ہوتا تھا۔“

(حکایات اولیاء - مولوی اشرف علی تھانوی - ناشر: کتاب خانہ نعیمیہ، دیوبند، یو پی، حکایت ۱۴۷، ص: ۱۸۴)

☆ مذکورہ کتاب ہی کا ایک اور اقتباس پیش خدمت ہے:-

”حکایت (۲۵۴) مولانا حبیب الرحمن صاحب نے فرمایا راؤ عبدالرحمن خان صاحب بخلاسہ (پنجاب) میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور بڑے زبردست صاحب کشف و حالات تھے، کشف کی یہ حالت تھی کہ کوئی لڑکا لڑکی کے لیے تعویذ مانگتا، بے تکلف فرماتے، جا تیرے لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسے آپ بتا دیتے ہیں۔ فرمایا کہ کیا کروں بے محابا مولود کی صورت سامنے آ جاتی ہے۔“

(حکایات اولیاء۔ مولوی اشرف علی تھانوی۔ ناشر: کتاب خانہ نعیمیہ، دیوبند، یو پی، حکایت ۲۵۳ ص ۲۷۱)

قارئین انصاف فرمائیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اللہ کے سوا کسی کیلئے مادہ کے پیٹ کے حال کی نفی کی ہے اور اس کو تقویۃ الایمان کی دوسری فصل میں ”اشراک فی العلم کے رد میں“ عنوان کے تحت لکھا۔ انبیاء و اولیاء کے علم کا انکار کرنے والے علماء دیوبند اپنے گروہ کے لوگوں کیلئے اس علم کو تسلیم کرتے ہیں، جیسا کہ مذکورہ دونوں اقتباسات میں (۱) مولوی شاہ عبد الرحیم ولایتی کے مرید عبداللہ خان راجپوت اور (۲) شاہ عبدالرحیم کے خلیفہ راؤ عبدالرحمن پنجاب کی یہ حالت تھی کہ مادہ کے حمل میں کیا ہے؟ وہ بتا دیتے تھے بلکہ راؤ عبدالرحمن خان کے سامنے تو مولود یعنی کہ حمل میں جو بچہ ہے اس کی صورت آ جاتی تھی۔ کتنا بڑا تضاد علمائے دیوبند کے فکر و نظریات میں ہے۔

☆ ایک عیسائی پادری نے تو یہاں تک اعتراض کیا کہ معاذ اللہ انبیاء و اولیاء مادہ کے پیٹ کا حال نہیں جان سکتے لیکن ہم نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے جس سے ہم معلوم کر لیتے ہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے وہابیوں اور عیسائیوں کے مذکورہ نظریہ کے رد میں ایک تاریخی کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام حسب ذیل ہے:-

(۱) الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام ۱۳۱۵ھ

(۲۵) فتنہء رسم تعزیہ داری

ماہ محرم الحرام کا چاند نظر آتے ہی نئے اسلامی سال کی ابتداء میں واقعات محرم کے تعلق سے کئی افعال و رسومات کی ادائیگی میں لوگ مصروف ہو جاتے ہیں۔ اسلام کے شہید اعظم سیدنا امام حسین اور ان کے رفقاء رضوان اللہ علیہم اجمعین اسلام کو زندہ رکھنے کیلئے کربلا کے میدان میں بھوکے پیاسے شہید ہو گئے۔ ان کی بارگاہ عالی میں خراج عقیدت و ایصال ثواب کی نیت سے بہت سے نیک و مستحسن امور رائج ہیں۔ مثلاً: ابتدائی عشرہ میں علمائے کرام کی تقریروں کی مجالس کا انعقاد، پانی کی سبیل لگانا، دودھ اور شربت پلانا، غریبوں کو کھانا کھلانا، ختم قرآن شریف، ذکر واذکار، فرض نماز کی ادائیگی کے ساتھ نوافل پڑھنا، خیرات و صدقات فقراء کو دینا وغیرہ نیک کام کئے جاتے ہیں۔ لیکن ان جائز امور کے ساتھ ساتھ جابلوں نے کچھ ناجائز اور حرام رسومات کا بھی آغاز کر دیا اور طرہ یہ کہ ان ناجائز کاموں کو ثواب کی نیت سے ادا کیا جاتا ہے۔

محرم کے تعلق سے جو ناجائز افعال کئے جاتے ہیں ان میں تعزیہ و تعزیہ داری سرفہرست ہے۔ کچھ لوگ اپنی سال بھر کی کچھ دی نکال لینے کیلئے تعزیہ بناتے ہیں اور تعزیہ پر نذر و نیاز، منٹیں، چڑھاوے وغیرہ کے ذریعہ اپنا دنیوی مفاد حاصل کرتے ہیں اور اس غرض سے مذہب میں ایک ناجائز رسم کی اہمیت اتنی جمادی ہے کہ اس کو کمر ناصوری اور اس کے خلاف بولنا

یا کرنا گناہ عظیم اور عذاب کا مستحق ہونا سمجھا جاتا ہے۔ پھر تعزیہ بنانے والے بھی کئی ہوتے ہیں اور ان میں آپس میں بھی مقابلہ ہوتا ہے کہ کس کا تعزیہ زیادہ خوبصورت اور منقش ہے۔ لہذا وہ اس کا پیشکش میں فوقیت و اولیت حاصل کرنے کیلئے نئی نئی ڈیزائن کے تعزیہ بناتے ہیں اور زیادہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگ ان تعزیوں کو شہیدوں کے جنازے یا کربلائے معلیٰ میں واقع سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار اقدس تصور کر کے نقد، پھول، عطر، اگر بتی، سونے چاندی کے گہنے وغیرہ پیش کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

تعزیہ داری کی ناجائز رسومات کو بہانہ بنا کر وہابی دیوبندی فرقہ کے علماء نے محرم کی جائز رسومات کے لئے بھی حرام کا فتویٰ دے دیا۔ تعزیہ داری کے ساتھ ساتھ دیگر ناجائز امور مثلاً ڈھول باجے، تاشے، نوحہ زنی وغیرہ کو لوگ ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اور جوان کے ان افعال شیعہ کو ناجائز کہے اس سے لڑنے، جھگڑنے، کوسنے، گالیاں دینے، شہیدوں کا دشمن وغیرہ خطاب دینے کیلئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ یہ تمام افعال کرنے والے سنی ہی ہوتے ہیں اور چند سنیوں کے ارتکاب کو دلیل بنا کر وہابی دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء تمام اہل سنت و جماعت کے معاذ اللہ بدعتی، تعزیہ دار وغیرہ کہتے ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے دین اور شریعت کے معاملے میں کبھی یہ نہیں دیکھا کہ سامنے کون ہے؟ اپنا ہے یا پرایا؟ بلکہ جس نے بھی شریعت کے خلاف کوئی ارتکاب کیا، کوئی رسم بدعت ایجاد کی یا خلاف شریعت کوئی اعتقاد رائج کرنے کی کوشش کی، تو امام احمد رضا نے اس کا تعاقب کیا ہے اور بلا خوف لومۃ لائم آپ نے حکم شرع واضح فرمادیا۔

☆ تعزیہ داری کے تعلق سے امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ:-

”اول تو نفس تعزیہ میں روضہ مبارک کی نقل ٹھوٹ نہ رہی، ہر جگہ نئی تراش نئی گڑبہت، جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق کسی میں اور بیہودہ طعرات، پھر کوچہ کوچہ دشت بدشت اشاعت غم کیلئے ان کا گشت اور ان کے گرد سینہ زنی اور ماتم سازی کی شورا گفتی، کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغول طواف، کوئی سجدے میں گرا ہے کوئی ان مایہ بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام علی جده وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں مانگتا، مٹیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے۔ پھر باقی تماشے، باجے، تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔ غرض عشرہ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت با برکت و محل عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا۔“

(اعالی الافادہ فی تعزیۃ الہندو بیان الشہادہ۔ مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی۔ ناشر: مطبع اہلسنت

وجماعت۔ بریلی ص: ۳)

☆ تعزیہ داری کی فتنہ رسم کیلئے شرعی حکم سناتے ہوئے امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ:-

”اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے۔“

(حوالہ: ایضاً ص: ۴)

امام احمد رضا محدث بریلوی نے تعزیہ، تعزیہ داری، کذب بیانی پر مشتمل نامے، مرثیہ خوانی وغیرہ کے تعلق سے صاف لفظوں میں شریعت کا حکم مرقوم فرما کر ”والنھی عن المنکر“ کا فریضہ ادا فرمایا ہے لیکن افسوس کہ تعزیہ داری کی علی الاعلان مخالفت کر کے اس کو بدعت، ناجائز اور حرام کہنے والے امام احمد رضا کو دہائی دیوبندی مکتبہ فکر کے لوگ تعزیہ داری کی بدعت کا موجد، ناشر اور معین کہہ کر قوم کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر گمراہ کرنے کا جرم کر رہے ہیں۔

تعزیہ داری اور محرم کی رسومات قبیحہ کے رد میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ اس تاریخی کتاب کا نام حسب ذیل ہے:-

(۱) اعالی الافادہ فی تعزیۃ الہند و بیان الشہادۃ ۱۳۲۱ھ

(۲) قوالی کی محفل اور سماع

بزرگان دین کے اعراس میں کئی مقامات پر محفل سماع اور قوالی کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ اس محفل میں فاسق و فاجر قوال مرد اور عورت بھی شریک ہوتے ہیں اور کبھی بھی بخلاف شریعت اور کفر کی حد تک پہنچے ہوئے کلام پڑھتے ہیں اور ساتھ میں مزامیر مثلاً ڈھول، سارنگی وغیرہ بھی ہوتے ہیں سننے والا مجمع بھی نا اہل ہوتا ہے۔ محفل سماع منعقد کرنے والے، سننے والے، گانے والے ایسے باطل و ہم میں ہوتے ہیں کہ ہم نیکی کا کام کر کے صاحب مزار کو خوش کر رہے ہیں اور عرس کی برکتیں اور فیوض حاصل کر رہے ہیں، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔

سماع مروجہ اور قوالی کے فعل شنیعہ کا ارتکاب کرنے والے اپنے فعل کے جواز میں غلط روایات و حکایات کا ذکر کرتے ہیں اور معاذ اللہ سلسلہء عالیہ چشتیہ کے عظیم بزرگوں پر تہمت لگاتے ہیں کہ انہوں نے بھی قوالی سنی ہے اور ہم ان کے اتباع میں قوالی سنتے ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی سے اس کے تعلق سے استفتاء کیا گیا تو آپ نے اس کی سخت تردید فرمائی اور مروجہ محفل سماع

یا قوالی کو حرام اور ناجائز قرار دیتے ہوئے یہ بھی ثابت فرمایا کہ حضرات عالیہ چشتیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دامن ایسے ارتکاب قبیحہ سے پاک اور بے داغ ہے۔ البتہ ان حضرات کی جھوٹی محبت کا ڈھونگ رچانے والے کچھ جہلاء نے اس فعل قبیح کو ان حضرات عالیہ مقدسہ کی طرف منسوب کر دیا۔ لیکن وہ حضرات قوالی کی رسم غیر مشروعہ سے کتنے منزہ تھے وہ ثابت کرنے کیلئے آپ نے کئی فتاویٰ اور مستقل دو کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے اور خوبی کی بات تو یہ ہے کہ قوالی کے عدم جواز کے ثبوت میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کے اکابر اولیاء و بزرگوں کی کتابوں سے دلائل اخذ فرمائے ہیں مثلاً۔

☆ حضور پر نور، شیخ العالم فرید الحق والدین گنج شکر کے مرید اور حضور سیدنا محبوب الہی نظام الحق والدین، سلطان الاولیاء کے خلیفہ حضرت سیدی مولانا محمد بن مبارک بن علوی کرمانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی کتاب مستطاب ”سیر الاولیاء“۔

☆ حضور سلطان المشائخ محبوب الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات طلیبات کا مجموعہ ”فوائد الفوائد شریف“۔

☆ حضور سلطان المشائخ محبوب الہی کے خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین زرداری کی کتاب ”کشف القناع“۔

حضرات عالیہ چشتیہ کا دامن قوالی و سماع با مزامیر سے کتنا پاک تھا یہ بتاتے ہوئے امام احمد رضا محدث بریلوی اپنی کتاب ”مسائل سماع“ ص: ۷ پر فرماتے ہیں کہ:-

☆ اکابر و اعظم اجلہ سلسلہ چشتیہ تصریح فرماتے ہیں کہ حضرات اکابر چشت (قدست اسرار ہم) کی طرف سماع مزامیر نسبت کرنا محض دروغ بے فروغ اور افتراء ہے۔

☆ حضور پر نور سلطان المشائخ محبوب الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”مزامیر حرام است“، یعنی کہ مزامیر حرام ہیں (بحوالہ:- فوائد الفوائد شریف)

اب آئیے مروجہ قوالی کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی کے نظریات کا جائزہ لیں:-

”ایسی قوالی حرام ہے حاضرین سب گنگہ گار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے کے ماتھے، قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسے ہی عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ، وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا۔ ان لوگوں کے لئے اس گناہ کا سامان پھیلا یا اور قوالوں نے انہیں سنایا۔ اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول سا رنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے۔ اسلئے

ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا۔“

(احکام شریعت - از: امام احمد رضا محدث بریلوی - ناشر: جماعت رضائے مصطفیٰ - بریلی، جلد ۱، مسئلہ: ۱۸، ص: ۳۳)

☆ بزرگان دین کے مقدس آستانوں پر قوالی سماع مع مزامیر و دیگر افعال شنیعہ کرنے والوں کو امام احمد رضا متنبہ کرتے ہیں کہ ان کے اعراس میں یہ جو ناجائز افعال کئے جاتے ہیں ان سے ان حضرات کو تکلیف ہوتی ہے:-

”عرض:- حضور! بزرگان دین کے اعراس میں جو افعال ناجائز ہوتے ہیں ان سے ان حضرات کو تکلیف ہوتی ہے؟

ارشاد:- بلاشبہ اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے بھی توجہ کم فرمادی، ورنہ جس قدر فیوض پہلے ہوتے تھے وہ اب کہاں؟

(المفہوظ - مرتبہ: حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا - ناشر: مکتبہ رضا - بریلی - جلد ۳ - ص: ۴۶)

مروجہ قوالی کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی نے احادیث علمائے متقدمین کی کتب معتبرہ اور خصوصاً حضرات بزرگان سلسلہ چشتیہ کی کتابوں کے حوالوں سے جو لکھا ہے اور جو دلائل قائم کئے ہیں۔ وہ اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ تمام علمائے دیوبند نے مجموعی طور پر ہمتنا قوالی کے متعلق لکھا ہے اس سے کئی گنا زیادہ امام احمد رضا نے تنہا لکھا ہے۔ لیکن وائے عصیت پسندی کہ قوالی کی بدعت کو فروغ دینے والے کی حیثیت سے امام احمد رضا کو بدنام کرنے میں علمائے دیوبند نے کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔

مروجہ قوالی کے عدم جواز میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے نظریات کا تفصیلی جائزہ لینے کیلئے حسب ذیل کتب کی طرف رجوع فرمائیں۔

- (۱) مسائل سماع ۱۳۲۰ھ
- (۲) اجل التخییر فی حکم السماع والزمیر ۱۳۲۰ھ
- (۳) المفہوظ ۱۳۳۸ھ (بعض ملفوظات)
- (۴) احکام شریعت (بعض فتاویٰ) ۱۳۲۰ھ
- (۵) السنۃ الانقیہ فی فتاویٰ افریقہ ۱۳۳۶ھ (بعض فتاویٰ)

(۴۷) عورتوں کا مزارات پہ جانا

اولیائے کرام کے مزارات پر عورتوں کی حاضری کے مسئلہ میں دو فریق ہو گئے ہیں۔ ایک فریق جواز کا قائل ہے،

جب کہ دوسرا فریق عدم جواز کا قائل ہے۔ جو فریق جواز کا قائل ہے اس میں اکثریت مزارات کے مجاور اور ان کے ہمنواؤں کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مستورات کی آمد سے آمدنی میں اضافہ ہوگا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اولیائے کرام کے مزارات کی حاضری کیلئے عورتوں کو جانا منع ہے لیکن سیر و تفریح کی شوقین مستورات کسی نہ کسی بہانے اولیاء کرام کے اعراس کے موقعہ اور دیگر تقریبات کے موقعہ پر پہنچ جاتی ہیں۔

اولیاء اللہ کے مزارات پر عورتوں کی حاضری کے متعلق امام احمد رضا محدث بریلوی سے جب استفتاء کیا گیا، تو آپ نے سخت سے سخت الفاظ میں ممانعت فرمائی اور یہاں تک ارشاد فرمایا ہے کہ:-

”غنیۃ میں ہے، یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزار پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے، جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔“
(الملفوظ - مرتبہ: مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا - ناشر: مکتبہ ارضاء - بریلی، جلد ۲، ص: ۱۱۷)

امام احمد رضا نے اپنے کئی فتاویٰ، ملفوظات اور مستقل رسائل میں عورتوں کو اولیائے کرام کے مزارات کی حاضری کیلئے جانے سے ممانعت فرمائی ہے اور صاف صاف ارشاد فرمایا ہے کہ:-

☆ عورتوں کو مزارات اولیاء و مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔

جن حضرات کو زیادہ تفصیل درکار ہو وہ امام احمد رضا کی حسب ذیل تصانیف کی طرف رجوع فرمائیں:-

(۱) جمل النور فی نھی النساء عن زیارت القبور ۱۳۳۹ھ

(۲) احکام شریعت (بعض فتاویٰ) ۱۳۲۰ھ

(۳) الملفوظ (بعض ملفوظات) ۱۳۳۸ھ

(۴) مروج التجالوج النساء ۱۳۱۶ھ

(۴۸) طریقت کو شریعت سے الگ کہنے کا فتنہ

ہر مسلمان کے لئے شریعت کے احکام کی پابندی لازمی ہے، پھر چاہے وہ عام آدمی ہو، جاہل ہو، تاجر ہو، ملازم ہو، افسر ہو، طالب علم ہو، عالم ہو، فقیر ہو یا صوفی ہو سب کیلئے شریعت مطہرہ کے احکام نافذ ہیں۔ لیکن کچھ نفس پرور اور جھوٹے صوفیوں نے یہ ہم چلائی کہ ہم طریقت والے ہیں اور ہم طریقت والوں کیلئے شریعت کی پابندی لازمی نہیں۔ شیطان کے

بہکاوے میں آکر ان جہلاء نے خلاف شریعت افعال کا بلا کسی جھجک کے ارتکاب شروع کی اور شریعت کے اٹل قوانین بھی بالائے طاق رکھ دیئے۔ حتیٰ کہ صوم و صلاۃ کی پابندی بھی ترک کر دی اور جب ان کے افعال غیر مشروع پر گرفت کی گئی تو اپنے دفاع کیلئے طریقت کا نام نہاد جامہ پہن لیا اور شریعت کے قوانین کی پابندی سے خود کو بری الذمہ اور مرفوع القلم ثابت کرنے کی کوشش کی اور غلط روایات و حکایات کا اپنے ذہن سے اختراع کیا اور ماضی کے صوفیائے کرام کو بھی بدنام کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی، اپنے خلاف شریعت ارتکاب کو ماضی کے جلیل القدر رفیع المرتبت و پابند شریعت صوفیائے کرام کا اتباع بتایا اور ملت اسلامیہ کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ایک نیا طریقہ بنام طریقت، حقیقت و معرفت شروع کیا صوفیائے کرام کے نام کا غلط استعمال کیا اور ہوائے نفس کے قیدی بن کر شریعت سے اپنے آپ کو آزاد کر لیا۔ شریعت کے قوانین کی وقعت اور اہمیت اپنے دلوں سے یہاں تک نکال دی کہ شریعت کی پابندی کرنے والوں کو بنظر حقارت دیکھنے لگے اور غرور و تکبر کے نشے میں اپنے آپ کو واصل الی الحق گمان کرنے لگے متبعین شریعت سے اپنے آپ کو بلند رتبہ اور مقبول بارگاہ خداوندی متصور کرنے لگے۔ خود تو بیکہ لیکن اپنے ساتھ اپنے متوسلین اور معتقدین کو بھی بہکایا اور ایک عظیم پیمانہ پر پا کر دیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے جب سوال پوچھا گیا، تو آپ نے شریعت و طریقت کی حقیقت و معرفت ایک مجددانہ شان سے بیان فرمائی اور طریقت کے اتباع کے پردہ میں شریعت کی اتباع سے منحرف ہونے والے جھوٹے مدعیان کے ہفوات کا ایسا زبردست تعاقب فرمایا کہ ان کے خود ساختہ اصول بہاء منثور کی طرح اڑ گئے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس عنوان پر مستقل کتاب تصنیف فرمائی اور اس کتاب میں آپ نے اجلہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، کبار اولیاء عظام و صوفیائے کرام کے اقوال و افعال نقل فرمائے۔ ان حضرات کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

- ☆ حضرت عبداللہ بن عباس (۲) حضرت امام حسن بصری (۳) امیر المؤمنین حضرت سیدنا مولیٰ علی مرتضیٰ (۴) حضرت امام شافعی (۵) حضور سیدنا غوث اعظم (۶) حضرت جنید بغدادی (۷) حضرت سری سقطی (۸) حضرت ابوالقاسم قشیری (۹) حجة الاسلام محمد غزالی (۱۰) حضرت ابو یزید بسطامی (۱۱) حضرت ابوسعید خراز (۱۲) حضرت حارث محاسبی (۱۳) حضرت ابو عثمان حیری (۱۴) حضرت سعید ابن اسماعیل حیری (۱۵) حضرت ابو الحسن احمد بن الحواری (۱۶) حضرت ابو حفص عمر حداد (۱۷) حضرت ابو الحسن احمد بن محمد نوری جو حضرت سری سقطی کے اصحاب میں سے ہیں (۱۸) حضرت ابوالعباس احمد بن محمد الآدمی (۱۹) حضرت ممشاد دینوری (۲۰) حضرت ابوسلیمان دارانی (۲۱) حضرت ابو

علی رودباری (۲۲) حضرت ابو عبد اللہ محمد بن حنیف نضی (۲۳) حضرت ابو بکر محمد بن ابراہیم بخاری کلابازی (۲۴) حضرت شہاب الحق الدین سہروردی (۲۵) حضرت جعفر بن محمد خواص (۲۶) حضرت داؤد کبیر (۲۷) حضرت محی الدین ابن عربی (۲۸) حضرت ابراہیم دسوقی (۲۹) حضرت عبد الوہاب شعرانی (۳۰) حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی (۳۱) حضرت عبد اللہ ہر دی انصاری (۳۲) حضرت نور الدین جامی (۳۳) حضرت نظام الدین اولیاء (۳۴) حضرت میر عبد الواحد بلگرامی (۳۵) حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی جہاں آبادی (۳۶) حضرت جمال الدین احمد جوزقانی (۳۷) حضرت عبدالغنی نابلسی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین الی یوم الدین وفی الآخرہ۔

شریعت اور طریقت کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی نے ارشاد فرمایا ہے کہ:-

☆ ”طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت کے اتباع کا صدقہ ہے، ورنہ بے اتباع شرع بڑے بڑے کشف راہیوں جو گیوں سنیا سیوں کو ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں، اسی نازعیم و عذاب الیم تک پہنچاتے ہیں۔“

☆ ”بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس، ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر بار یک اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت۔“

☆ ”شریعت تمام احکام جسم و جان و روح و قلب و جملہ علوم الہیہ و معارف نامتناہیہ کو جامع ہے۔ جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے، لہذا باجماع قطعی جملہ اولیاء کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے، اگر شریعت کے مطابق ہوں حق و مقبول ہیں، ورنہ مردود و مخذول تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے۔ شریعت ہی مناط و مدار ہے۔ شریعت ہی محک و معیار ہے۔“

☆ ”شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا ہے۔“

☆ ”طریقت یہی شریعت ہے، اسی راہ روشن کا گلا ہے۔“

☆ ”شریعت درخت ہے اور معرفت اس کا پھل ہے۔“

امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنے مذکورہ فطریات کو ثابت کرنے کیلئے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ قرآن و حدیث کے علاوہ کبار اولیائے اسلام کی کتب معتبرہ سے اخذ کئے ہیں، مثلاً:-

” (۱) طبقات کبریٰ (۲) ہیجۃ الاسرار (۳) احیاء العلوم (۴) الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر (۵) رسالہ قشیریہ مطبع مصر (۶) حدیقہ ندیہ، مصر (۷) عوارف المعارف مطبع مصر (۸) فتوحات مکیہ (۹) میزان الشریعہ الکبریٰ (۱۰) کتاب

الابرین: (۱۱) نجات الانس (۱۲) لطائف اشرفیہ (۱۳) سیر الاولیاء (۱۴) سبع سنابل۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ”مقال العرفاء“ نامی تاریخی کتاب تصنیف فرما کر مذکورہ مسئلہ کو روشنی کی طرح عیاں کر کے بیان فرمادیا اور تمام اشکال و شبہات کو دفع فرمادیا۔ علاوہ ازیں تصوف کے تعلق سے پھیلائی ہوئی بہت سی غلط فہمیاں، صوفیائے کرام کے اشعار کے غلط مفہوم اخذ کرنا وغیرہ امور میں آپ نے تمام شبہات کا ازالہ فرما کر لوگوں کو صراط مستقیم کی نشاندہی کی ہے۔ جس کا صحیح اندازہ حسب ذیل کتابوں کے مطالعہ سے ہو جائیگا۔

(۱) مقال العرفاء باعزاز شرع و علماء ۳۲۷ھ

(۲) کشف الحقائق و اسرار دقائق ۳۰۸ھ

(۳) التلطف بجواب مسائل التصوف ۱۳۱۲ھ

(۴۹) سادات کرام کو زکوٰۃ دینے کا تنازعہ

سادات کرام یعنی کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا منع ہے عامۃ المسلمین اور حضرات سادات کرام میں تفاوت ظاہر کرنے اور حضرات سادات کرام کی شان عالی ثابت کرنے کیلئے یہ امتیاز رکھا گیا ہے کہ سید چاہے کتنا ہی غریب و ضرورت مند ہو اس کے لئے زکوٰۃ لینا شرعاً جائز نہیں۔ سادات کرام کیلئے شرعاً زکوٰۃ کھانے کی ممانعت کی گئی ہے اس کا ایک فلسفہ یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ مال کا میل ہے اور یہ میل سادات کرام کی پاک نسل کیلئے زیبا نہیں۔ لہذا یہ مسئلہ ہر عام آدمی کو بھی معلوم ہے کہ سید کو زکوٰۃ دینا منع ہے۔

سادات کرام کی خدمت میں قوم مسلم نہ کبھی زکوٰۃ کی کوئی رقم دیتی تھی نہ دیتی ہے۔ بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ صدقہء نافلہ، خیرات وغیرہ کی رقم ہی سادات کرام کی خدمت میں اپنی حسب استطاعت پیش کرتے ہیں۔ لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی کے دور میں ایک فتنہ یہ چلا کہ آج کے دور میں جب لوگ زکوٰۃ بھی پوری نہیں نکالتے اور بخل کرتے ہیں ایسے لوگ زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ رقم قرام خدا میں خرچ کریں گے ایسی امید کرنا بیکار ہے۔ سید کے لئے زکوٰۃ لینا جائز نہیں اور زکوٰۃ کے علاوہ کی رقم کی امید کم ہے۔ ایسی صورت میں سادات کرام کو مالی نقصان ہے اور دن بدن ان حضرات کی مالی حالت خستہ در خستہ ہوتی جا رہی ہے لہذا کوئی ایسا صورت نکالنی چاہیے کہ سادات کرام کیلئے زکوٰۃ کی حلت ہو۔ چنانچہ انہوں نے امام ابو یوسف کے ایک قول کی غلط تاویل کر کے اس سے نامناسب استدلال کیا اور سادات کرام کیلئے زکوٰۃ کھانے کی حلت کر دی۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس مسئلہ میں مخالفین کا تعاقب فرمایا اور قرآن، حدیث، اقوال و افعال صحابہ کرام

اولیائے عظام و بزرگان دین سے ثابت کر دیا کہ ان حضرات قدسیہ کیلئے زکوٰۃ ہرگز مناسب نہیں۔ اس عنوان پر آپ نے علم کے دریا بہاتے ہوئے ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام حسب ذیل ہے:-

(۱) الزہم الباسم فی حرمة الزکوٰۃ علی بنی ہاشم ع ۱۳۰ھ

(۵۰) فتنہ و حلت اشیاء نشہ آور

گانجہ، افیون، چرس، بھنگ، اشیاء نشہ آور کا استعمال زیادہ تر تو نام نہاد فقیر لوگ کرتے ہیں، اکثر دیکھا گیا ہے کہ بزرگان دین کے مقدس آستانوں پر یہ فقیر ڈیرا لگا کر پڑے رہتے ہیں اور ان کے گردہ متواتر طور پر یہ افعال قبیحہ کرتے رہتے ہیں۔ فقیروں کے اپنے الگ اصول و ضوابط ہوتے ہیں جیری، مریدی کی رسم بھی کرتے ہیں لیکن اس کو مرشد اور بالکلا یا چیلہ کی رسم کہتے ہیں۔ مرشد نے گانجہ کی چلم جلانی ایک دو کش کھینچ لئے اور چلم آگے بڑھادی، مرشد کے چیلے تیر کا ایک ایک کش لگاتے ہیں۔ چلم ایک کے پاس سے دوسرے کے پاس گھومتی رہتی ہے، جیسے ختم ہوئی پھر سے بھری اور یہ سلسلہ چلا۔ رات رات بھر یہ دور چلتا ہے ایسے ہی لوگوں نے بزرگان دین کے آستانوں کو بدنام کیا ہے اور وہابیوں کو اعتراض کی انگلی اٹھانے کا موقعہ دیا ہے۔

ان فقیروں کا ایک وہم یہ ہے کہ ہم جو گانجہ، چرس اور افیون کی چلم پیتے ہیں یہ ہمارے لئے جائز ہے کیونکہ یہ فقیری نشہ ہے۔ یہ فقیر کچھ لوگوں کو اپنے چیلے بھی بنا لیتے ہیں اور ان کو بھی اس بری لت کا عادی بنا دیتے ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی سے اس تعلق سے پوچھا گیا تو آپ نے جو شرعی حکم تھا وہ صاف صاف مرقوم فرما دیا اور یہاں تک تحریر فرمایا ہے کہ:-

☆ ”خالص پانی بھی دور شراب کی طرح پینا حرام ہے۔“

آپ نے اس عنوان پر اپنے فتاویٰ میں بہت کچھ لکھنے کے علاوہ دو مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور کسی کی بھی رعایت کے بغیر گانجہ، افیون وغیرہ کا شرعی حکم اور اس کے پینے والے اور عادی کیلئے کیا کیا وعیدیں اور احکام نافذ ہوتے ہیں وہ تمام احکام تفصیل کے ساتھ مرقوم فرما دیئے ہیں۔ کتاب کا مطالعہ معلومات میں اضافہ کیلئے لازمی اور ضروری ہے۔

(۱) الفقہ التبلیغی فی تحجین النارجلی ۱۳۱۸ھ

(۲) منزع المرام فی التداوی بالحرाम ۱۳۰۳ھ

(۵۱) غائبانہ نماز جنازہ کا اختلاف

مذہب مہذب حنفی میں غائب کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ائمہ حنفیہ کا اس کے عدم جواز پر اجماع ہے جنازہ کا نمازی کے سامنے ہونا شرط نماز جنازہ ہے۔ لیکن کچھ لوگوں نے یہ نیا طریقہ شروع کیا کہ کسی کا انتقال کسی گاؤں یا شہر میں ہوا ہے اور دوسرے گاؤں یا شہر میں یا دیگر مقامات پر بھی اس کی نماز جنازہ پڑھائی جانے لگی۔ جب امام احمد رضا سے استفسار کیا گیا تو آپ نے غائب کی نماز جنازہ کے عدم جواز میں مستقل کتاب تصنیف فرمادی۔ علاوہ ازیں اپنے فتاویٰ میں بھی اس کا کثیر تعداد میں رد فرمایا ہے اور یہاں تک لکھا کہ:

☆ ”فتح القدیر، حلیہ، غنیۃ، شبلیہ، بحر الرائق میں ہے کہ صحت نماز جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میت مسلمان ہو، طاہر ہو، جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔ اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں۔“

اس عنوان پر آپ کی کتاب کا نام ذیل میں مرقوم ہے:-

(۱) الہادی الحاجب عن جنازة الغائب ۱۳۲ھ

(۵۲) فتنہ نکاح مع المرتدین

ایک فتنہ یہ کھڑا کیا گیا کہ جو کلمہ پڑھتا ہے وہ مسلمان ہے پھر چاہے اس کے جو کچھ بھی عقائد ہوں ہم کو یہ نہیں دیکھنا کہ کیا عقیدہ رکھتا ہے ہم تو صرف اتنا ہی دیکھنا ہے کہ وہ کلمہ پڑھتا ہے۔ اس خیال کو پھیلانے میں دیوبندی مکتبہ فکر کے افراد نے اہم کردار ادا کیا۔ کیونکہ وہ لوگوں کو یہ ذہنیت دینا چاہتے تھے کہ چاہے آدمی خدائے تعالیٰ کیلئے امکان کذب مانے، نبی کی شان میں گستاخی کرے، فقہ کا انکار کرے، صحابہ کرام کی تکفیر کرے، اولیاء عظام کی تذلیل کرے، لیکن اگر وہ کلمہ پڑھتا ہے تو وہ مسلمان ہے۔ اس کی کلمہ گوئی کو ہی مد نظر رکھ کر اس کے ساتھ ہر اسلامی معاملات روا رکھا جائے اور اس کے ساتھ نکاح بھی کیا جائے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس کی تردید فرمائی اور یہ بتایا کہ صرف کلمہ پڑھنے سے اس کے عقائد باطلہ کا جرم معاف نہیں ہوگا بلکہ ایسا شخص مرتد کے حکم میں ہے اور مرتد سے شادی کرنا محض زنائے خالص ہے۔ اس عنوان پر آپ نے دلائل قاہرہ پر مشتمل ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام حسب ذیل ہے۔

(۱) ازالة العار عن کرام عن کلاب النار ۱۳۱۶ھ

(۵۳) نقش نعل مبارک کا اختلاف

نعل پاک، مہر نبوت اور مزار اقدس ﷺ کا نقشہ بنانا، اسے بطور تبرک اپنے پاس رکھنا، حصول برکت و نعمت کا باعث جاننا وغیرہ افعال محبت سلف صالحین میں مستحسن و مندوب تھے۔ بے شمار اولیاء، اصفیاء، صالحین، ائمہ دین وغیرہ نے اسے محمود سمجھ کر کیا اور اپنے معتقدین و متوسلین کو کرنے کی تلقین و ترغیب دی لیکن علمائے دیوبند نے ان افعال کو ”اس کی اصل نہیں“ کہہ کر بدعت میں شمار کیا اور ترک کر دینے کی ہم چلائی۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے مخالفین کے ہفوات کا تعاقب فرمایا اور نعل پاک، مزار اقدس کے نقشے و طغریے بنانے مستحب ہونے کے ثبوت میں دلائل سے لبریز ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے اس کا نام حسب ذیل ہے۔

(۱) شفاء الوالدہ فی صور الحبیب و مزارہ و نعالہ ۱۳۱۵ھ

(۵۴) تصور شیخ و صلاۃ غوثیہ سے اختلاف

شغل برزخ یعنی کہ تصور شیخ، صلاۃ غوثیہ وغیرہ امور سلف صالحین و صوفیاء باصفا میں صدیوں سے رائج ہیں۔ اپنے شیخ سے حصول فیض و برکت کے لئے یہ عمل مجرب جانا گیا، و نیز صلاۃ غوثیہ تو کبار اولیائے کرام اور خود حضور سیدنا غوث اعظم دکنگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال سے ثابت ہے۔ لیکن جیسا کہ پچھلے صفحات میں ذکر ہوا کہ ہر وہ کام کہ جس کے ناجائز و ممنوع ہونے کی شریعت میں کوئی دلیل موجود نہ ہو اور وہ کام اولیائے کرام کی عظمت و محبت کے جذبہ کے تحت کیا جاتا ہو، ایسے ہر کام سے ملت اسلامیہ کو روکنے کیلئے دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ پیش خدمت ہے:-

”سوال:- صلاۃ غوثیہ اکثر مشائخوں میں مروج ہے اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- بندہ اس کو پسند نہیں کرتا اور نہ جائز جانے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رشیدیہ۔ از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی۔ دیوبند۔ ص: ۱۶۳)

☆ تصور شیخ کے تعلق سے مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو:-

”سوال:- تصور شیخ کو جو صوفیہ چشت کا معمول ہے اور اقوال حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت مجدد صاحب اس

کے مؤید ہیں، اور مولوی اسماعیل صاحب دہلوی اس کو حرام اور کفر و شرک بتاتے ہیں۔ آپ کے نزدیک نفس تصور شیخ جائز ہے یا حرام اور کفر و شرک؟“

جواب:- نفس تصور جائز ہے اگر کوئی امر ممنوع اس کے ساتھ نہ ہو، جیسا تمام اشیاء کا آدمی خیال و تصور کرتا ہے جب

اس کے ساتھ تعظیم اس شکل کا کرنا اور متصرف باطن مرید میں جاننا مفہوم ہوا تو موجب شرک ہو گیا۔“

(فتاویٰ رشیدیہ۔ از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند۔ ص: ۲۱۷)

قارئین مذکورہ فتوے کو بغور ملاحظہ فرمائیں گنگوہی صاحب تصور شیخ کو جائز مانتے ہیں لیکن اگر اس کے ساتھ تعظیم ہے تو وہ فعل شرک ہو گیا۔ یعنی کہ خود اعتراف کر لیا کہ نفس فعل سے کوئی اعتراض نہیں البتہ بزرگوں کی تعظیم سے اعتراض ہے۔ علاوہ ازیں اس فتوے سے اس بات کی بھی تائید ہو گئی کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے تصور شیخ کو حرام، کفر اور شرک بتایا ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے علمائے دیوبند کے مذکورہ نظریات پر شدید گرفت کی اور ان کا رد بلیغ کرنے کے ساتھ مذکورہ افعال کو جائز، مندوب اور مستحب ثابت فرمایا اور مشائخ عظام کی معتبر کتب ایسے اٹل دلائل پیش فرمائے ہیں کہ پوری دنیائے دیوبندیت کے علماء سے بھی وہ دلائل ٹالے نہیں ملتے۔ اس عنوان پر آپ کی حسب ذیل تصانیف میری ناقص معلومات میں ہیں:-

(۱) کشکول فقیر قادری ۱۳۰۵ھ

(۲) الزمزمة العربیة فی الذب عن النحریہ ۱۳۰۶ھ

(۳) الیاقوتۃ الواسطۃ فی القلب عقد الرابطة ۱۳۰۹ھ

(۴) انھار الانھار من یم صلاۃ الاسرار ۱۳۰۵ھ

(۵) ازھار الانھار من صلاۃ الاسرار ۱۳۰۵ھ

(۶) فتاویٰ کرامات غوثیہ ۱۳۱۰ھ

(۵۵) فتنہ وہابیت، امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی اور مسئلہ تکفیر

ہندوستان کے مسلمانوں کا اتحاد نیست و نابود کر کے مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم کر ڈالنے کیلئے انگریزوں نے مسلمانوں کو مذہب کے نام پر لڑانے کیلئے ”وہابی مذہب“ کو ہندوستان میں پھیلانے کیلئے مولوی اسماعیل دہلوی کو خریدا اور وہابی مذہب پھیلانے کی تمام ذمہ داری اسماعیل دہلوی کو دی۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے سکھوں سے جہاد کرنے کے بہانے وہابی مذہب کو بزرگ و شمشیر پھیلانے کیلئے ۱۲۴۰ھ سے ۱۲۴۶ھ تک ملک پنجاب میں قہر برپا کر دیا اور ہزاروں کی تعداد میں بے قصور سنی مسلمانوں کو شہید کیا۔ بالآخر مولوی اسماعیل دہلوی کی زیادتی اور ظلم و ستم سے تنگ آکر ملک پنجاب کے درانی پٹھانوں نے ۲۴ ربیع الثانی ۱۲۴۶ھ کے دن اسے بمقام بالاکوٹ مار ڈالا۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے ہندوستان میں وہابیت پھیلانے کیلئے ”تقویۃ الایمان“ نامی کتاب لکھی۔ اس کتاب میں انبیائے کرام اور اولیاء عظام کی شان میں جی بھر کر گستاخیاں کیں۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی موت کے بعد (۱) مولوی قاسم نانوتوی (۲) مولوی اشرف علی تھانوی (۳) مولوی رشید احمد گنگوہی (۴) مولوی یعقوب نانوتوی (۵) مولوی خلیل احمد اینٹھوی (۶) مولوی الیاس کاندھلوی وغیرہ نے وہابیت پھیلانے کے مشن کو آگے بڑھایا۔

۱۲۰۰ھ اک ابتدائی دور وہابیت کے عروج کا ابتدائی دور تھا۔ لیکن یہ وہ دور تھا کہ مکتبہ دیوبند کے علماء کھل کر توہین انبیاء و اولیاء کرنے سے ڈرتے تھے، بہت ہی احتیاط کے ساتھ قدم اٹھا رہے تھے لوگوں کو آہستہ آہستہ وہابیت کا قاتل زہراپنی میٹھی زبان کی چاشنی میں گھول گھول کر پلا رہے تھے۔ اپنی بے دینی اور بزرگان دن کی دشمنی عیاں نہ ہو جائے اس کا بہت ہی اہتمام کے ساتھ خیال رکھتے تھے۔ کہتے کچھ اور کرتے کچھ تھے، لکھتے کچھ تھے اور بتاتے کچھ تھے۔ ان کی اس ڈبل پالیسی کی کوئی بات کبھی پکڑی جاتی تھی تو اس کی تاویل کر کے بات کو ٹال دیتے تھے۔ ہوتے کچھ تھے اور اپنے کو ظاہر کچھ کرتے تھے۔

ابن عبد الوہاب نجدی کی ”کتاب التوحید“ اور مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ”تقویۃ الایمان“ میں وہابیت کے جو اصول مرقوم تھے وہ اتنے خطرناک تھے کہ سادہ لوح آدمی بھی اس کو پڑھ کر مشتعل ہو جائے۔ علمائے دیوبند سے جب ان دونوں کتابوں اور ان کے مصنفین کے تعلق سے پوچھا جاتا تو وہ ماحول کی سنگینی اور سیاق و سباق کے پیش نظر جواب دیتے۔ کبھی لاعلمی کا اظہار کرتے، کبھی تضاد بیانی سے کام لیتے، کبھی تاویل کرتے۔

☆ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق مولوی رشید احمد گنگوہی کو دو متضاد قوم پیش خدمت ہیں:-

”سوال:- وہابی کون لوگ ہیں اور عبد الوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیا شخص تھا اور اہل نجد کے عقائد میں اور سنی خفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے۔

جواب:- محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں اور ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں، مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ۔ از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی۔ دیوبند۔ ص: ۲۸۰)

☆ مذکورہ بالا فتوے کے بالکل برعکس مولوی رشید احمد گنگوہی کا نظریہ دیکھیں:-

”محمد بن عبد الوہاب کے عقائد کا مجھ کو مفصل حال معلوم نہیں۔“

(فتاویٰ رشیدیہ۔ از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی۔ دیوبند۔ ص: ۸۵)

ناظرین غور فرمائیں کہ پہلے فتوے میں گنگوہی صاحب نے محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے متعلق لکھا کہ ان کے عقائد عمدہ تھے جب کہ دوسرے فتوے میں ایسا بتایا کہ اس کے عقائد کا حال مجھ کو معلوم نہیں۔ ایک ہی کتاب میں ایک ہی شخص دو متضاد قول بیان کر کے اپنی عادت تضاد بیانی کا بین ثبوت دے رہا ہے۔ دو اقوال الگ الگ ماحول میں دیئے ہوں گے اور حالات کے پیش نظر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کی گئی ہوگی۔

اسی طرح عقائد کے بارے میں بھی جب پھنتے تو ایسی ایسی تاویلیں کرتے کہ اصل بات کو کنارے کر کے موضوع سخن کا پہلو ہی بدل دیتے۔ اسی طرح جب ان سے مطلقاً پوچھا جاتا کہ ایک شخص نبی اور ولی کے تعلق سے ایسا عقیدہ رکھتا ہے اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ فوراً کہتے کہ اس میں نبی اور ولی کی توہین ہے کفر ہے لیکن جب یہ کہا جاتا کہ یہ عقیدہ آپ کے فلاں پیشوانے اپنی فلاں کتاب میں لکھا ہے، تو فوراً انداز سخن بدل جاتا اور اس عبارت کی تاویل کر کے اس کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی۔ مثلاً:-

☆ تقویۃ الایمان کی عبارت ”ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا، وہ اللہ کے شان کے آگے چہمارے بھی زیادہ ذلیل ہے“ کے تعلق سے مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال ہوا تو انہوں نے عقل و فہم سے کوسوں دور تاویل کر کے مولوی اسماعیل دہلوی کا دفاع کیا۔ جس کی تفصیل ”فتاویٰ رشیدیہ۔ ناشر: مکتبہ تھانوی۔ دیوبند۔ ص: ۸۴ پر درج ہے۔

☆ تقویۃ الایمان کی عبارت میں معاذ اللہ حضور ﷺ کے لئے لکھا ہے کہ ”میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں“ اس جملے کے تعلق سے جب مولوی رشید احمد گنگوہی سے پوچھا گیا تو اس کی بھی گنگوہی صاحب نے بے جوڑ اور بے تکی تاویل کی۔ جس کی تفصیل ”فتاویٰ رشیدیہ۔ ناشر: مکتبہ تھانوی دیوبند کے ص: ۱۱۲ پر درج ہے۔

☆ اسی طرح مولوی خلیل احمد ایٹھوی نے اپنی کتاب ”المہند“ اور دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین مولوی حسین احمد مدنی نے اپنی کتاب ”الشہاب الثاقب“ میں کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی۔

علاوہ ازیں:

☆ مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب ”حفظ الایمان“ کی وہ عبارت کہ جس میں ”ایسا علم غیب تو“ کہہ کر سرکار کائنات ﷺ کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں سے تشبیہ دی ہے۔ اس کی تاویل میں مولوی حسین احمد مدنی نے ”ایسا“ لفظ پر لمبی چوڑی بحث کر کے تھانوی صاحب کا دفاع کرنے کی کوشش کی ہے۔

مختصر یہ کہ علمائے دیوبند نے اپنی بدعقیدگی کو عوام کی نظروں سے اوجھل رکھنے کیلئے تمام ہتھکنڈے آزمائے اور عوام کو اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کی۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علمائے دیوبند کی چال بازی سے اچھی طرح واقف تھے۔ آپ نے جب ان کی کتابوں عبارتوں پر شرعی گرفت فرمائی تو وہ گرفت اتنی مضبوط تھی کہ آج تک علمائے دیوبند چھکارا نہیں پاسکے۔ ☆ مولوی اسماعیل علوی کی رسوائے زمانہ کتاب ”تقویۃ الایمان“ کے رد میں آپ نے، ”الکوکیۃ الشھابیہ“ اور ”سل السیوف الھندیہ“ کل دو کتابیں تصنیف فرمائیں اور مولوی اسماعیل دہلوی کے کل ستر کفریات ثابت کئے۔

☆ مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ”تقویۃ الایمان“ کے مٹی میں ملنے والی عبارت کے دفاع میں مولوی رشید احمد گنگوہی نے جو تاویل کی تھی اس کا تعاقب فرما کر آپ نے اس کے رد میں ”کشف ضلال دیوبند“ تصنیف فرمائی۔

فتویٰ دینے میں امام احمد رضا کی شان احتیاط اور کف لسان

مولوی اسماعیل دہلوی کی موت کے ۲۶ سال کے بعد یعنی کہ ۱۲۷۲ھ میں امام احمد رضا محدث بریلوی کی ولادت ہوئی۔ علمائے دیوبند کی جانب سے توہین و تنقیص رسالت کا سلسلہ جاری تھا۔ ۱۲۹۰ھ میں مولوی قاسم نانوتوی نے ”تخذیر الناس“ کتاب لکھ کر تحریک توہین رسول کو فروغ دیا۔ پھر گنگوہی صاحب نے امکان کذب کا فتویٰ دیا۔ ”براہین قاطعہ“ کتاب میں مولوی خلیل احمد اینٹھوی نے اور کتاب ”حفظ الایمان“ میں مولوی اشرف علی تھانوی نے بارگاہ رسالت میں سخت گستاخی کی۔ لیکن امام احمد رضا نے احتیاط سے کام لیا۔ حالانکہ علمائے دیوبند کا طرز افتاء تو آپ گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے کہ قلم کی ایک ٹھوکرے سے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں کلمہ گو مسلمانوں کو کافرا و مشرک کے فتوے دے دیئے۔ لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی نے کمال احتیاط سے کام لیا اور ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۲۰ھ تک یعنی تیس سال تک آپ نے ان کی گمراہ کرنے والی کتابوں کی تردید کی اور ان کتابوں کے مصنفین کو ان کتابوں کے اغلاط کی نشاندہی کی۔ ان کو تیس سال تک اتمام جت کرتے ہوئے سمجھایا کہ خدا کے واسطے بارگاہ رسالت کی توہین و تنقیص سے باز آؤ اور اپنی کفری عبارتوں سے رجوع کر کے توبہ کرلو۔ یہاں تک کہ ان کو رجسٹر خطوط کے ذریعہ ان کی کتابوں کی تردید میں اپنی تصنیف فرمودہ کتابیں بھیجیں۔ پورے تیس سال تک اتمام جت فرمائی لیکن علمائے دیوبند اپنی ضد پراڑے رہے ٹس سے مس تک نہیں ہوئے۔ بلکہ اپنی کفری عبارتوں والی کتابوں کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی، جب امام احمد رضا محدث بریلوی اتمام جت کافر فیضہ ادا کر چکے، رجوع کیلئے مسلسل تقاضے کرتے رہے۔ لیکن وہاں سے کوئی جواب یا قبول حق کی کوئی حرکت نہ ہوئی، تب مجبور ہو کر بادل ناخواستہ ۱۳۲۰ھ میں ان گستاخان بارگاہ رسالت پر حکم شرعی نافذ کرتے ہوئے ”المعتمد المستند“ تصنیف فرمائی۔

کفر کا فتویٰ صادر کرنے میں امام احمد رضا کتنے محتاط تھے اس کا اندازہ حسب ذیل اقتباسات سے لگایا جاسکتا ہے۔

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی نے امکان کذب باری تعالیٰ کا جو فتویٰ دیا تھا اس کے رد میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے ۱۳۰۸ھ میں ”سبحان السبوح عن عیب کذب المقبوح“ شائع فرمائی اور فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں گنگوہی صاحب کے چھتر ۵۷ کفریات ثابت کرنے کے بعد بھی یہی فرماتے ہیں کہ:-

”میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ ان مدعیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں، اگرچہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں۔“

(تمہید ایمان بایات قرآن۔ مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان۔ ناشر: قادری بک ڈپو، نومحلہ

بریلی۔ ص: ۱۳۴)

مذکورہ کتاب کے تعلق سے امام احمد رضا نے ”حسام الحرمین“ میں لکھا ہے کہ ”یہ کتاب میں نے ان کو رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجی۔ جو ان کو مل گئی تھی اور ان کے یہاں سے کتاب کی وصولی کی رسید بھی آگئی ہے اس کو بھی گیارہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے، مخالفین تین سال تک تو یہ جھوٹ اڑاتے رہے کہ جواب لکھا جائے گا، لکھا جا چکا ہے، چھپے گا، چھپنے کیلئے بھیج دیا ہے۔“

لیکن اتنے طویل عرصہ کی مہلت میں بھی گنگوہی صاحب کو جواب لکھنے کی توفیق نہ ہوئی بلکہ امکان کذب والے فتویٰ کو پوٹری کی شکل میں شائع کیا۔ لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس اشتہار پر اعتقاد نہ کیا۔ بالآخر گنگوہی صاحب کا لکھا ہوا اصل فتویٰ گنگوہی صاحب کے دستخط اور مہر کے ساتھ آیا اور آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور تحقیق کرنے کے بعد ہی آپ نے اس پر حکم شرعی بیان کیا۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں کہ:-

”مسلمانو! یہ روشن ظاہر واضح قاہر عبارات تمہارے پیش نظر ہیں۔ جنہیں چھپے ہوئے دس دس اور بعض کو سترہ اور تصنیف کو ۱۹ سال ہوئے۔ اور ان دشنامیوں کو تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی ہے جب سے المعتمد المستند چھپی۔ ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ اور اللہ و رسول کے خوف کو سامنے رکھ کر انصاف کرو۔ یہ عباراتیں فقط ان مفسرین کا افتراء ہی رہیں کرتیں بلکہ صراحۃً صاف صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا، جب تک یقینی قطعی واضح روشن جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہولیا۔ جس میں اصلاً اصلاً ہرگز ہرگز کوئی

گنجائش تاویل نہ نکل سکی کہ آخر یہ بندہ خدا وہی تو ہے۔ جو ان کے اکابر پر ستر ستر وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دیکر یہی تو کہتا ہے کہ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل الاہل الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کیلئے اصلاً کوئی ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔“

(تمہید ایمان بہ آیات قرآن۔ مصنف: امام احمد رضا۔ ناشر: مکتبہ اشاعت اسلام۔ کراچی۔ ص: ۶۰)

مذکورہ عبارت میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے کتنی صاف وضاحت فرمادی ہے کہ ہم تکفیر میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ کئی سال تک اتمام حجت فرمائی اور جب ان کی عبارتوں میں تاویل کی بھی کوئی گنجائش نہ رہی اور ان کا کفر آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہو گیا تب کہیں شرعی حکم نافذ کیا۔ لیکن افسوس کہ اتنی عظیم احتیاط والے کو ایک منظم سازش کے تحت بدنام کیا جا رہا ہے کہ وہ بات بات میں کفر کا فتویٰ دے دیتا تھا۔

قارئین فیصلہ کریں کہ بات بات میں کفر کا فتویٰ کیوں دیتا تھا امام احمد رضا یا علمائے دیوبند؟ حالانکہ پچھلے صفحات میں آپ مطالعہ کر چکے ہیں کہ علمائے دیوبند نے کیسی کیسی باتوں پر کفر اور شرک کے فتوے دیئے ہیں۔

☆ یارسول اللہ کہنے والا مشرک ☆ سہرابانہ ہنسنے والا ☆ اللہ و رسول نے چاہا تو یہ کام ہو جائے گا کہنے والا ☆ عبدالنبی، نبی بخش، غلام محی الدین وغیرہ نام رکھنے والا ☆ حضور ﷺ کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا ☆ درود تاج پڑھنے والا ☆ کسی کی صورت کا تصور کرنے والا ☆ نذر و نیاز کرنے والا ☆ منت ماننے والا ☆ اولیاء کے آستانے کے کنوئیں کا پانی متبرک سمجھ کر پینے والا ☆ روشنی کرنے والا ☆ ولی کے آستانے پر پانی پلانے والا ☆ انبیاء اولیاء کی شفاعت کی امید رکھنے والا وغیرہ وغیرہ۔

علمائے دیوبند نے ملت اسلامیہ کے بے شمار لوگوں پر کافر اور مشرک کا فتویٰ لگاتے وقت نہ کسی تاویل کی گنجائش پر غور کیا، نہ قائل و فاعل کی نیت کا اعتبار کیا، نہ لزوم کفر، الزام کفر کا فرق محسوس کیا۔ بس ایک ہی بار میں دھڑاک سے فتویٰ دیدیا۔

اب امام احمد رضا کی شان احتیاط دیکھیں:-

☆ مولوی اسماعیل دہلوی نے ستر کفریات ثابت کرنے کے بعد امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں کہ:-

”ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (کافر کہنے سے) کف لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مرضی و

مناسب۔ واللہ تعالیٰ بسماٰنہ و تعالیٰ اعلم۔“

(الکوکب الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ۔ مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی۔ ناشر: نوری کتب خانہ، لاہور، ص: ۶۰)

☆ مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کے متبعین کے کفریات بوجہ قاہرہ لزوم کفر کا ثبوت دے کر بھی امام احمد رضا محدث بریلوی یہی فرماتے ہیں کہ:-

”لزوم والتزام میں فرق ہے۔ اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات ہے اور قائل کو کافر مان لینا اور بات۔ ہم احتیاط برتیں گے، سکوت کریں گے، جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا، حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔

(سل السیوف الصمد علی کفریات بابا نجدیہ۔ مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی۔ ناشر: رضوی کتب خانہ، بریلی، ص: ۲۵)

☆ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا وہ جملہ کہ ”جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال ملے گا، حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے“ قابل توجہ ہے اسی ضمن میں ایک ضعیف سے ضعیف احتمال کی وجہ سے امام احمد رضا نے مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر نہیں کی اور وہ احتمال یہ ہے کہ:-

”مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیوں کے رو برو بعض مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کر لی تھی، اسماعیل دہلوی کی توبہ کو اتنا مشہور کیا گیا تھا کہ توبہ کی شہرت کو ضعیف احتمال میں شمار کر کے امام احمد رضا نے کفر کا فتویٰ دینے سے کف لسان فرماتے ہوئے سکوت اختیار فرمایا۔

☆ مولوی اسماعیل دہلوی کی توبہ کی شہرت کے تعلق سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے:-

”ایک بات یہ مشہور ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب شہید نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیوں کے رو برو بعض مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کی ہے آپ نے بھی کہیں یہ بات سنی ہے یا محض افتراء ہے۔

جواب: اور توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افتراء اہل بدعت کا ہے“

(فتاویٰ رشیدیہ۔ از: مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ناشر: مکتبہ تھانوی۔ دیوبند، ص: ۸۴)

مذکورہ عبارت میں مسائل نے سوال میں ”ایک بات یہ مشہور ہے“ جملہ لکھ کر باور کرا دیا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی توبہ مشہور ہوئی تھی۔ توبہ کی شہرت ہونے کی وجہ سے تو مسائل تک بات آئی تھی صرف بات ہی نہیں آئی تھی بلکہ ”ایک مشہور بات“ کی حیثیت سے بات آئی تھی اور اسی لئے تو اس نے اس بات کے سچ یا جھوٹ ہونے کی تحقیق کرنے کی غرض سے سوال پوچھا تھا لیکن واہ رے گنگوہی صاحب! مولوی اسماعیل کی توبہ بھی کھٹکی بلکہ اس میں بھی رسوائی کا خوف محسوس کیا کہ ہمارے اکابر کو رجوع کرنا پڑا؟ خیر اس بحث میں نہیں پڑتا البتہ توبہ کی شہرت ہوئی تھی اور اسی شہرت نے امام احمد رضا محدث بریلوی جیسے محتاط کو تکفیر کا حکم جاری کرنے سے روکا۔

قارئین کی عدالت میں استدعاء ہے کہ اللہ آپ بنظر غور دیکھیں اور غیر جانبدار نظریہ سے فیصلہ کریں کہ امام احمد رضا کے یہاں جو احتیاط ہے اس کا کروڑواں حصہ بھی علماء دیوبند کے یہاں ہے؟

☆ علمائے دیوبند کے وہ اکابر کہ جن کی کتابوں میں کفری عبارات ہیں اور ان پر غور و فکر اور تمام لوازمات کا التزام کرنے کے بعد امام احمد رضا محدث بریلوی نے شرعی حکم نافذ کرنے کے بعد بھی یہاں تک فرمایا کہ:-

”ہزار ہزار بار حاش اللہ! میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا، جب کیا ان سے ملا پ تھا، اب رنجش ہوگئی۔ جب ان سے جانبداری کوئی شرکت نہ تھی، اب پیدا ہوگئی حاش اللہ! مسلمانوں کا علاقہ محبت و عداوت صرف محبت و عداوت خدا و رسول ہے، جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام صادر نہ ہوئی یا اللہ و رسول کی جناب میں ان کی دشنام نہ دیکھی سنی تھی، اس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا۔ غایت احتیاط سے کام لیا، حتیٰ کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا، مگر احتیاطاً ان کا ساتھ نہ دیا اور متکلمیں عظام کا مسلک اختیار کیا۔ جب صاف صریح انکار ضروریات دن و دشنام دہی رب العالمین آنکھ سے دیکھی، تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمہ دین کی تصریحات سن چکے کہ ”من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر“ جو ایسے کے عذاب و کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔

اپنا اور اپنے دینی بھائیوں عوام اہل اسلام کا ایمان بچانا ضروری تھا، لا جرم، حکم کفر دیا اور شائع کیا۔
وذا لک جزاء الظالمین“۔

(تمہید ایمان آیات قرآن - مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان - ناشر: رضا اکیڈمی، بمبئی، ص ۴۴)

صرف یہ ہی نہیں امام احمد رضا محدث بریلوی نے تحریری طور پر احتیاط فرمائی بلکہ عملی طور پر بھی آپ نے علمائے دیوبند کو خطوط لکھے۔ ان کو رو برو بلایا سمجھایا۔ لیکن علماء دیوبند نے کوئی التفات نہیں کیا۔ ۱۳۲۳ھ میں علمائے حرمین شریفین نے علمائے دیوبند کے کفر کا فتویٰ دیا لیکن امام احمد رضا نے تو اس فتوے کے بعد بھی اپنی اتمام حجت کی کوشش کو مسلسل جاری رکھا تھا اور یہی کوشش کرتے رہے کہ اگر تھوڑی دیر کیلئے بھی علمائے دیوبند اپنی کفری عبارات پر غور و فکر اور نظر ثانی کرنے کیلئے رضامند ہو جائیں اور روایک نشست ہو جائے تو میں ان علمائے دیوبند کو سمجھاؤں گا تا کہ ملت اسلامیہ سے ایک عظیم فتنہ ختم ہو جائے علمائے حرمین شریفین کے فتوے کے چھ ۶ رسال کے بعد یعنی کہ ۱۳۲۹ھ میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے مولوی اشرف علی تھانوی کو ایک خط لکھا تھا۔ وہ خط لفظ بلفظ ”دافع الفساد عن مراد آباد“ نام کی کتاب میں چھپا تھا اس خط کی بعینہ نقل قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

”بنام مولوی اشرف علی صاحب تھانوی۔

بسم الله الرحمن الرحيم.

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم.

السلام علی من اتبع الهدی

”فقیر بارگاہ عزیز و قدیر جلالت و تدتوں سے آپ کو دعوت دے رہا ہے اب حسب معاہدہ قرارداد آباد پھر محرک ہے کہ آپ کو سوالات و مواخذات حسام الحرمین جواب دہی کو آمادہ ہوں۔ میں اور آپ جو کچھ کہیں لکھ کر کہیں اور سنا دیں اور وہی دستخطی پر چڑا دیں وقت فریقین مقابل کو دیتے جائیں کہ فریقین میں سے کسی کو کہہ کر بدکنے کی گنجائش نہ رہے۔ معاہدہ میں ۲۷ صفر مناظرہ کیلئے مقرر ہوئی ہے۔ آج پندرہ کو اس کی خبر مجھ کو ملی۔ گیارہ روز کی مہلت کافی ہے وہاں بات ہی کتنی ہے، اسی قدر کہ یہ کلمات شان اقدس حضور پر نور سید عالم ﷺ میں تو ہیں ہیں یا نہیں؟

بعون اللہ تعالیٰ دو منٹ میں اہل ایمان پر ظاہر ہو سکتا ہے۔ لہذا فقیر اس عظیم ذوالعرش کی قدرت و رحمت پر توکل کر کے یہی ۲۷ صفر روز جاں افزوں و دوشنبہ اس کیلئے مقرر کرتا ہے، آپ فوراً قبول کی تحریر اپنی مہری دستخطی روانہ کریں اور ۲۷ صفر کی صبح مراد آباد میں ہوں۔ یہ آخری دعوت ہے۔ اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمد للہ میں فرض ہدایت ادا کر چکا، آئندہ کسی کے غوغہ پر اتفاقات نہ ہوگا۔ منوادینا میرا کام نہیں اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے۔

مہر فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۵ صفر روز چہار شنبہ ۱۳۲۹ھ

(دافع الفساد عن مراد آباد۔ مرتبہ: مولانا نعیم الدین۔ ناشر: مطبع اہل سنت و جماعت مراد آباد۔ ص: ۲۳)

لیکن افسوس کہ ۲۷ صفر ۱۳۲۹ھ بروز دوشنبہ حسب معاہدہ امام احمد رضا محدث بریلوی تو مراد آباد پہنچ گئے لیکن تھانوی صاحب کا پتہ نہیں تھا۔ کاش اگر تھانوی صاحب صرف دو منٹ کیلئے آجاتے تو ہندوستان کے مسلمانوں کے درمیان سے ایک عظیم فتنہ ختم ہو سکتا تھا۔ لیکن تھانوی صاحب نے راہ فرار اختیار کر کے تھفیفہ العقائد کا سنہرا موقعہ گنوا دیا۔

یہاں تک مطالعہ کرنے سے قارئین کے ذہن سے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو گیا ہوگا۔ امام احمد رضا کیا تھے اور کیا ان کو کیا کر کے پیش کیا گیا ہے۔ کفر کے فتوے میں جو اتنی عظیم احتیاط کرے اسی کو بات بات میں کفر کے فتوے دینے والا کہہ کر بدنام کیا جا رہا ہے۔ امام احمد رضا کے خلاف چلائی جانے والی مہم کا واحد مقصد یہی ہے کہ امام احمد رضا کے عظیم عملی کارنامہ پر منفی پروپیگنڈا کے ذریعہ دبیز تہ چڑھادی جائے اور ان کی شخصیت صرف ایک تنگ نظر اور روایتی مفتی، شاعر اور میلاد خواں کے

معمولی مقام پر لاکھڑی کر دی جائے۔ تاکہ عوام ان کی شخصیت سے بدظن ہو جائیں اور ان کی تصانیف کو ہاتھ میں لینے سے بھی اجتناب کریں۔

بلا شک امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنے تجدیدی کارنامہ سے ملت اسلامیہ کی عظیم علمی، اعتقادی اور تصنیفی خدمات انجام دی ہیں۔ لیکن ان کی زندگی کا عظیم کارنامہ تحریک عشق رسول کی تجدید ہے۔ وہ یقیناً اور صحیح معنوں میں عاشق رسول تھے اور انہوں نے پوری زندگی اسی پاکیزہ مشن کی نشر و اشاعت میں اسی دھن میں گزاری کہ وہ کونسا ایسا طریقہ ہے۔ جس کے ذریعے دعوت عشق رسول ﷺ کو دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلا یا جاسکے۔ جذبہ عشق رسول کو از سر نو اجاگر و بیدار کرنے کی اس تحریک کی بنیاد اس عاشق صادق نے اس قدر مضبوط ڈالی ہے کہ جسے حوادث و انقلابات زمانہ ہلا نہیں سکتے۔ لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی کے احوال و واقعات زندگی اور خصوصاً آپ کی تصانیف پر تحقیقی نظر کے بعد ہم ان کے خلاف اور ان کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے والی مخالف تحریکوں، تقریروں اور تحریروں سے دوچار ہوتے ہیں تو یہی سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ برصغیر کا عظیم عالم دین اور ملت اسلامیہ کا سچا مفکر جس نے ملت اسلامیہ کو سنکڑوں مسموم اور محققانہ تصانیف کا ذخیرہ عطا فرمایا ہے۔ اس کے ساتھ کتنی بڑی نا انصافی اور ظلم کیا جا رہا ہے۔ اس کے علمی کارنامے کو داد تحسین دینا تو درکنار اسے ایک غصہ ور، فتویٰ باز مولوی کے روپ میں پیش کرنے کی ایک رسم بنالی گئی ہے اور وہ رسم ایسی چلی کہ بس چلی آ رہی ہے۔ ملت اسلامیہ کے تعلیم یافتہ اور سمجھدار طبقے کو چاہئے کہ عرصہ دراز کے پریکٹڈے کے گرد و غبار کی دبیز تہوں کے نیچے دبا دی گئی۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کے در بے بہا شخصیت کو خود ان کی تصانیف سے پرکھیں اور غیر جانبدار منصفانہ رائے قائم کریں اور حق کیا ہے؟ باطل کیا ہے؟ اس کی سمجھ اپنے حلقہ احباب کو بھی دیں۔

امام احمد رضا نے فرقہ و ہابیہ کے اصولی و فروعی نظریات کا جس خوش اسلوبی سے تعاقب کیا ہے اور ان کے عقائد باطلہ پر جو گرفت فرمائی ہے وہ گرفت اس قدر صحیح و برخل اور واقعہ کے مطابق ہے کہ اس کا کوئی جواب دیا ہی نہیں جاسکتا۔ فرد واحد کی یہ صلاحیتیں تمام مخالفین کے مجموعہ پر بھاری ہیں، مخالفین کے کئی منظم ادارے کسی اعتبار سے اس کی ایک شخصیت کا مقابلہ نہیں کر پاتے۔

فرقہ و ہابیہ کے نظریات کے رد میں امام احمد رضا کی چند تصانیف کا تذکرہ۔

☆ مولوی اسماعیل دہلوی کے تعلق سے :-

(۲) الکوکب الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ ۱۳۱۲ھ

(۳) کشف ضلال دیوبند ۱۳۳۳ھ

(۴) صمصام سنیت بگلوئی نجدیت ۱۳۱۶ھ

عقائد وہابیہ کے رد میں :-

(۱) النفحة الفائحه من مشک سورة الفاتحه ۱۳۱۵ھ

(۲) الاستمداد علی اخیال الارتداد ۱۳۳۳ھ

(۳) آكد التحقيق باب التعليق ۱۳۲۲ھ

(۴) المجمل المسدد ان ساب المصطفى مرتد ۱۳۰۱ھ

(۵) المقالة المسفرة عن احكام البدعة المكفرة ۱۳۰۱ھ

(۶) البارقة الشارقة علی المارقة المشارقة ۱۳۲۶ھ

(۷) اكمال الطامة علی شرک سوى بالامور العامة ۱۳۱۲ھ

☆ جماعت ثانیہ کے متعلق رد گنگوہی میں :-

(۱) الراد الاشد البهی فی هجر الجماعة علی الکنکوهی ۱۳۱۳ھ

☆ عقائد وہابیہ کے رد میں مزید تصانیف :-

(۱) باب العقائد والکلام ۱۳۳۵ھ

(۲) فیح النسرین بجواب الاسئلة العشرين ۱۳۱۱ھ

☆ بعد نماز جنازہ دعا کے عدم جواز میں فرقہ وہابیہ کا رد :-

(۱) بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاة الجنائز ۱۳۱۱ھ

(۵۶) متفرق بدعات کا رد

امام احمد رضا محدث بریلوی نے شریعت کے خلاف جو بھی امور دیکھے فوراً آپ نے اپنے قلم کو جنبش دی اور ملت کی صحیح پاسبانی کی۔ اس دور میں اپنے آپ کو سنی کہلانے والے اور کچھ صوفیاء نے خانقاہی نظام میں مروجہ بدعات کا ارتکاب کیا لیکن

امام احمد رضا نے اپنے اور پرائے کافر کا فرق اور لحاظ کئے بغیر شریعت و سنت کی نگرانی اور چوکیداری کی فرائض پورے طے کرنے سے ادا کئے۔ اور کسی بھی قسم کی رورعایت سے باز رہے۔ یہ بدعت کا معاملہ بھی عجیب ہے مکتبہ فکر دیوبند کے اکابر علماء نے جائز و مستحسن امور کو بدعت کا لباس پہنا دیا، لیکن خود ان افعال میں غوطہ زن رہے۔ جس کام کو عوام اہل سنت کیلئے بدعت قرار دیا وہ کام خود کیا اور اپنے ارتکاب کی صحت کیلئے تاویلیں پیش کیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو کام واقعی بدعت ہیں سیدہ ہیں بلکہ بدعات کی جڑ ہیں، ان کاموں کو مکتبہ دیوبند کے علماء نے امام احمد رضا محدث بریلوی سے منسوب کر دیا ہے۔ اور امام احمد رضا کی عبقری شخصیت کو بدعات کا مؤید اور مجوز قرار دیکر بدنام کرنے میں اپنی تمام قوت صرف کر رہے ہیں، لیکن اگر انصاف کی نگاہ سے امام احمد رضا کی تصانیف کی غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا جائے تو ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ بدعت کی جو بھی کڑی سے کڑی تعریف مقرر کی جائے امام احمد رضا محدث بریلوی کا دامن اس سے ہر طرح پاک اور صاف ہے۔ آپ نے بدعات کے استیصال میں اپنی پوری قوت صرف کر کے بدعات کے خلاف کتابیں لکھیں، شائع کیں، اعلانیہ بدعات سے بیزاری کا اظہار کیا، تب بھی بدعتی ٹھہریں اور مخالفین اپنے اسلاف کی ہر بدعت کو موافق سنت کہہ کر کرتے جائیں اور اس کے باوجود بھی یکے موحد ہونے کا دعویٰ کریں۔

اس ساری تمہید سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ امام احمد رضا نے اپنی غیر معمولی صلاحیت، عبقریت، بے شمار علوم و فنون میں حیرت انگیز صلاحیت اور ملت اسلامیہ کی گراں قدر خدمات انجام دے کر اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی لافانی و دائمی عظمتوں کی تقدیس اور مسلمانان عالم کو ان کی محبت و عشق میں منسلک کرنے کی جو عظیم تحریک چلائی اور ناموس رسالت کے مرثیے کا جو جذبہ اور ولولہ مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کر کے متاع حیات بخشی اور ان کی عبقری شخصیت عالمی پیمانے پر ابھری، تو مخالفین نے ان کے خلاف طرح طرح کی بہتان طرزیاں اور افتراء پروری سے کام لیا اور جن بدعات کا امام احمد رضا نے ”بلا خوف لومۃ لائم“ شدت سے رد کیا، انہیں بدعات کو امام احمد رضا کی طرف منسوب کر کے ان انصافی کا بے مثال کارنامہ انجام دیا اور برصغیر کے عوام کی بڑی تعداد کو آپ کا مخالف بنا دیا۔

حالات کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کرنے سے جو حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ علمائے دیوبند کی توہین آمیز عبارات پر امام احمد رضا محدث بریلوی نے جو گرفت کی تھی وہ اس قدر صحیح، بر محل اور واقعہ کے مطابق تھی کہ علمائے دیوبند سے اس کا کوئی جواب دیا ہی نہیں جاسکتا تھا کیونکہ ان عبارات کا صرف یہی ایک علاج تھا کہ ان عبارات سے رجوع اور توبہ کی جائے۔ لیکن علمائے دیوبند نے ان توہین آمیز اور گستاخانہ عبارات پر اصرار اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور ان کی

الٹی سیدھی اور بے محل تاویلات کا جو پاکھنڈر چایا وہ اتنا گھٹیا قسم کا تھا کہ اس سے اردو زبان کے روزمرہ کے الفاظ اور محاورے بھی آج تک شرمندہ ہیں امام احمد رضا محدث بریلوی کی کسی بھی گرفت کا علمائے دیوبند نے آج تک کوئی معقول اور مدلل جواب نہیں دیا اور جواب بھی کیا دے سکتے ہیں؟ ان کی حجت آج بھی قائم ہے۔ لہذا علمائے دیوبند نے معقول اور سیدھی راہ اختیار کرنے کے بجائے الزامی جواب کے طور پر امام احمد رضا محدث بریلوی پر شرک اور بدعت کے ہتھیاروں سے حملہ آور ہونے ہی میں عافیت سمجھی اور مسلمان عوام کا ذہن دوسری طرف پھیرنے کیلئے شدت کے ساتھ یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ وہ تو خرافات و بدعت کے مؤید، مجوز اور حامی ہیں۔ دیوبندی مکتبہ فکر کے ایک معمولی طالب علم سے لیکر اساتذہ تک بلکہ تبلیغی جماعت کے جاہل مبلغین تک امام احمد رضا محدث بریلوی کو بدعتی اور ان کے افکار و نظریات اور ان کی شخصیت کو بدعتی اور بدعت کا موید و مبلغ کہا جائے گا تو پھر حقیقی اور سچے مسلمان کی تعریف کیا ہوگی؟ جس سے امام احمد رضا تو خارج ہو جائیں۔

حقیقی اور کامل مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ اس کا کوئی قول و فعل حضور اقدس ﷺ کی فرمانبرداری کے باہر نہ ہو اور اس کی زندگی کا ہر لمحہ شریعت کی پابندی میں گزرے۔ تو بلاشبہ ہم پوری ذمہ داری اور دیا ننداری کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کا شمار ملت اسلامیہ کے ان چند ممتاز اور کامل مسلمانوں میں ہوتا ہے جن پر اس دھرتی کو فخر حاصل ہے۔ رہی یہ بات کہ فسق و فجور، شرک و بدعت اور شریعت کے خلاف ہر کام کی زبانی مخالفت اور قلمی جہاد کرنا علمائے حق کا فریضہ ہے تو ہم بغیر کسی رعایت کے عرض کرتے ہیں کہ علمائے اہلسنت اور بالخصوص امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہیں کی شرک و بدعت کی خلاف جس طنطنے سے انہوں نے قلم اٹھایا ہے وہ اور کہیں نظر نہیں آتا چاہے ان امور میں عوام مبتلا ہوں یا خواص، اس بارے میں آپ کا قلم ایسا خنجر ہے جو اپنے بیگانے کی تمیز روا نہیں رکھتا۔ (۱) تعزیر داری (۲) قوالی (۳) مزارات پر عورتوں کی حاضری (۴) نشہ آور اشیاء کا استعمال (۵) شریعت و طریقت میں فرق اور تضاد ماننا وغیرہ کے خلاف امام احمد رضا کے نظریات آپ نے پچھلے صفحات میں ملاحظہ فرمائے۔ ان کے علاوہ بہت سے ایسی بدعتیں جو مسلمان میں رائج تھیں ان کا بھی آپ نے اعلانیہ رد کیا اور ان کے خلاف فتاویٰ اور رسائل تصنیف فرمائے جن میں سے کچھ بدعات حسب ذیل ہیں:-

☆ محرم کی جائز رسومات جو عوام میں رائج ہیں ☆ مرد کا چوٹی رکھنا جیسا کہ بعض فقیر رکھتے ہیں ☆ شیر بازی ☆ مرغ بازی ☆ بال مثل عورت لے کر رکھنا اور دلیل حضرت گیسو دراز سے پکڑنا ☆ قبر کا طواف کرنا یا بوسہ لینا ☆ قبر کا بلند تعمیر کرنا ☆ ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ (بدھ) کی رسومات ☆ پیر کے سامنے عورتوں کا بے پردہ آنا ☆ کنکلیا اڑایا ☆ تاش و شطرنج کھیلنا

☆ امام ضامن کا پیسہ باندھنا ☆ شادی کی مروجہ رسومات ☆ بچوں کے سر پر اولیاء کے نام کی چوٹی رکھنا یا کان میں بالیاں پہنانا ☆ مختلف درختوں اور طاقتوں میں شہدا تصور کر کے ان کی فاتحہ کرنا، لوبان جلانا، مرادیں مانگنا ☆ قبر پر اجرت دے کر تلاوت کروانا ☆ میت کے گھر شادی کی طرح جمع ہونا دعوت طعام میت ☆ فرضی مزارات بنانا اور ان پر عرس کرنا ☆ پیران پیر کے نام سے بعض جگہ چلہ بنا کر یا ان کے مزار کی اینٹ پر عرس کرنا ☆ جمعہ کے خطبہ میں اردو اشعار پڑھنا وغیرہ مذکورہ بدعات کے خلاف امام احمد رضا نے جو کچھ لکھا ہے وہ یہاں پر تفصیل سے بتانا ممکن نہیں فقیر نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب ”بدعت اور بریلی“ تصنیف کی ہے۔ اس میں ان تمام بدعات پر تبصرہ کیا ہے۔

وقت کا تقاضہ اور اہم ضرورت ہے کہ امام احمد رضا کی بدعات کے رد میں لکھی ہوئی کتابوں اور فتاویٰ کو زیادہ سے زیادہ شہرت دی جائے تاکہ اس کو پڑھ کر لوگ ان بدعات کے ارتکاب سے بچنے کے ساتھ ساتھ غلط فہمیوں کے اس اندھیرے سے بھی باہر آجائیں جو امام احمد رضا کے خلاف مخالفین نے پھیلا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حق و صداقت سمجھنے کی اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ علی والوا صحابہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔

بارگاہ رضا کا ادنیٰ سوالی
عبدالستار حبیب ہمدانی پور بندر (گجرات)
۲۳ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ
۲۷ فروری ۱۹۹۷ء بروز یکشنبہ

